

۱/۵۵۸
۱۳۰۶

روز کلام انیس

م رسول
نماخذ
آف

ڈاکٹر سید رضوان حیدر

پیشہ ورانہ تعلیم و تربیت
۴۹۰۷۵۱ فون
280758

کاشانہ رضویہ

۱۹/۲۔ بخشی بازار، الہ آباد۔ انڈیا
فون نمبر: ۶۱۲۱۸۹

ج

RUMOOZ-E-KALAM-E-ANEES

By Dr. SYED RIZWAN HAIDER

”کلام انیس میں مذہبی عناصر“۔ قرآنی آیات، احادیث رسول
اقوال معصومین، فقہی مسائل، تاریخی شخصیات، واقعات اور محاورات کے مصادر و ماخذ
کی تلاش اس مقالہ کا محرک ہے۔ اسی تحقیقی مقالہ پر الہ آباد یونیورسٹی نے ڈاکٹر آف
فلاسفی کی ڈگری تفویض کی۔

میری قدر کر اے زمین سخن
تجہ بات میں آسمان کر دیا
میر انیس

ب

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب :	رموز کلام انیس
مصنف :	ڈاکٹر سید رضوان حیدر
کتابت :	قربان علی
سنہ اشاعت :	مئی ۱۹۹۷ء
تعداد :	پچھ سو
ناشر :	مصنف
قیمت :	Rs. 250/- روپیہ یا ۴ ڈالر یا ۳ پاؤنڈ

-
- مراکز حصول
- ۱۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس۔ لال کنواں دہلی ۶۔
 - ۲۔ یونیورسل بک ایجنسی۔ سی ۵/۱۵ اکریلی اسکیم۔ الہ آباد۔
 - ۳۔ نصرت پبلشر۔ امین آباد لکھنؤ۔
 - ۴۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، شمشاد مارکیٹ۔ علی گڑھ۔
 - ۵۔ محفوظ بک ایجنسی۔ مارٹن روڈ۔ کراچی۔

اظہار تشکر

دنیا کے علم و ادب کی باعمل شخصیت جناب ملا اصغر صاحب مدظلہ العالی
صدر ورلڈ فویر فیڈریشن لندن جو افریقہ سے لے کر یورپ امریکہ اور کناڈا تک اپنی مسلسل
کوشش اور مختلف زبانوں میں حکیمانہ بیانات سے اعلیٰ قدروں کو بیدار کرنے کے لئے نئے
روح پھونکنے رہے ہیں۔ ساری دنیا میں بہت سے تعلیمی اداروں کا فروغ، علمی و اخلاقی
کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ ان کی قومی بصیرت اور مجاہدانہ اقدام کی بدولت آج تک
جا رہی ہے۔

خدا سے دعا گو ہوں کہ ان کے خدمات کا یہ تسلسل صالح اور صحت مند معاشرہ کی
فکری اور عملی تربیت کیلئے برقرار رہے، اس کتاب کی اشاعت بھی انہیں کی کرم فرمائی اور
قابل قدر تعاون کا ثمرہ ہے۔

مصنف

انتساب

استاد محترم پروفیسر جعفر رضا
(صدر شعبہ اردو والہ آباد یونیورسٹی)
کے نام

فہرست

حرف آغاز ۱ ————— ۴

باب اول: مذہب اور ادب ۵۔

مذہب کی تعریف ص ۵ مذہب ایک فطری حقیقت ص ۱۱ مذہب کی سماجی ضرورت ص ۱۴
مذہب اخلاقی اصولوں کا ضابطہ ص ۱۵ مصلحت زندگی برداشت کرنے کی قوت ص ۱۹ نظریاتی غلطی کو پر کرنا ص ۱۹
علم و دانش کی ترقی میں اعانت ص ۲۰ توحید کو قائم کرنا ص ۲۱ حیات بعد الموت کی اطلاع ص ۲۱
عالمی مذاہب میں اسلام کی ضرورت ص ۲۲ کتب سماوی کے برقی ہونے کی تصدیق ص ۲۲ کتب مابقی علیہ السلام ص ۲۲
گمشدہ توحید کو قائم کرنا ص ۲۳ تکمیل انسانیت ص ۲۳ تکمیل شریعت ص ۲۳
مذہبی اختلافات کا فیصلہ ص ۲۴ اللہ کے ارادہ الہی کی تکمیل ص ۲۴ مذہب سے ادب کا رشتہ ص ۲۴
نظریاتی اور فلسفیانہ حیثیت ص ۲۴ اخلاقی حیثیت ص ۲۵ شخصی اور غیر اخلاقی حیثیت ص ۲۵
مذہب اور ترقی پسند تحریک ص ۲۶ اردو ادب اور مذہب ص ۲۶ مذہب اور غزل ص ۲۶
مذہب اور قصیدہ ص ۲۷ مذہب اور مثنوی ص ۲۷ مذہب اور مرثیہ ص ۲۷ مرثیہ اور تصوف ص ۲۷

باب دوم: قرآن کا انعکاس کلام انیس میں ۵۱ — ۱۳۵

قرآن کی آیات: آیت اللہ ص ۵۲ آیت نور ص ۵۵ آیت مزمل ص ۵۸ آیت تاب توہین ص ۵۹
آیت تطہیر ص ۶۱ آیت مودت ص ۶۲ آیت اطاعت ص ۶۵ آیت مباح ص ۶۸ آیت درود ص ۶۸

آیت صادقین ص ۶۲ آیت قل لکھ ص ۶۳ آیت ولایت ص ۶۵ آیت نذر ص ۶۵ آیت امام حسین ص ۶۸
آیت کمال ص ۷۱ آیت علم ص ۷۵ آیت مخرج البحرین ص ۷۸ آیت ایثار و غیرہ ص ۷۹ آیت ایفاء عہد ص ۸۱
آیت فدیہ ص ۹۳ آیت شفاعت ص ۹۵

قرآن کے موضوعات :- حکومت الہیہ ص ۹۹ جبر و اختیار ص ۱۰۱ بقا و فنا ص ۱۰۱ عفو ص ۱۰۲
رزق ص ۱۰۳ یاد الہی ص ۱۰۴ دعا ص ۱۰۴ اعمال صالحہ ص ۱۰۵ صبر ص ۱۰۹ جہاد ص ۱۱۱ شہید ص ۱۱۱
نوحی بہا ص ۱۱۱ یتیم ص ۱۱۵ وصیت ص ۱۱۵ موت ص ۱۱۵ پانی ص ۱۱۹ خاک ص ۱۲۰ بیعت ص ۱۲۱
جلے امن ص ۱۲۲ نور و نار ص ۱۲۳ آدم ص ۱۲۴ یعقوب ص ۱۲۵ صالح ص ۱۲۶ یوسف ص ۱۲۷ داؤد ص ۱۲۸
سلمان ص ۱۲۹ موسیٰ ص ۱۳۱

قرآن کے الفاظ :- بسم اللہ ص ۱۳۲ غضب اللہ علیہم ص ۱۳۲ شرابا کھور ص ۱۳۳ ادلی الہاب ص ۱۳۳
بانشاء اللہ ص ۱۳۳ خطا بیض ص ۱۳۳ قرص حسن ص ۱۳۳ الفنا الفسک ص ۱۳۳ ولا طیب ولا یا پس ص ۱۳۳
لین ص ۱۳۳ صفا ص ۱۳۳ یلین ص ۱۳۳ کن فیکون ص ۱۳۵ ذریعہ نظم ص ۱۳۵ لا اشلکم ص ۱۳۵ مودعہ ص ۱۳۵
نور السموات والارض ص ۱۳۵ قرۃ ص ۱۳۵ حل الی ص ۱۳۵ دائل اذابی ص ۱۳۵ دشمن ص ۱۳۵
قدر ص ۱۳۵ اذا زلزلت الارض ص ۱۳۵ کوثر ص ۱۳۵ صادقین ص ۱۳۵ توکل علی اللہ ص ۱۳۵ رعد ص ۱۳۵
لن ترانی ص ۱۳۵ یا اللہ ص ۱۳۵ سبحان اللہ ص ۱۳۵ وحی ص ۱۳۵ قل کفی ص ۱۳۹ فی النار ص ۱۳۹
سبحان ربنا ص ۱۳۹ حی قدر ص ۱۳۹ فیکفیکم اللہ ص ۱۳۹
قرآن کے سورے :- سورہ حمد ص ۱۴۱ سورہ فتح ص ۱۴۱ سورہ کوثر ص ۱۴۲ سورہ شمس ص ۱۴۲
سورہ العادیات ص ۱۴۳ سورہ نصر ص ۱۴۴

باب سوم: کلام انیس میں احادیث رسول اور اقوال معصومین ۱۳۶ — ۲۱۳

احادیث :- حدیث نور ص ۱۵۳ حدیث ثقلین ص ۱۵۴ حدیث قرطاس ص ۱۵۹ حدیث کسا ص ۱۶۱
حدیث مودت ص ۱۶۱ حدیث وصایت ص ۱۶۶ حدیث بدینہ العلم ص ۱۶۹ حدیث نبوت ص ۱۷۱ حدیث کمال نبوت ص ۱۷۱

ح

حدیث مشکلمی ص ۱۶ - حدیث فضیلت ص ۱۶ - حدیث غیر مش ۱ - حدیث لکان البحر ص ۱۸۷ - حدیث غدیر ص ۱۸۷ - حدیث یحییٰ ص ۱۸۷
 حدیث ایمان ص ۱۸ - حدیث سفینہ ص ۱۸ - حدیث البؤہ ص ۱۸ - حدیث شفاعت ص ۱۹ - حدیث امامت ص ۱۹
 حدیث حسین بن علی ص ۱۹ - حدیث بیات ص ۱۹ - حدیث حجت ص ۱۹ - حدیث دعا ص ۱۹ - حدیث رالہ ص ۱۹
 حدیث فقر و فاقہ ص ۲ - حدیث عن ص ۲ - حدیث عن ص ۲
اقوال :- اقوال حضرت علی ص ۲۰ تا ۲۰۴ اقوال امام حسین ص ۲۰۵ تا ۲۰۶ اقوال امام محمد باقر و امام جعفر
 نقی امام جعفر صادق ص ۲ - قول امام ہدی ص ۲۱۳ -

باب چہارم کلام انیس میں فقہی مسائل ۲۱۵ - ۲۵۸

اصطلاحات : واجب ص ۲۲ - حرام ص ۲۲ - مستحب ص ۲۲ - مکروہ ص ۲۲ - بباح ص ۲۲
 حاکم شرع ص ۲۲ - آب قلیل ص ۲۲ - آب کرم ص ۲۲ - آب مضاف ص ۲۲ - آب مطلق ص ۲۲
 فرض ص ۲۲ - استطاعت ص ۲۲ - قصد قربت ص ۲۲ - قضاء ص ۲۲ - فرائض ص ۲۲ - سنت ص ۲۲ - کفارہ ص ۲۲
موضوعات : عبادت ص ۲۲ - وضو ص ۲۲ - تیمم ص ۲۲ - نماز ص ۲۲ - قیلہ ص ۲۲ -
 قیام و قنود ص ۲۲ - رکوع ص ۲۲ - سجدہ ص ۲۲ - قنوت ص ۲۲ - تشہد ص ۲۲ - نماز عصر ص ۲۲ -
 سجدہ شکر ص ۲۲ - مصافحہ ص ۲۲ - خضوع و خشوع ص ۲۲ - نماز شب ص ۲۲ - روزہ ص ۲۲
 نیت ص ۲۲ - افطار ص ۲۲ - کفارہ ص ۲۲ - حج ص ۲۲ - احرام ص ۲۲ - عمرہ ص ۲۲ - طواف ص ۲۲
 زکوٰۃ ص ۲۲ - احکام میت ص ۲۲ - غسل و کفن ص ۲۲ - پردہ ص ۲۲ -

باب پنجم کلام انیس میں تاریخ اسلام کی شخصیات، واقعات و محاربات ۲۵۹ - ۳۵۸

(انبیاء و کرام :- آدم ص ۲۵۹ - نوح ص ۲۶۶ - ابراہیم ص ۲۶۶ - خضر ص ۲۶۶ - یعقوب ص ۲۶۶
 یوسف ص ۲۶۶ - موسیٰ ص ۲۶۶ - الیاس ص ۲۶۶ - ایلیہ ص ۲۶۶ - داود ص ۲۶۶ - سلیمان ص ۲۶۶

ط

یونس ص ۲۶۶ - عیسیٰ ص ۲۶۶ -

پنجتن پاک :- (۱) محمد مصطفیٰ - فضائل ص ۲۶۶ - بحرہ شوق القرآن ص ۲۶۶
 (۲) حضرت علی - ولادت ص ۲۶۶ - آغوش رسول میں قرآن کی تلاوت ص ۲۶۶
 معجزات و کرامات ص ۲۶۶ - سیرت و کردار ص ۲۶۶ - صبح ضربت ص ۲۶۶ - وصیت ص ۲۶۶ - شہادت ص ۲۶۶
 (۳) فاطمہ زہرا - القاب ص ۲۶۶ - منزل اعظم کا بیٹی کی تعظیم کرنا ص ۲۶۶ - شہادت ص ۲۶۶
 (۴) امام حسن ص ۲۶۶ - نصب امامت ص ۲۶۶ - اخلاق ص ۲۶۶ - شہادت ص ۲۶۶

(۵) امام حسین - تاریخ ولادت ص ۲۶۶ - کمال طہارت ص ۲۶۶ - شہادت ص ۲۶۶
 امام حسن و امام حسین (حسین) کے مشترک فضائل : جنت سے لباس آنا ص ۲۶۶ -
 رسول کا ناقہ بننا ص ۲۶۶ - خوش فہمی کا مقابلہ ص ۲۶۶ -

واقعات و محاربات : شب ہجرت ص ۳۱۱ - جنگ بدر ص ۳۱۱ - جنگ احد ص ۳۱۱ - جنگ بدر المص ۳۱۱
 جنگ خندق ص ۳۱۱ - جنگ خیبر ص ۳۱۱ - فتح مکہ ص ۳۱۱ - جنگ خنین ص ۳۱۱ - جنگ بل ص ۳۱۱ - جنگ صفین ص ۳۱۱
 ناصران اسلام اور اصحاب رسول : ابوطالب ص ۳۱۱ - عقیل ص ۳۱۱ - جعفر طیار ص ۳۱۱
 حمزہ ص ۳۱۱ - مالک اشتر ص ۳۱۱ - قنبر ص ۳۱۱ - بلال ص ۳۱۱ - سلمان ص ۳۱۱
 ابوذر ص ۳۱۱ - مقداد ص ۳۱۱ - عمار ص ۳۱۱ -

مقدس خواتین : خواتین ص ۳۲۶ - سارا ص ۳۲۶ - آسیہ ص ۳۲۶ - مریم ص ۳۲۶ - خدیجہ ص ۳۲۶
 فاطمہ ص ۳۲۶ - ام البنین ص ۳۲۶ - زینب ص ۳۲۶ - ام کلثوم ص ۳۲۶ - فہرہ ص ۳۲۶ - فاطمہ کبریٰ ص ۳۲۶
 فاطمہ صغریٰ ص ۳۲۶ - سکینہ بنت الحسین ص ۳۲۶ -

اعوان و انصار امام حسین : حراب بن زید ریاحی ص ۳۲۶ - سعد بن عبد اللہ ص ۳۲۶ - زبیر بن عوف ص ۳۲۶
 ابو ثامہ صیداوی ص ۳۲۶ - عابس بن شیبہ شاکری ص ۳۲۶ - بلال ابن نافع ص ۳۲۶
 حبیب ابن مظاہر ص ۳۲۶ - عامر ابن سلامہ دالانی ص ۳۲۶ - اسد بن علی ص ۳۲۶ - قاسم ص ۳۲۶

۱۷

یزید کا بے ادبی کرنا ص ۴۱۹ - دربار یزید میں امام زین العابدین کا خطبہ ص ۴۲۰ - زندان شام
اور اہل حرم ص ۴۲۱ - زندان شام میں سکینہ بنت الحسین کی شہادت ص ۴۲۲ - ہندو زویر
یزید کا خواب ص ۴۲۳ - اہل حرم کی رہائی ص ۴۲۶ - ظالم کے دربار میں مظلوم کا ماتم ص ۴۲۷
کربلا ہو کر اہل حرم کی مدینہ واپسی ص ۴۲۸ -

حرف آخر ۴۳۳ ————— ۴۳۳

تہنات ۴۳۳ ————— ۴۵۱

۱۸

عباس ص ۳۴۶ - علی اکبر ص ۳۴۶ - علی اصغر ص ۳۴۶ - عون ص ۳۴۶ - محمد ص ۳۴۶ - مسلم ص ۳۴۶
دشمنان خدا و رسول : ابلیس ص ۳۵۰ - شاداد ص ۳۵۱ - نمرود ص ۳۵۲ - فرعون ص ۳۵۲ - قارون ص ۳۵۲
الولہ ص ۳۵۲ - عمر ابن عبدود ص ۳۵۲ - مہج ص ۳۵۵ - عترة ص ۳۵۵ - یزید ص ۳۵۶ - پسند ص ۳۵۶
شمر ذی الجوشن ص ۳۵۶ - حصین بن نمیر ص ۳۵۶ - حرملہ بن کابل ص ۳۵۶ - سنان ص ۳۵۶

باب ششم واقعات کربلا کا تاریخی منظر نامہ ۳۵۹ ————— ۴۳۳

واقعہ کربلا کی پیشین گوئی ص ۳۶۸ - مدینہ سے روانگی ص ۳۶۹ - امام حسینؑ کا مکہ پہنچ کر حج کو عمرہ سے بدلنا ص ۳۷۰
امام حسینؑ کی مکہ سے روانگی کے بعد کے واقعات ص ۳۷۰ - حر کے لشکر کے ملاقات ص ۳۷۰ - جناب مسلم کی
خبر شہادت ص ۳۷۰ - شہادت فرزند ان مسلم بن عقیل ص ۳۷۰ - امام حسینؑ کا وارڈ کربلا ہونا ص ۳۷۰
فرات کے کنارے خیمہ چینی کا نصب ہونا ص ۳۷۰ - ساتویں سے ہندش آب ص ۳۷۰ - لشکر یزید کی تعداد ص ۳۷۱
امام حسینؑ کے لشکر کی تعداد ص ۳۷۱ - شب عاشور ص ۳۷۱ - صبح عاشور اور اذان علی اکبر ص ۳۷۱ - آواز جنگ ص ۳۷۱
شہادت حر ابن یزید ریاحی ص ۳۷۱ - شہادت حبیب ابن مظاہر ص ۳۷۱ - ہنگام ظہر ص ۳۷۱ - شہادت عون و دیگر ص ۳۷۱
شہادت حضرت قاسم ص ۳۷۱ - شہادت حضرت عباس ص ۳۷۱ - شہادت حضرت علی اکبر ص ۳۷۱ - شہادت حضرت
علی اصغر ص ۳۷۱ - امام حسینؑ کا اہل حرم سے رخصت ہونا ص ۳۷۱ - امام حسینؑ کا انداز جہاد ص ۳۷۱ - امام حسینؑ
کا گھوڑے سے زمین پر گرنا ص ۳۷۱ - حضرت عبداللہ ابن حسن کی شہادت ص ۳۷۱ - ہنگام عصر حضرت
امام حسینؑ کی شہادت ص ۳۷۱ - بعد شہادت سر حسینؑ کوک نیزہ پر ص ۳۷۱ - امام حسینؑ کی لاش کی
پامالی اور ظلم کی انتہا ص ۳۷۱ - امام حسینؑ کی شہادت کے وقت کائنات میں تلاطم اور گرد و غبار ص ۳۷۱
قرانی حسینؑ کی یادگار اور وعدہ پروردگار ص ۳۷۱ - تاریخی خیمہ ص ۳۷۱ -
شام غریباں ص ۳۷۱ - اسیری اہل حرم ص ۳۷۱ - بازار کوفہ میں ہجوم عام اور اہل حرم
کا داخلہ دربار میں ص ۳۷۱ - سر حسینؑ اور تلاوت قرآن پاک ص ۳۷۱ - دربار یزید میں
اہل حرم کا داخلہ ص ۳۷۱ - دربار یزید میں جناب زینب کا خطاب یزید سے ص ۳۷۱ - سر حسینؑ سے

حرفِ آغاز

میر انیس کے کلام میں مذہب کے بنیادی عناصر قرآنی آیات، احادیث رسول، اقوال معصومین، تاریخی شخصیات، واقعات، محاربات اور واقعات کربلا کے تاریخی مآخذ کی تلاش اس مقالے کا محرک ہے۔ کلام انیس میں ادبی عناصر کا جائزہ فرد لیا جاتا رہا ہے لیکن اردو ادب کے اس عظیم شاعر پر اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں اس رُخ کا فقدان تھا کہ کلام انیس میں مذہبی عناصر کی جڑیں اور ادبی شعور کتنا پختہ ہے۔ لہذا اس پر مزید تبصرے کی ضرورت کا احساس باقی تھا۔ دوسری طرف یہ تصور کہ انیس کے یہاں مذہبی ادب بالخصوص واقعہ کربلا کا تذکرہ لہذا ان کی حیثیت ایک مخصوص طبقے کے شاعر سے زیادہ نہیں۔ لیکن اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو اردو ادب میں انیس ہی وہ واحد شاعر ہے جس نے مذہب کو ادب سے اور ادب کو مذہب سے اتنا قریب کر دیا کہ فنکاری حقیقت نگاری کی ترجمان بن گئی۔

جب کسی عظیم شاعر کا شعری سرمایہ مذہبی ہوتا ہے تو اس پر تبصرہ نگاری کی نظر کا اذرا و تفریط کی زد میں آ جانا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ اسی لیے جب کسی کی نظر کلام انیس کے ادبی پہلو پر پڑتی ہے تو اسے مذہب سے جوڑ معلوم ہونے لگتا ہے۔ اس کا وقتی تاثر یہ ہوتا ہے کہ اگر انیس نے اپنا میدان بدل دیا ہوتا تو زیادہ کامیاب ہوتے اور دوسری طرف جب کسی کی نظر انیس کے کلام میں مذہبی پہلو پر پڑتی ہے تو وہ انیس کو عالمی شعراء کی صف میں لانے سے اس لیے گریز کرتا ہے کہ اسلامی مواد عالمی مذاق

مزاج سے ہٹ کر کچھ غریب ضرور کہیں مگر جب عزل گوئی کا مزاج ایک بارگی منقلب ہو گیا تو انیس نے اس راستہ کو چھوڑ کر اپنی زندگی کے آخری لمحات تک کے لئے اس راستہ کا انتخاب کیا جس پر چل کر ایک طرف ان کے شعری ذوق کی تسکین ہوئی تو دوسری طرف ان کو اپنی عاقبت بخیر ہونے کا یقین ہو گیا۔ چونکہ اسلامی افکار کی اساس قرآن کریم، احادیث رسول اور فقہ کے سرچشمے ہیں لہذا میر انیس کی فکر انھیں سرچشموں سے سیراب ہو کر ان کے کلام میں پوری شادابی کے ساتھ نمایاں ہوئی ہے۔

راقم الحروف نے اس مقالے میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ میر انیس کا کلام افراط و تفریط کے نقائص سے پاک ہے اور وہ تمام الزامات جو انیس کی غیر معمولی شخصیت اور فنکارانہ صلاحیت کو مجروح کرتے ہیں وہ سب بے بنیاد ہیں۔ اس مقالے کو حرف آخر تو نہیں کہا جاسکتا اس لئے کہ موجودہ حرف آخر آئندہ تحقیق کی تہدید بن جاتا ہے اور یہ کارواں عہد یہ عہد ارتقا کی منزلیں طے کرتا رہتا ہے تحقیق عقل کی ایک ایسی مشق اور لطیف غذا ہے جس سے عقل میں سدھار اور نکھار پیدا ہوتا ہے اور معلومات و انکشافات کی نئی راہیں کھلتی ہیں۔ وجود عقل خود دلیل ہے کہ حقائق پر پردے ڈالے گئے ہیں جنہیں عقل کی مدد سے ہٹانا مقصود ہے۔ اگر عقل ہوتی اور اس کے سامنے مسائل نہ ہوتے تو فکر کی رفتار میں یک نخت جو ہوتا اور علم کا دریا کبھی رواں دواں نہ ہو پاتا نہ اس کی گہرائیوں میں چھپے ہوئے حقائق کے موتی ساحل کے کنارے لگتے۔ اور نہ معلومات کی لہروں سے شعور کی تجلیاں بھڑکتیں عقل پر بہت بڑا کرم ان پردوں کا ہے جو حقائق پر ڈال دیئے گئے ہیں تاکہ عقل ان پردوں کو اٹھا کر اپنی بقا کا سامان بھی کرتی رہے اور حقائق بھی ظاہر ہوتے رہیں لیکن جتنا لطف کسی حقیقت تک پہنچنے میں ہے اسی طرح تحقیق وجود جو میں سرگرداں رہنے میں ہے۔ شاعر کا کلام تو زمان و مکان میں تاریخی اعتبار سے

سے الگ ایک مخصوص طبقے کی دلچسپی کا سرمایہ ہے۔ لیکن عالمی ادب پاروں کو سامنے رکھنے کے بعد ادب اور مذہب باہم بے ربط ہیں اور ان کے اتحاد سے کوئی ادب پارہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس نظریہ میں ترسیم اس لئے کرنی پڑتی ہے کہ ملٹن کی نظم - PARADISE LOST، تلسی داس کی رامائن، فردوسی کا شاہنامہ اور مولانا روم کی مثنوی وغیرہ میں مذہبی استعارات کی آمیزش نے ان کی شاعرانہ عظمت کو قد آور شعراء کی صف سے نہیں نکلنے دیا۔

یونان کی عظیم شعری اور ادبی روایت میں استعاروں کا اہتمام ضرور ملتا ہے۔ لیکن یہ دراصل مذہبی نظام ہی کا قائم مقام ہے۔ روم کی عیدائی فکر میں بھی بائبل کی شخصیات و واقعات کی آمیزش سے ادبی جمال اور تنوع کا کام لیا گیا ہے۔ عہد وسطی کا پورا ادب بھی مذہبی محور کے گرد گردش کر رہا ہے اسی لئے بلا کسی جانبداری کے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اگر یونان و روم سے لے کر یورپ تک کے ادبی شاہکاروں میں مذہبی فکر کے غلبہ نے ان کو محدود نہیں بنایا تو انیس کے موضوع سخن کو مذہبی قرار دے کر انیس کی شخصیت کو بھی محدود نہیں کیا جاسکتا۔

عالمی ادب کے تمام عظیم شعراء کے علی الرغم انیس کی ایک امتیازی فضیلت جو پوری کائنات ادب پر بھاری ہے اور وہ یہ کہ عظیم شعراء نے استعاروں کی جلالت پر اکتفا کر لی ہے اور ان کی حقیقت کو محسوس کیا ہے۔ ان شعراء کو حقیقت کے ہم پلہ کوئی واقعی شخصیت نہیں مل سکی ورنہ وہ استعاروں پر اکتفا نہ کرتے اور شخصیت کو افسانوی دیو مالائی یا فرضی دنیا سے پیدا کرنے کے بجائے حقیقی تاریخ سے نکال لیتے۔ یہ فقط انیس کی انفرادیت ہے کہ جس نے استعاروں سے شخصیت نہیں بنائی بلکہ تاریخ کی ٹھوس اور حقیقی شخصیتوں سے استعارے تخلیق کئے۔

میر انیس کو مذہب کی اعلیٰ قدریں وراثت میں ملی تھیں لیکن ابتدا میں مذہبی

باب اول

مذہب اور ادب

۶

چھٹے باب میں واقعات کربلا کا تاریخی منظر نامہ پیش کیا گیا ہے جس میں واقعات کربلا کا ترتیب وار جائزہ یعنی مدینہ سے مدینہ تک کے واقعات کو کلام انیس کی روشنی میں تلاش کیا گیا ہے اور معتبر تواتر و مستند مقاتل سے اس کے شواہد فراہم کئے گئے ہیں۔

آج یہ مقالہ تکمیل کی سرحدوں سے گذر کر شکریہ کی منزل میں ہے۔ میرے محبین کی تربیت و کرم فرمائی اور مخلصین کا بے پایاں غلام بے پناہ محبتیں اور ان کے ناقابل فراہوش تعاون نے میری زبان سے شکریے کے الفاظ چھین لئے ہیں۔

زیر نظر مقالہ کی تکمیل و تدوین راقم الحروف کے لئے سنگلاخ وادی سے گزرنے کے مترادف تھی۔ آج یہ مقالہ آپ کی نگاہوں سے مشرف ہے۔ یہ تحقیق و تدقیق سے دلچسپی رکھنے والے ہر محترم قاری کے ذہن کو ان تمام صیر آزاد شہولیوں سے قریب تر کر دے گا جس سے راقم الحروف کو گزرنا پڑا۔

یہ سچ ہے کہ صالح اور سعادت مند تلامذہ دانش گاہ کا مقدر بنتے ہیں۔ اور صاحب علم و فضل اساتذہ انھیں تلامذہ کا سرمایہ افتخار کہلاتے ہیں۔ میں اپنی خوش نصیبی پر جتنا ناز کروں کم ہے کہ مجھے انھیں سرمایہ افتخار اساتذہ میں سے ایک مشفق اور طلب نواز استاد کی نگرانی میں مقالہ لکھنے کا شرف حاصل ہوا اور میں اس مقالے کو استاد محترم پروفیسر جعفر رضا صاحب کی بے پناہ شفقتوں، اہم ترین ہدایتوں اور موقع بہ موقع ضروری تادیبوں کا نتیجہ سمجھتا ہوں۔

سید رضوان جیدر

۱۹۹۶ء

ہے جو انسان اور انسانی کردار میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے بشرطیکہ ان کو خلوص کے ساتھ قبول کیا جائے اور بصیرت کے ساتھ سمجھا جائے۔^{۱۸}

فرید وحیدی، ”مذہب ان معقول خیالات کے مجموعہ کا نام ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ تمام افراد انسانی رشتے میں منسلک ہو جائیں اور جسمانی فائدوں سے اس طرح بہرہ یاب ہوں جس طرح قوت عقلیہ سے ہدایت حاصل کرتے ہوں۔“

ادنیسکی (OSPANSKI) نے گرجیف کے حوالے سے لکھا ہے۔

”مذہب ایک انسانی تصور ہے جس قسم کی انسان کی اپنی سطح ہوگی اسی قسم کا اس کا مذہب ہوگا۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی کا مذہب دوسرے آدمی کے لیے قطعاً موزوں نہ ہو۔“

مشہور عالم نفسیات پروفیسر جیمز لیویا (PROF. JAMES H. LEVABA)

نے اپنی تصنیف میں مذہب کی مختلف تعریفات نقل کی ہیں جو مذہب کے کسی نہ کسی ضروری جز پر حاوی ہیں۔ ان تعریفات میں چند تعریضیں نقل کی جاتی ہیں:-

”۱۔ مذہب نام ہے اس احساس کا جو کسی مقدس بالاتر اور ان دیکھی ذات کا وجود انسان کے قلب و دماغ میں پیدا کرتا ہے۔“

۲۔ مذہب نام ہے ایک ازلی اور ابدی حقیقت پر ایمان لانے کا جس کی حیثیت اور ارادہ انسانی منشا اور ارادے سے بالاتر ہے اور جس کا تعلق انسانی زندگی

۱۸ بحوالہ سید حامد حسین قادری: امام غزالی کا فلسفہ مذہب و اخلاق ص ۱۸۱

۱۹ بحوالہ غلام رسول: مذہب عالم کا تقابلی مطالعہ ص ۲۴

۲۰ ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً
۲۱ ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً
۲۲ ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً

میر انیسویچ کے مذہبی و ادبی شعور کے مطالعہ سے قبل مناسب ہوگا کہ ادب اور مذہب کے باہمی تفاعل پر گفتگو کر لی جائے۔ اس کے وجود کا مقصد مختلف تعمیروں اور اسی وجودی مقصد کا نام انسان کے اختیار کی رعایت سے بدل کر مذہب ہو جاتا ہے مذہب میں اختلاف کے باوجود جنگل سے لے کر تمدن کی ہر ارتقائی منزل میں مذہب انسانی زندگی سے نہ الگ ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ اسی لئے کہ جنگل کے انسان کا بھی ایک طریقہ زندگی ہوتا ہے اور تمدن انسان کا بھی۔ چونکہ مذہب کچھ غیبی عقائد سے اتنا مربوط ہو گیا ہے کہ اگر طریقہ زندگی سے عقائد کا جزوا لگ کر دیا جائے تو اسے عام اصطلاح میں لامذہبیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن لامذہبیت بھی طریقہ زندگی ہونے کی وجہ سے ہر حال ایک طرح کا مذہب ہے۔ یہاں مناسب ہوگا کہ مذہب کی تعریف میں عالمی ادب میں پائے جانے والے اقوال کا جائزہ لیا جائے، مفکرین نے مختلف الفاظ میں مذہب کی تعریف یوں بیان کی ہے۔ مذہب کی تعریف ٹیلر (TAYLOR) - ”مذہب روحانی موجودات پر ایمان لانے کا نام ہے۔“

کانٹ (KANT) - ”ہر فریقہ کو خدائی حکم سمجھنا یہ مذہب ہے۔“

شوپن ہاؤر (SCHOPEN HOUER) مذہب موت کے تصورات سے وابستہ ہے۔

برونائٹ ہیڈ (BRONIGHT HEAD) - ”مذہب اعتقاد کی اس قوت کا نام

۱۹ بحوالہ سید حامد حسین قادری: امام غزالی کا فلسفہ مذہب و اخلاق ص ۱۸۱

۲۰ بحوالہ غلام رسول: مذہب عالم کا تقابلی مطالعہ ص ۲۴

کے ساتھ بہت گہرا ہے۔

۳۔ مذہب ایک روحانی اور نفسی خاصہ ہے جس کی بنیاد یہ عقیدہ ہے کہ انسان اور کائنات میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

۴۔ مذہب نام ہے ان مافوق الانسان قوتوں کی رضا جوئی کا جو انسانی زندگی پر حکمراں ہیں۔

۵۔ مذہب نام ہے اس جستجو کا جو انسانی زندگی کے حقیقی مقاصد کے ادراک کے لئے کی جاتی ہے

مذکورہ بالا تعریفوں پر گہری نظر ڈالی جائے تو بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ کوئی مذہب کے جامع تصور پر حاوی نہیں ہے بلکہ مذہب کے کسی ایک پہلو کو ظاہر کرتی ہے۔ اگر ان تمام پہلوؤں کو جمع کر لیا جائے اور آخرت میں فلاح و نجات کے پہلو کو خدائی نظام کے ساتھ شامل کر لیا جائے تو ایک جامع تعریف سامنے آتی ہے جو قرآنی تعریف کے ہم معنی ہو جاتی ہے یعنی مذہب — جسم، روح، عقل، نفس دنیا و آخرت کی مجموعی سلامتی اور سعادت کے لئے مرتب ہونے والے طریقہ زندگی پر اپنے فکر و عمل کے بروئے کار لانے کا نام ہے۔ لے

اس تعریف کی اساس پر فلسفہ مذہب کی جو عمارت بلند ہوتی ہے وہ عقائد و فرائض کے ایک مبسوط نظام کی شکل میں نمودار ہوتی ہے اور اخلاق انسانی کے ہر پہلو پر حاوی ہو جاتی ہے اور شعور کو بہترین آگہی، نفس کو ہمہ گیر معرفت اور جسم کو تمام تر طہارت سے مستحکم کرتی ہوئی انسان کو آخرت کی ابدی حیات کی اہلیت سے آراستہ کر دیتی ہے۔ چونکہ ان تمام پہلوؤں کا حصول خدا کی معرفت اور اس کے حکم

پر اپنی سپردگی یا تسلیم ہی سے ممکن ہے لہذا مجموعی طور پر مذہب کو قرآن نے اسلام کے نام سے موسوم کیا ہے اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ مذہب تو خدا کے نزدیک بس اسلام ہی ہے (اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ) اور اس کے دو بنیادی ستون قائم کئے ہیں۔ ایک تسلیم — یعنی خدا کے تئیں اپنے کو اس طرح سپرد کر دینا جیسے کائنات کی ہر شے خدا کو تسلیم کئے ہوئے ہے۔ اور دوسرا احسان — یعنی مخلوقات اور بندوں کے ساتھ بہترین سلوک۔ انھیں دونوں امور کو خدا نے قرآن میں یوں بیان فرمایا ہے: ”بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ اَجْرٌ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ“ (ہاں جس نے اپنے آپ کو اللہ کا فرمانبردار بنایا وہ احسان کرنے والا ہے تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور ان کو کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔)

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں مذہب کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ مذہب خدا پر ایمان کی روشنی میں ایک جامع تحریک اور ایک ذہنی احساس ذمہ داری کا نام ہے جس کا مقصد خیالات اور عقائد کی اصلاح، اعلیٰ قدروں کی تائید و معاشرے کے مابین اچھے تعلقات کا قیام، اور ہر قسم کے ناجائز امتیاز کا خاتمہ ہے۔

مذہب ایک فطری حقیقت مذہب کے فطری ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ہر قوم اور ہر نسل میں بھوک پیاس کی فطری حس کی طرح مذہب بھی ایک مشترک امر ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر مذہب فطری چیز نہ ہوتا تو تمام دنیا کا کسی موہوم اور باطل چیز پر جمع ہو جانا عقل کے نزدیک متفقہ ہوتا۔ یہ اور بات ہے کہ جس طبقہ میں

۱۔ قرآن۔ سورہ آل عمران آیت ۱۹

۲۔ قرآن۔ سورہ بقرہ آیت ۱۲

۱۔ قرآن سورہ آل عمران آیت ۱۹

زندگی کے لئے ہے۔ اس سے زیادہ عام سوسائٹی کہے، مذہب کے شاخ و برگ ہزاروں مرتبہ کاٹے گئے ہیں لیکن جڑ ہمیشہ قائم رہی۔ جو کبھی زائل نہیں ہو سکتی۔ مذہب کا چشمہ روز بروز وسیع ہوتا جاتا ہے اور فلسفیانہ فکر اور زندگی کے دردناک تجربے اس کو اور گہرا کرتے جاتے ہیں۔ انسانیت کی زندگی مذہب ہی سے قائم ہوئی ہے۔ اور اسی سے قوت پائے گی۔

مذہب کا وجود تاریخ کے ماقبل سے ملتا ہے اور یہ انسانی برادری کی خاص توجہ کا مرکز رہا ہے۔ انسانی حالات کے تحت ان میں تبدیلی و تغیر ہوتا رہا، مذاہب بننے رہے اور معبودوں کی کثرت ہوتی چلی گئی۔ ان میں بعض خیالی مجسموں کے طور پر پیش کئے گئے، بعض کو جانوروں کی شکل دی گئی۔ اور بعض کو انسانی ہیولا عطا کیا گیا۔ اس طرح رفتہ رفتہ یہ تصور طبیعیات و روحانیت اور پھر مشاہدات کی منزلوں کو طے کرتا ہوا حقیقی مذہب کی سنجیدہ فکر میں بدل گیا۔

مذہب جس طرح ایک فطری اور ابدی حس کی طرح ہر دور میں رہا اسی طرح یہ مذہب جس عقائد اور مشاہدات کے درمیان الجھن بھی رہی۔ چونکہ عقاید کا تعلق متعین اشیاء سے تھا اس لئے وہ مشاہدات یعنی قابل دید اشیاء کے مقابلہ میں زیادہ دشوار تھے۔ عالم شہود کا مان لینا سہل اور عالم عقول کا یقین مشکل تر ہے۔ آفتاب ہمیشہ مشاہدے میں تھا لہذا ایک درشتان موجود کی طرح مانا گیا۔ لیکن اس کے مرکبات عناصر اور ساخت کی تشریح فقط مشاہدے سے نہیں طے ہو سکی لہذا مفروضہ وضع ہوتے رہے یہاں تک کہ کوئی بات طے ہوئی پھر بھی کچھ حقیقتیں اندر چھپے

لے شبلی نعمانی: الکلام - ۲۴-۲۳

مذہب سے گریز پایا جاتا ہے وہاں بھی مذہب کا وجود سماجی کلچر یا اخلاقی معتقدات کی شکل میں موجود ہوتا ہے۔ مذہب کی اسی فطری ہمہ گیری کی نشاندہی بعض اہم مفکرین کے اقوال سے ظاہر ہوتی ہے۔

پلوٹارک (PLUTARCH) کہتا ہے کہ "کسی انسان نے کوئی ایسی بستی نہیں دیکھی جس میں مذہب نہ ہو۔"

والٹیر (VOLTAIR) فرانس کا مشہور مفکر کہتا ہے:

"درشترت (ZOROASTER) منو (MANO) سولن (SOLAN) اور

سقراط سب کے سب ایک ہی کی پرستش کرتے تھے اور یہی فطرت ہے۔"

"مذہب ابدی چیز ہے۔ مذہب جس حاسہ کا نتیجہ ہے وہ کسی زمانے میں کبھی معدوم نہیں ہو سکتا۔"

پروفیسر سیٹر (SABATER) لکھتا ہے:

"میں کیوں پابند مذہب ہوں؟ اس لئے کہ اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا۔ کیوں کہ پابند مذہب ہونا میری ذاتیات میں ہیں۔ لوگ کہیں گے کہ یہ وراثت یا تربیت یا مزاج کا اثر ہے۔ میں نے خود اپنی رائے پر اعتراض کیا ہے لیکن میں نے دیکھا ہے کہ سوال پھر پیدا ہوتا ہے اور وہ حل نہیں ہوتا۔ مذہب کی ضرورت جس قدر مجھ کو اپنی ذاتی

لے PLUTARCH: ص ۲۱۱ HUMANITY AND DEITY

لے مارٹن لوتھر (MARTIN LUTHER) کتاب الفلسفہ (ترجمہ عربی) مطبوعہ بیروت بحوالہ

امام غزالی کا فلسفہ مذہب و اخلاق۔ سید حامد حسین قادری ص ۳

لے شبلی نعمانی: الکلام ص ۲۳

ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

فرسودہ اور دہلوائی قصے نیز وحشی قبائل کے عقائد سے لے کر دور حاضر کے علوم و تجربات اور نظم تخلیق اور قانون فطرت کی دریافت دراصل اسی فطری تقاضہ کی بدلتی ہوئی ارتقائی شکلیں ہیں جو اپنے درمیانی مرحلہ میں ہیں اور ان کی پوزیشن عقائد کے تزکیہ اور حقیقی مذہب کی دریافت میں اب بھی جاری ہے۔ افکار کے ذخائر سے نظریات کا پرآمد ہونا اور نظریات کی روشنی میں اقدار کی پرکھ اور نئے نئے ادوار کا وجود میں آنا دراصل اسی فطرت کی فعالیت کا مظہر ہے۔

یہاں یہ بات بے جا نہ ہوگی کہ اکثر اہل دانش اور سائنسدان طبقہ کے حوالہ سے مذہب کو توہمات اور مفروضات کا پلندہ کہا گیا ہے۔ لیکن یہ اعتراض دراصل موجودہ مذاہب کی صورت حال پر ہے نہ کہ مذہب کی فطری ایدیت پر۔ اس اعتراض سے خود یہ بات جھلکتی ہے کہ معترض کو موجودہ مذاہب میں وہ جنس نہیں نظر آتی، جو اس کے فطری تقاضہ کو بحال کر سکے یا اس کے مبلغ علم و آگہی مطمئن کر سکے نہ یہ کہ اسے مذہب کی ضرورت ہی نہیں۔ اعتراض کا مفہوم انکار کے مفہوم سے الگ ہوتا ہے۔ اعتراض ترمیم چاہتا ہے۔ انکار تردید، چوں کہ مذہب میں ایک اجتماعی اخلاق کی بحث آتی ہے جب یہ بحث "خدا" اور "حیات بعد موت" کے ایسے موضوعات سے الجھتی ہے۔ جو عقل انسانی کی رسائی سے اتنے قریب نہیں ہوتے جتنا کہ سائنس کے موضوعات یا وہ موضوعات جنہیں ہم INTELLECTUAL CATEGORIES میں رکھتے ہیں، لہذا اختلاف رائے کی نوعیت بسا اوقات اعتراض کی شکل اختیار کر لیتی ہے لیکن مباحث کی یہ گہمی خود اس آگ پر دلیل فراہم کرتی ہے جو آگ مذہب کی فطری اور ابدی حس سے انسانی شعور میں روشنی ہوتی ہے۔ خود سائنس کا ترقیدی مواد اور فلسفی سائنس دانوں میں اکثر اقوال مذہب کی ابدی حس پر روشنی ڈالتے ہیں۔

میں رہیں۔

چوں کہ مذہب شعور کی ایک فطری حقیقت ہے اس لئے اس کا مقصد بھی انسانی فطرت کے تقاضوں کو اسی طرح پورا کرتا ہے جس طرح وہ اپنے مادی تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مادی تقاضے مخلوقات و موجودات، خاندان معاشرہ، حکومت اور بین الاقوامی امور کے گرد گھومتے ہیں اور مذہبی تقاضے ان سب کو خلق کرنے والی ذات کی تصدیق و تحقیق اور معرفت کے گرد گھومتے ہیں چوں کہ فکر کی وہ گردش جو مخلوقات پر تمام ہو جاتی ہے وہ پائیدار نہیں ہو سکتی اس لئے کہ مخلوقات متغیر اور قابل تبدیل ہیں لہذا انسان شعوری یا غیر شعوری طور پر ایک پائیدار مرکز کی تلاش یا کرید اپنی فطرت میں محسوس کرتا ہے اور مشاہدات سے نکل کر عقائد میں پناہ لینا ضروری سمجھتا ہے۔

قرآن نے انسان کو اسی فطرت پر قائم رہنے کی ضرورت کو دین سے تعبیر کیا ہے۔ چونکہ ہر دین کی طرف سے یہ ضمانت نہیں لی جاسکتی کہ اس میں انسان کے اس فطری تقاضے کو پورا کرنے کی صلاحیت ہے لہذا لفظ دین کو قرآن نے "دین حنیف" کی عبارت سے متناظر کر دیا ہے۔ تاکہ شعور کی طلب کو غلط دین سے مطمئن ہونے کی عادت نہ پڑ جائے۔ اسی لئے قرآن نے متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ فاقہ و جھلٹ للدين حنيفا فطرة الله التي فطر الناس عليها لا تبدا لخلق الله ذالک دين القيمه ولكن اکثر الناس لا یعلمون (پس اپنا چہرہ دین حنیف کی طرف موڑ دو یہی (دین) وہ فطرت الہیہ ہے جس فطرت پر اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیداکر ہوئی حالت کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ یہی قائم رہنے والا (پائیدار) دین

لے قرآن: سورہ روم۔ آیت ۳۰

سے جوڑ کر دیکھا گیا ہے۔ چونکہ فلسفہ سائنسی انداز تحقیق پر اپنا مواد اکٹھا نہیں کرتا، بلکہ استدلال و منطق پر مشتمل ہوتا ہے اور موجودہ سماجیات کو بڑی حد تک سائنٹفک مطالعہ پر پرکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لہذا موجودہ علمی ذوق کی سیر کی گئی ہے لے مذہب کو سماجیات کا موضوع بنا کر اس کا مطالعہ کیا گیا جس میں یہ بات منکشف ہو گئی کہ عقائد کے متعدد اختلاف کے باوجود انسان کے سماجی عمل میں مذہب کا بہت گہرا رول ہے مذہب انسان کی انفرادی اور سماجی عمل کی ساخت میں اتنی گہرائی تک اثر انداز ہوا ہے کہ سماجی مفکرین بھی مذہب کی فقط جزوی معرفت کا اعتراف کر سکے ہیں۔ مذہب کی کاٹشخیص پر انسان کی عاجزی کی تصویر برٹینکا کے جدید ترین ایڈیشن میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ”مذہب بنیادی طور پر انسانی نجات کا ایک راستہ ہے لیکن اس راستہ کی نوعیت پر باہمی اختلافات اتنے شدید ہیں کہ ان کا آسانی سے تذکرہ ہو سکتا ہے اور نہ ان کی قدریں معین کی جاسکتی ہیں۔ اسی لے مفکرین سماجیات نے اپنے مطالعہ کو صرف ان مذہبی عقائد کی دریافت تک محدود رکھا ہے۔ جو مختلف معاشرے کے گروہ اور افراد میں موجود ہوتے ہیں اور نہ کہ یہ ان عقائد کے درمیان باہمی رد عمل کی نوعیت کیا ہے۔“

سماج پر مذہب کے گہرے اثرات کے بارے میں مفکرین سماجیات کا اتفاق اور مذہبی عقائد کا کثیر اختلاف ظاہر کرتا ہے کہ سماج کا مذہب کی ضرورت سے بہت گہرا رشتہ ہے۔ لیکن اختلاف کا وجود ثابت کرتا ہے کہ ابھی سماج کی عام بصیرت سے مذہب کی حقیقت یا سچے مذہب کی تشخیص اوجھل ہے۔

حقیقی اور صالح مذہب کی دریافت ہی عالم انسانیت کا عظیم ترین مسئلہ

لے انسائیکلو پیڈیا آف برٹینکا - جلد ۲۶ جدید ایڈیشن ۱۹۸۵ء ۵۳۸

پاسکل (PASCOOL) لکھتا ہے۔ ”وہ دیواری تعالیٰ کی جتنی دلیلیں قلب انسانی میں آتی ہیں وہ عقل کی پہونچ میں نہیں آتیں یا عقل کی دوسری ہی وہاں تک نہیں پہونچتے۔“

دل ڈوراں (DR. WILL DURANT) لکھتا ہے۔ ”دین ایک فطری شے ہے جو براہ راست ہماری طبعی ضرورت اور احساسات سے پیدا ہوتی ہے۔“

ڈاکٹر الیکس کیریل (DR. ALEXIS CARREL) کہتا ہے۔ ”عرفانی حس ہماری بنیادی جبلت کی زبردست تحریک ہے۔ خدا انسان کی لازمی ضرورت ہے جس طرح اس کو پانی کی ضرورت ہے۔“

مادہ پرست دہریت ایک مختصر سی اقلیت کی خصوصیت ہے۔ نوع انسانی کی عظیم اکثریت کو پورے طور پر ڈھانپ لینے والی فطرت (مذہبی حس) کے قانون میں اس گروہ کی حیثیت انحراف پسند جیسی ہے اور فقط بطور استثناء ہے اور اس مستثنیٰ گروہ کے اکثر اقوال و اعمال بھی غیبی سہارے کی فطری ضرورت کی غمازی کرتے ہیں۔ اکثر سائنس دانوں نے اپنے مقالات میں اسی قسم کے الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے ان کے علت ادلی کی ہستی پر ایمان کا ثبوت ملتا ہے۔ اس سے ان کے عقیدے کا اظہار ہوتا ہے کہ فطرت، مقصد، عزم، منشا اور لائحہ عمل رکھتی ہے۔ دراصل وہ اکثر لفظ فطرت کو اللہ کے ہی نام کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

مذہب کی سماجی ضرورت موجود علمی تحقیقات کے پس منظر پر مذہب کے فلسفے سے زیادہ سماج

۲۔ مصائب زندگی برداشت کرنے کی قوت

مذہب مایوسی اور ناامیدی کے رد عمل کے مقابلہ میں ایک تفصیل کا کام دیتا ہے۔ ایک دین دار انسان خدا کو تنہائی میں اپنا رفیق اور مصائب میں اپنا مددگار سمجھتا ہے۔ لہذا مصائب نہ اس کے اعصاب کو شکستگی اور نہ اس کے نفسیات کو ناامیدی اور ناامودگی کا شکار بناتے ہیں وہ مذہب کی ہی تقویت سے اپنے سخت لمحات میں دعا کا باب کھول کر اپنے عزم و تحمل کا مزید سہارا پیدا کر لیتا ہے۔

برٹرینڈ رسل (BERTRAND RUSSELL) کہتا ہے کہ "نازی حکومت کے زوال کے بعد جرمنی میں ذہنی اور نظریاتی بغاوت کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا لیکن بلاشبہ اس ملک کے دوبارہ استحکام حاصل کرنے میں مذہب کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔"

ڈاکٹر ویلورن (DR. WILL DURANT) کے مطابق جس شخص کو مذہب پر ایمان نصیب نہ ہو اس کا طرز عمل ایک مخصوص نفسیاتی الجھاؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔

۳۔ نظریاتی خلا کو پُر کرنا:

انسان زیادہ عرصہ تک نظریاتی خلا کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اور اس صورت میں غلط نظریہ اور باطل اقدار کی جانب اس کا رجحان قطعی ہو جاتا ہے۔ لہذا ادھام ٹچی کہتے ہیں کہ خیالات اس کے دماغ میں درآتے ہیں اور اپنے زہریلے عناصر پھوٹ جاتے ہیں۔ انسان کی بت پرستی، آدم پرستی، ادھام سے رغبت، غیر ذی شعور اشیاء کے انسانی مقدر پر اثر انداز

لے گروہ دانشمندان: اسلام دین فطرت - مترجم محمد فضل حق ص ۱۵

لے گروہ دانشمندان: اسلام دین فطرت - مترجم محمد فضل حق ص ۱۵

ہے جس کی غمازی علم و ادب کے تحت الشعور سے ہوتی ہے۔ مذہب ہی بنی نوع انسان کی اہم ترین ضرورت ہے جس کے وجود مندرجہ ذیل ہیں :-

۱۔ مذہب اخلاقی اصولوں کا ضابطہ ہے:

مذہب اخلاقی اصولوں مثلاً عدل، راست بازی، دیانت داری، اخوت مساوات، پاک دانتی، رواداری، ایثار، خدمت خلق اور ایسی ہی دوسری انسانی خوبیوں کے قاعدے مین کرتا ہے۔ جن کے بغیر صرف ہی نہیں کہ ہماری زندگی نظم و ضبط کھو بیٹھتی ہے بلکہ وہ ایک میدان کارزار میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ بلاشبہ مذہب کے بغیر بھی ان اخلاقی خوبیوں کا حصول ممکن ہے تاہم یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک مذہبی عقیدہ کی عدم موجودگی میں یہ خوبیاں محض سفارشات کی شکل اختیار کر لیتی ہیں یا کسی دوست کے مشورے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں جسے قبول یا رد کرنا ہماری اپنی مرضی پر موقوف ہو جاتا ہے۔ مذہب انسان میں ایک غیبی قادر مطلق ہستی پر ایمان پیدا کر کے ایک طرف ان خوبیوں کے حصول کا ذوق پیدا کرتا ہے دوسری طرف ان خوبیوں کو فرض کی طرح پیش کرتا ہے اور ان پر احساس مسئولیت پیدا کر کے فرض شناسی بناتا ہے۔

مشہور فلسفی اور مورخ ول ویلورن (DR. WILL DURANT) اپنی کتاب لائڈ فلسفہ (PLEASURE OF PHILOSOPHY) میں لکھتا ہے کہ "مذہب کی پشت پناہی کے بغیر اخلاق کی حیثیت محض زبانی جمع خرچ ہے کیوں کہ اس صورت میں ذمہ داری کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔"

لے گروہ دانشمندان: اسلام دین فطرت - مترجم محمد فضل حق ص ۱۳

کی پیداوار ہے اور یہ یقین نہ رکھیں کہ اس کا ایک ذی شعور خالق ہے تو یہ خیال پیدا ہوگا کہ یہ کائنات ایسے اسرار و رموز کی حامل نہیں ہو سکتی کہ ان کو دریافت کرنے کی شعوری ذمہ داری کا جواز پیدا ہو۔

۵۔ توحید کو قائم کرنا :

مذہب کی اساس توحید پر ہے۔ توحید پوری کائنات میں ایک ہستی کے قانون تخلیق اور قانون اخلاق کی طرف متوجہ کر کے انسان کو ہر مخلوق سے ممتاز اور انسانی عظمت و شرف پر یقین دلاتی ہے اور کائنات کی ہر شے کی تسخیر کا جذبہ پیدا کرنے کے ساتھ خود کو اللہ کے قانون اطاعت میں سحر کر دینے کا احساس بیدار کراتی ہے۔ یہی مذہبی اساس نسل انسانی میں اتحاد کی ضامن ہوتی ہے اور عالم گیر اخوت کی بنیاد قائم کر کے امن عالم کی راہ ہموار کرتی ہے بشرطیکہ توحید کی مذہبی حقیقت کو سنجیدگی سے سمجھا جائے اور خلوص کے ساتھ اختیار کیا جائے۔

۶۔ حیات بعد الموت کی اطلاع :

مذہب انسان میں جزا و سزا کا احساس پیدا کرتا ہے اور اس عارضی حیات کو اصل حیات کا مقدمہ اور انسانی کردار کی آزمائش کا وقفہ کہہ کر پیش کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک حقیقی مذہبی انسان نیکی کے لئے دنیا میں ناجائز منفعت اور ناروا مادی فائدوں سے گریز کرتا ہے تاکہ یہی ایثار اس کے حق عمل کی دلیل بن جائے اور موت کے بعد کی اصل زندگی میں اسے باوقار مقام عطا ہو جائے۔ مذہب نے حیات بعد الموت کا عقیدہ نہایت تاکید کے ساتھ پیدا کرایا ہے اور یہی وہ مرکزی عقیدہ ہے جس کے بغیر خدا پر ایمان بھی مفروضہ سے آگے نہیں بڑھتا۔ اس عقیدہ کے

ہونے کے اعتقاد کی شہادتیں ہمیں دنیا کے بڑے بڑے روشن خیال اشخاص کے یہاں بھی مل جاتی ہیں۔ ان تمام غلط اعتقادات کا آغاز روحانی خلا ہے۔ یہ مذہب ہی ہے جو صحیح تعلیمات کے ذریعہ نظریاتی خلا کو پُر کر کے انسان کو غیر منطقی اور مہمل اعتقادات سے نجات دلاتا ہے اور فاسد خیالات سے نبرد آزما ہونے میں بڑا اہم رول ادا کرتا ہے۔ البتہ اس میں بھی کلام نہیں کہ اگر مذہب کو صحیح طور پر سمجھا جائے تو یہی خامی غلط اعتقادات کی ترویج میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

۴۔ علم و دانش کی ترقی میں اعانت

مذہبی اعتقاد کی رو سے اس کائنات کا مآخذ اللہ وود علم ہے۔ یہ کائنات ایک عظیم کتاب کی مانند ہے جس کا ہر صفحہ بلکہ ہر سطر اور ہر لفظ ایک کھلی سچائی کا حامل ہے اور عمیق مطالعہ اور غور و فکر کا سزاوار ہے۔

موجودہ دور کے عظیم فلسفی اور سائنس دان البرٹ آئن اسٹائن (EINSTEIN) نے اپنے ایک مشہور خطبہ میں اس امر کی وضاحت کی تھی کہ ”بڑے بڑے مفکرین اور موجدین مذہب میں کیوں ڈبسی رکھتے ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ عظیم مفکرین میں شاید ہی کوئی شخص ملے جو ایک مخصوص مذہبی جس نہ رکھتا ہو۔“

عصر حاضر کا کیمیا وال ایرنٹی (ABERENTI) کہتا ہے کہ اپنی تکمیل کے لئے
سائنس کو چاہئے کہ اللہ پر ایمان کو اپنا مسلمہ اصول سمجھے۔

مذہب کے خلاف اگر ہم یہ تصور کریں کہ یہ کائنات محض بے شعور میکائی عوامل

۱۰ گروہ دانشمندان: اسلام دین فطرت - مترجمہ فضل حق ص ۱۱

180 " " " " " "

۳۔ تیسری ضرورت۔ گم شدہ توحید کو قائم کرنا:

نزول قرآن سے پہلے توحید کا وہ چراغ جو مختلف انبیاء نے اپنے اپنے عہد میں روشن کیا تھا وہ شرک والحاد کی ہواؤں سے بجھ گیا تھا۔ خدا کے نام پر بہت سے خرافات، توہمات اور قیاسات رائج ہو گئے تھے۔ اسلام نے شرک کی جڑ کو توحید کے دھارے کاٹ دیا اور خرافات و قیاسات کے دروازے بند کر دیئے۔ اس طرح گم شدہ توحید کو دوبارہ قائم کیا۔

۴۔ چوتھی ضرورت۔ تکمیل انسانیت:

قوموں میں افراط و تفریط سے انسانیت کے قوی کی نشو و نما متاثر ہو رہی تھی۔ یہودی مذہب انتقامی جذبہ کو زیادہ ابھارتا تھا اور عیسائیت جذبہ رحم کو افراط کی حد تک لے گئی تھی اور انتقام کی فطری افادیت کو بھی حرام قرار دے رہی تھی۔ اسلام نے افراط و تفریط کے مضر اثرات کو اعتدال کی تعلیم سے دور کیا اور اعتدال کو اپنی شریعت کا کلیہ بنا دیا۔

۵۔ پانچویں ضرورت۔ تکمیل شریعت

اسلام سے پہلے شریعتیں باعتبار قوم اور باعتبار عصر اور آگہی تھیں۔ اسلام جملہ شریعتوں کا نچوڑ آخری اور باقی شریعت میں رکھا۔ اور شرعی افادات کے سارے پہلوؤں سے ایک کلی اور ہمہ گیر شریعت کا لفافہ ڈال دیا جو آئندہ کی ہر ضرورت کی کفیل بن سکے۔

بغیر عدل الہی نہ تمام رہ جاتا ہے اور دنیا کے ظالم کو نہ سزا ملنے کا خیال پیدا ہو سکتا ہے اور نہ مظلوم کو اس کے صبر کی جزا ملنے کا۔ بغیر حیات بعد الموت کے دنیا میں انسانی وجود کے مقصد میں نہ زیادہ وقعت پیدا ہو سکتی ہے اور نہ تسخیر کی۔

عالمی مذاہب میں اسلام کی ضرورت

موجودہ عالم مذاہب کے سیاق و سباق میں اسلام کی ضرورت کیوں ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل اسباب قابل لحاظ ہیں:-

۱۔ پہلی ضرورت۔ کتب سماوی کے برحق ہونے کی تصدیق:

قرآن کے نزول سے پہلے ہر نبی کی بعثت قومی سطح پر ہوتی تھی اور مذہبی احکام کی نوعیت اس قوم سے مخصوص ہوتی تھی اور وہ قوم دوسری قوموں سے اپنے کو ممتاز سمجھ کر قومی تعصب کا شکار ہو گئی۔ اسلام نے ہر نبی کو برحق قرار دیتے ہوئے ان پر ایمان لانا ضروری کر دیا۔ جس کے بغیر کوئی شخص اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ پہلی کتابوں پر ایمان نہ لائے۔ اس طرح قومی تعصب کے دائرے کو اسلام نے توڑ دیا۔

۲۔ دوسری ضرورت۔ کتب سابقہ کی غلطیوں کی اصلاح:-

قوموں نے سابقہ کتب سماوی میں غلط باتوں کو شامل کر کے ان کی سماوی روح کو مسخ کر دیا۔ انبیاء کی طرف غلط باتیں منسوب کیں اور احکام کو توڑ مروڑ دیا۔ اسلام نے ہر نبی کے کردار کی پاکیزگی اور ان کے معصوم ہونے کا اقرار کر لیا اور احکام کو اصلی شکل میں پیش کیا۔

کر کے اس کے تدارک اور تنقیح کی تلاش کرتا ہے۔ مذہب انہیں مقاصد کو نفاذِ عدل کے عنوان سے پیش کرتے ہوئے انسانی مسائل کو آسانی منسوب سے حل کر کے عدل کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ غرض دونوں کے مقاصد مشترک ہیں فرق فقط تعبیرات و تفسیرات کا ہے۔

ادب کی مختلف تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ ادب زندگی اور تہذیب کا لکاس ہوتا ہے وہ خارجی مشاہدات، حقائق، تجربات کو داخلی آئینہ میں پیش کرتا ہے جس میں زندگی کی حقیقت اور فن کا سچا احساس ہونا بنیادی شرط ہے۔ ادب برائے زندگی اور ادب برائے ادب اپنے احساس فن میں قدرے مختلف ضرور ہیں۔ دونوں زندگی ہی کے خارجی اور داخلی پہلوؤں پر زور دینے سے ایک دوسرے سے متنازع ہو گئے ہیں۔ زندگی کی حقیقت کی صحیح تعبیر دونوں کا نصب العین ہے۔

ابن خلدون نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں ادب کی تعریف اس انداز سے

کی ہے :-

”ادب نے ادب کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے کہ ادب نام ہے اشعار و اخبار عرب کے یاد کر لینے کا اور ساتھ ہر علم سے ضروری معلومات بہم پہنچانی جائے یعنی علوم لسانیہ بھی علوم شریعہ سے بھی۔۔۔۔۔“

اس طرح ادب کی جڑیں علوم شریعہ یا مذہبی مواد سے اندر ہی اندر ایک دوسرے

سے پیوست ہیں۔

۱۔ مقدمہ ابن خلدون۔ مترجمہ سعد حسن خاں یوسفی ص ۵۴

۴۔ چھٹی ضرورت — مذہبی اختلاف کا فیصلہ

اسلام سے قبل ابن اللہ کا عقیدہ مسئلہ تثلیث، یہودیوں کا اپنے کو خدا کا چہیتا سمجھنا اور ہر صورت میں قابلِ مغفرت سمجھنا اور دوسری قوموں پر اپنی برتری کا دعویٰ اڑھونا، ہندوؤں کا عقیدہ تناسخ، کفار کا عقیدہ کہ دوسرا گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا، جبر و اختیار پر مبنی عقائد، روح اور مادہ کی ازلیت کا عقیدہ، رہبانیت اور خدا کی صفات میں شریک ہونے کے عقیدے جو اقوام عالم میں رائج تھے ان سب کی تردید کر کے واضح معقولات سے ایک فطری اور عقلی مذہب کی دعوت دی اور توحید کے جامع پرچم کو لہرا کر تمام انسانوں کو وحدت کی ایک کڑی میں منسلک ہونے کی اپیل کی۔

۵۔ ساتویں ضرورت — اللہ کے ارادہ ازلی کی تکمیل

خدا کا وہ ارادہ جس سے اشیاء کو پیدا کرتا ہے وہ اس وقت تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا جب تک فطرت کے قوانین کی طرح انسانی معاشرہ بھی مکمل عدل سے مستحکم اور ظلم سے بری نہ ہو جائے۔ عدل پر مبنی ایک دستور نازل ہو چکا۔ لیکن نافذ نہیں ہوا اس لئے کہ قہراً نافذ کرنا خلافِ عدل ہے لیکن جب ظلم اتنا پھیل جائے گا کہ قہراً نافذ نہ کرنا ہی خلافِ عدل ہو جائے گا تو عدل کا قہری نفاذ بھی ہو سکتا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کے ازلی ارادے کی تکمیل ہے جس کی طرف ادب اور مذہب دونوں نے اشارہ کیا ہے۔ ادب نے سماج کی خوشحالی اور اخلاقی بحالی کو ہدف بنا کر سماج کے مختلف طبقات میں توازن قائم کرنا چاہا ہے۔ مگر کسی ادب ایسے سماج کی پیش گوئی کرتا ہے جو طبقات سے پاک ہو۔ جدید ادب داخلی نفسیات میں انتشار کے عمل کی عکاسی

مذہب سے ادب کا رشتہ

مذہب انسان کے شعور و جذبات، جسم و روح، دنیا و آخرت، عقائد اور نظریات، فرد اور سماج، مسائل اور علاج مسائل، غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو پر شعوری یا لاشعوری طور سے اثر انداز ہوا۔ یہی تاثرات جو زندگی کے تجربات کی مختلف سطحوں سے ابھرتے ہیں ادب میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ انسانی شعور و فکر پر مذہب کے غلبہ اور ہمہ گیری کا ایک اہم پہلو مذہب سے انسان کا رد عمل ہے۔ یعنی تائید اور تردید دونوں کا امکان ہے۔ خدا کو ماننا یا اس سے انکار کرنا۔ موت کے بعد حیات ابدی کا اقرار کرنا یا نہ کرنا۔ یہ دونوں اسی فکری رد عمل کے دو اہم خطوط ہیں۔ بادی النظر میں اگرچہ یہ دونوں یعنی اقرار و انکار ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اقرار کو مذہب اور انکار کو لاد مذہبیت یا دہریت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن دونوں کی اصل ایک ہے یعنی مذہبی حس کا تنقیدی تنوع جو پوری دنیائے انسانیت میں بہ اختلاف مقدار و معیار پایا جاتا ہے جو مذہبی نظریات کے رد و قبول کی متعدد شکلوں میں ہر عہد میں موجود ہوتا ہے۔ اسی مذہبی حس کے آفاقی ہونے سے ادب بھی چاہے کسی ملک کا ہو یا کسی زبان کا ہو انسانی معاشرہ کے لئے دلچسپی کا باعث ہوتا ہے۔ اس دلچسپی کے دو اہم نفسیاتی اسباب ہیں۔ پہلا سبب یہ ہے کہ ادب خود انسان کے دل و دماغ میں ابھرنے والے سوالات کو پھیر کر اسے — ہیئت اور مواد عطا کرتا ہے اور اسے زبان و بیان سے دلکش بنا ہوئے ان سوالات کی تربیت اور تدوین کرتا ہے۔ چونکہ یہ سوالات وجدان سے ابھرتے ہیں اس لئے ادب وجدان کی تربیت و تدوین کا اعلیٰ ترین وظیفہ ہے۔ یہ اس وقت تک ادب کہلاتا ہے جب تک اس پر کسی غیبی یا آسمانی قانون کی پابندی نہیں ہے اور جہاں سے یہ پابندی شروع ہوتی ہے وہیں وجدان انسانی کی تربیت و تدوین

کا نام مذہب ہو جاتا ہے لیکن دونوں کا مواد ایک ہی نصب العین سے پیدا ہوتا ہے انسانی ضمیر و وجدان کو شعوری حرکت دے کر دونوں ہی بصیرت اور مسرت پیدا کرتے ہیں۔ مذہب بصیرت کو عبرت اور خوف خدا سے متصل کر کے اور مسرت کو نجات کی ضرورت سے جوڑ کر ادب سے زیادہ سنجیدہ راہ پر نکل جاتا ہے۔ لیکن ہر مذہب اس راہ کی سنجیدگی کے باوجود اس سفر کی ہر ضرورت کو پورا نہیں کرتا۔ ضرورت سے پیدا ہونے والے خلا کو انسان ادب کی تخلیق سے پورا کرتا ہے۔ غرضیکہ ادب اور مذہب کا یا ہی رشتہ بہت مستحکم ہے اور ایک دوسرے محض شاخوں کی حد تک الگ کیا جاسکتا ہے۔ جڑیں دونوں تقریباً لاینفک ہیں۔ مذہب اور ادب شعور کی تقریباً ایک مرکز سے ابھر کر اپنی ہیئت میں آگے چل کر ایک دوسرے سے مختلف ہو جاتے ہیں۔ مذہب کی ہیئت میں معتقدات اصول کی تفصیل، کردار کا تعین اور تشخیص اور احکام یا رسوم کی نشاندہی ہوتی ہے۔ ادب مذہبی مواد کو پس منظر میں رکھ کر اصول و کردار کے موضوعات اور مفاہیم کو تمثیلات، علامت، اشاریے و رمزیات اور ضمنیات کے نظام میں جذب کر کے اسے تریلی اور آفاقی بنا دیتا ہے۔ مذہب کے پورے مواد کو ادب تین حیثیتوں سے شامل کرتا ہے۔

۱۔ نظریاتی اور فلسفیانہ حیثیت :-

خدا اور اس کے وجود سے متعلق مثبت اور منفی سوالات، عدل اور ظلم اور کائنات و انسان، جذبات اور شعور یا عقل و نفس کا عکراؤ اور نیکی و بدی کی نوعیت، جبر و اختیار، بے ثباتی دنیا اور دہر میں شر کی بالادستی، آخرت، حقیقت یا اوہم موت انجام یا آغاز، حسن و شہاب اور مقصد یا آزمائش، آزادی، فریب یا حقیقت وغیرہ وغیرہ سارے مباحث عالمی ادب میں مذہبی عناصر کے ادبی مظاہر ہیں۔

کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔ انسان موردنی عقائد میں بغیر کسی استدلال کے داخل ہو جاتا ہے اور اس کے توہمات کو اپنی سماجی زندگی کا ضروری جز سمجھ لیتا ہے۔ بسا اوقات یہی توہمات یا مفروضات اس کے جوہر تحقیق و استدلال کو کمزور کر دیتے ہیں اور ذاتی مذہب کے نام پر بہت سی جہالتوں کو قبول کر لینے میں کوئی باک محسوس نہیں ہوتی۔ مارکس نے مذہبی عقاید کے اسی منفی اثر کو 'ایفم' سے تعبیر کیا ہے جو سماج کے بہت سے نامہوار امور پر انسان کو متوجہ ہونے سے حس بنا دیتا ہے اور مارکس فکر کے زیر اثر ادب نے بھی اسی لئے مذہب کا بہتر قائم مقام مارکس نظریات کو تسلیم کرتے ہوئے ترقی پسند تحریک کے عنوان سے مذہب کی درپردہ مخالفت بھی کی ہے۔

مذہب اور ترقی پسند تحریک

ترقی پسند تحریک نے مذہب کو اس انداز سے پیش کیا کہ مذہب دانشوروں کے حلقہ میں ایک غیر ضروری، معزز، قدامت پرستی کا عادی بنانے والا منفی آلہ کار بن گیا۔ ترقی پسند تحریک ایک رد عمل کے طور پر ابھری اور بہت تیزی سے ادب اور فکر میں سرایت کر گئی۔ جن امور کے رد عمل میں اس کا تیر پیدا ہوا وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

- ۱۔ رومانوی ادب میں جذبات کی افراط اور حقیقت پسندی سے کنارہ کشی۔
- ۲۔ ادب میں خواص اور سربرآوردہ شخصیتوں کو ہیرو بنانے کی روایت۔
- ۳۔ سماج میں امراء، جاگیردار افراد کی بالادستی۔
- ۴۔ عالمی جنگوں میں بے پناہ دبے خطا عوام کی بربادی۔ فاشزم کا تسلط۔
- ۵۔ انگریزی سامراجیت کے خلاف جذبہ احتجاج۔
- ۶۔ مذہب کا منفی اثر۔

۱۹۱۶ء میں روس کا انقلاب برپا ہوا اور اس کامیابی کا اثر یورپی دنیا پر پڑا تمام

۲۔ اخلاقی حیثیت :-

ادب میں تمثیلی رعایت سے نیکی اور بدی کے سادے اور پیچیدہ مرتعے کسی بلاٹ پر متحرک کر کے اخلاقی حس کو تقویت دینا بھی ادب کا ایک وظیفہ رہا ہے۔ اگرچہ موجودہ نظریہ ادب کو اخلاق سے براہ راست نہیں جوڑتا بلکہ ادب کے وظیفہ و عمل میں کسی خارجی مقصدیت کی آمیزش کو خالص ادب کے منافی سمجھتا ہے اور ادب میں وسیلہ اور مقصد کا امتکا ز کر کے دونوں کو ایک ہی سطح پر متحرک کرتا ہے چاہے اس تحریک سے قاری پر کیسا ہی اثر کیوں نہ پڑے۔ اخلاق سازی قاری کی ذمہ داری ہے جو برائی عریاں تصویروں سے بھی درسِ عفت حاصل کر سکتا ہے۔ بہر حال ادب کسی مکتب فکر سے کیوں نہ متعلق ہو، اس میں اخلاق کی مثبت اور منفی دونوں قدروں کا التزام ادب کی اساسی ضرورت ہے فرق فقط لطیف اور غیر لطیف طرزِ اظہار کا ہو سکتا ہے۔ لیکن اخلاقی قدروں کا دامن، چھوٹ جائے یہ ممکن نہیں۔ خیر و شر، ضبط و بخل، بہادری اور بزدلی، وفا اور بے وفائی، جرات عمل اور فرار، شہوت و عفت وغیرہ اقدار اور ضد اقدار پر مبنی تصورات ادب کی ناگزیر اساس ہوتے ہیں۔

۳۔ شخصی اور غیر آفاقی حیثیت

اس میں کسی خاص مذہب کے عقائد اور رسومات اس کی تاریخ اور کرداروں کے تذکرے شامل ہوتے ہیں۔ جو ایک خاص حلقہ کے لئے دلچسپی کا باعث ہوتے ہیں۔ اس طرح کے ادب میں بھی انسانی قدریں، آفاقی نظریات اور فلسفیانہ اور اخلاقی مبادیات شامل ہوتے ہیں۔ لیکن ان پر شخصی عقاید و رسوم کی حد بندیاں اسے محدود کر دیتی ہیں اسی لئے وہ ادب عام مذاق کی وسعت سے کٹ جاتا ہے۔ رسوم و عقاید پر مشتمل مذہبی فکر سماج

لیکن یہ بات ہر صاحب بصیرت پر واضح کرنا ضروری ہے کہ اگر ترقی پسند تحریک ایک رد عمل ہے اور عدل و انصاف پر مبنی ہے تو وہ عمل جس کے خلاف یہ رد عمل ابھرا وہ ظلم اور نا انصافی ہی کا حامل رہا ہوگا اور تاریخی جدلیت کے اصول کی بنیاد پر وہ عمل بھی کسی سابق عمل کے خلاف رد عمل کے طور پر ————— نمونہ پذیر ہوا ہوگا۔ اب اگر یہ سچ ہے کہ وہ ظلم و نا انصافی پر مبنی تھا تو جس عمل کے رد عمل میں یہ ہوا وہ یقیناً عدم ظلم یا عدل کا حامل رہا ہوگا۔ یعنی عدل ایک مستقل آفاقی حیثیت سے رہنے والا حقیقت ہے۔ اس سے انحراف یا اس کے زوال کے امکانات فقط حادثہ اور رد عمل تو ہو سکتے ہیں، بجائے خود ایک مستقل عمل یا منصوبہ نہیں کہے جاسکتے۔ عدل کے وجودی استقلال و استمرار کی تفصیل کا دوسرا نام مذہب ہے جس پر حادثات یا رد عمل کی گرد پڑنے سے اس کی مستقل اور اصل شکل بدل جاتی ہے جو ایک مزید رد عمل سے اپنی گرد چھٹا کر پھر ظاہر ہوتی ہے لہذا ترقی پسند تحریک زیادہ سے زیادہ ایک رد عمل، انتقام، یا احتجاج کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی حیثیت کسی مستقل عمل یا آفاقی منصوبہ کی نہیں ہے۔ یعنی ترقی پسند تحریک ایک انتقام بن کر آگے بڑھی، انتظام بن کر نہیں۔ اور جو تحریک کسی جذبہ انتقام کا نتیجہ ہو وہ وقتی بحالی کی ضامن ہے دائمی نہیں رہی وجہ ہے کہ جب مزدور یا محنت کش احتجاج پر جبری ہوتے ہوئے خود ظلم اور زیادتی کی حد میں داخل ہو جاتے ہیں تو انھیں خط اعتدال پر واپس لانا ضروری ہو جاتا ہے۔ خط اعتدال پر واپس لانے کی ضرورت ہی مذہب کا اساس ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مذہب ہر شعبہ حیات کا خط اعتدال رکھتا ہے۔ اور ترقی پسند تحریک صرف اقتصادی شعور، مساوات اور اس کے سماجی اثرات پر مبنی ہو جاتی ہے اور دوسری قدروں کو اقتصادی بحالی یا اقتصادی مساوات پر منحصر مان لیتی ہے۔ مذہب ہر شعبہ کے امتیاز کو برقرار رکھتے ہوئے حیات کی پوری وسعت اور نزاکت پر مطلع کرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ مذہب کا گہرا شعور ہی انسان کو حقیقی معنوں میں دانشور بنا لے۔

عوام کا رد عمل ارباب علم و ادب پر ہونا فطری بات تھی لہذا ۱۹۳۷ء میں تحریک کے مینفسٹو پر اردو ادب کے متنازع افراد نے دستخط کئے اور ادب کو زندگی سے جوڑنے، مزدوروں، محنت کشوں اور عوام کے وقار کو بحال کرنے اور ان کے استحصال کا سد باب کرنے کو ادب کا نصب العین قرار دیا۔ اس تحریک نے نظم و نثر، غزل اور افسانہ ہر ایک پر اپنی گہری چھاپ ڈالی اور تنقیدی شعور کی نئے سرے سے پرورش کی اور بہت ماندہ طبقہ میں قوت احتجاج کا نفوذ کرنے میں سرگرم عمل ہو گئی۔

ماہکیت کے زیر اثر ترقی پسند تحریک نے خدا اور آخرت دونوں کو غیبی مفروضات کی حیثیت دیتے ہوئے سماج ہی کو حقیقی اور مرکزی حقیقت تسلیم کیا ہے اور معاشرے کی تمام اصلاح کا انحصار اقتصادی مساوات کو ہی قرار دیا ہے۔ حالانکہ چند مذاہب کی داخلی کمزوریوں سے پیدا ہونے والے منفی اثرات کو دلیل بنا کر خود مذہب یا خدا اور آخرت یا آسمانی قانون انسانیت کو مسترد کر دینا خلاف عدل ہے۔ لیکن مارکسی نظریات کے سیلاب میں ’یخلاف عدل‘ کام اس لئے ہوتا رہا اور یہ نظر استحسان دیکھا جاتا رہا کہ اس کے بانی اور عقیدت مند، دونوں کی نگاہیں مذہب کی حقیقی بنیادوں اور ان بنیادوں پر بلند ہونے والے اہم ستون پر جو حیات کے ہر شعبہ کو سنبھال سکیں اکثر اوجھل رہیں۔

اردو کے دانشوروں کا مذہبی اور اسلامی شعور خام اور نامکمل تھا۔ لہذا جہاں عام مذاہب کی قدامت پرستی اور توہم پسندی کے خلاف بالواسطہ طور پر انہوں نے قلم اٹھا یا اور نظم و نثر بالخصوص افسانے اور تنقید کے مواد میں مذہب سے بیزاری کا عنصر نمایاں رکھا۔ وہیں ناتمام اور نا پختہ معلومات کی وجہ سے مذہب کو عاقلانہ تفسیر اور حکیمانہ گفتگو سے محرومی کے سبب نہ صرف مذہب کو شدید نقصان پہونچا بلکہ ادب کو بھی ایک زندگی بخش چشمہ سے کاٹ دیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس ضرر انگیز غفلت کے باوجود اپنے کو خوش فہمی میں ”ادب اور زندگی“ دونوں کا بھی خواہ سمجھتے رہے۔

اسلام کے مذہبی عناصر تصوف کی شکل میں ظاہر ہو کر ادب کے لئے بہت کچھ آفاقی اور عالمی ہو گئے، لیکن اس کی ہیئت پر بھی فارسی اور اسلامی رنگ غالب ہے۔ اردو کے تمام اصناف سخن پر مذہب کے اثرات نمایاں ہیں۔ صرف صنف کی انفرادی نوعیت سے غزل، مثنوی، قصیدہ اور مرثیہ میں مذہبی اثرات الگ الگ مقدار و معیار پر ظاہر ہوئے ہیں۔

مغربی اثرات سے پہلے اردو ادب میں بطور روایت آغاز کلام میں حمد و نعت کا التزام تھا چاہے موضوع کلام براہ راست مذہبی ہو یا نہ ہو۔ لیکن مغربی اثرات سائنس کی ترقی اور فطرت پر انسان کی دسترس نے رفتہ رفتہ اس روایت کو غیر دانشورانہ حماقت محسوس کراتے ہوئے اسے بالآخر نکلوا ہی دیا۔ حمد و نعت کا قدیم روایتی انداز فقط مذہبی شاعری تک محدود ہو کر رہ گیا۔ پھر بھی اردو شاعری مغربی روح کو اپنے جسد میں اس لئے نہیں اتار سکی کہ وہ فارسی زبان اور مذہب کے لئے جملہ خیر سے تیار ہوا تھا۔ جنہوں نے مغربیت کو زیادہ مہم کرنے میں اور اردو ادب و تنقید میں شامل کرنے کی کوشش کی وہ نقالی اور پیوند گری سے زیادہ آگے نہیں بڑھ سکے۔ اردو ادب کی شناخت اور ماہیت اور ہیئت میں عربی و فارسی کے اثرات کار فرما ہیں۔ ان زبانوں نے اپنے استعارے اور علامتیں مذہب ہی سے حاصل کی ہیں اس لئے اس کو صرف نظر نہیں کیا جاسکتا بلکہ عربی اور فارسی موضوع سے باہر ہے۔ اس لئے اصناف شاعری میں صرف مذہب کے اثرات اور اس کے اظہار کا مختصر جائزہ لینا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ تمام اصناف شاعری میں مرثیہ کی صنف نے مذہبی اثرات کو کس مقدار میں جذب کیا۔ اور اپنے اسلوب اظہار میں ادب اور مذہب دونوں کے توازن کو کیوں برقرار رکھا۔

اور تھوٹی بڑی دوسری تحریکات انسان کو وقتی دانشور یا PSEUDO INTELLECTUAL ہی بنا سکتی ہیں اور ان کے فکر و قلم سے پیدا ہونے والا ادب بھی ناپائیدار اور تشنہ رہ جاتا ہے۔ ترقی پسند تحریک سے پیدا ہونے والے افسانوں، نظموں اور تنقیدی مضامین میں یہی نقص تھا جو اسے ہمہ گیر ہمہ جہت اور ہمہ مکان و زبان نہیں بنا سکا۔ اور اس کی گرفت اب رفتہ رفتہ کمزور ہو چلی ہے اور وہ مذہب جس کے خلاف قلم اٹھا تھا وہ اپنی توانائی پر پھر توجہ کرنے لگا ہے۔ تاریخ انسانیت میں واقعہ کربلا کی ابدی عظمت سے ترقی پسند ادیب کا بھی نہ انکار کرنا دراصل مذہب کی ابدیت کا اقرار ہے اور ادب کا وہ حصہ جو مذہبی ادب سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی مرثیہ قصیدہ وغیرہ وہ آج بھی اپنے موضوع کی ہمہ گیری کی وجہ سے تازہ اور غیر فرسودہ ہے اور تمام انسانی اقدار پر محیط ہونے کی وجہ سے آگے بھی برقرار رہنے کی پوری استعداد رکھتا ہے اور یہ ثابت کرتا ہے کہ ادب مذہب ہی کا رہن منت ہے۔

اردو ادب اور مذہب

یوں تو پورے عالمی ادب میں دور قدیم، عہد وسطیٰ اور نشاۃ الثانیہ سے لے کر آج تک مذہبی افکار کی صدائے بازگشت کبھی واضح اور کبھی بالواسطہ اشاروں کی معنویت کے پردوں میں سنائی دیتی ہے اور خدا و آخرت، کائنات، انسان، جزا و سزا، جسم و روح، بدی و نیکی اور نجات و تلوٹ جیسے مسائل پر فن کی آڑ میں استفسار اور جواب استفسار ہوتا رہا۔ لیکن اردو ادب پر فارسی زبان اور مذہب اسلام کا خاصا اثر پڑا۔ اس کے نظریات اور فلسفیانہ افکار کے پہلو پر فارسی زبان، اسلامی نظریات و رسوم اور ہندوستانی تہذیب و ثقافت کے لئے جملہ اثرات کی ایک دبیز چادر پھیلی ہوئی ہے۔

مذہب اور غزل :-

اردو شاعری نے فارسی سے جملہ اصناف سخن مستعارے کر اپنانے کی کوشش کی لیکن فارسی کا خاص اثر غزل پر پڑا۔ شعرا کے ذہن کی پرورش ایرانی فضا میں ہوتی رہی۔ حافظ و سعدی کی تقلید نے غزل میں جمالیات اور مذہب کے عناصر کو داخل کر دیا۔ اور ابتداً جنوب ہند میں غزل کی کوئل بھولی اور شمال تک وئی کا پہرہ پہنا تھا کہ اس کی روشنی سے غزل کی دوسری شمع روشن ہونا شروع ہوئیں۔ ان غزلوں میں مذہب کا اثر بہت نمایاں ہے۔ وئی سے لے کر دآغ تک مذہبی عقاید کا اظہار کبھی منفی پیرائے میں اور کبھی واضح طور پر ہوتا رہا لیکن سب سے زیادہ اثر تصوف کا پڑا جس کی وجہ سے غزل کے مضامین میں بالعموم فنا، تسلیم و رضا، جبر و اختیار، قناعت، دنیا سے بے نیازی و بیزاری، فنا فی العشق وغیرہ بطور روایت داخل ہو گئے۔

مذہبی اثرات میں تصوف کے علاوہ شرع اور اخلاقیات کے ذریعے بھی کم نہیں۔ زہد و ورع، عبادت و اطاعت، حمد و نعت اور اخلاقی اقدار پر اشعار کی بھی تعداد پائی جاتی ہے۔

اردو غزل کے پورے پورے مصرعوں پر مذہب کا اثر غالب تھا۔ میسرے اگر مذہبی اثرات سے ہٹ کر ادائے جلتے تو قاری کے لئے نامانوس اور اجنبی طور پر ثقیل محسوس ہوتے لیکن غزل کا خمیر مذہبی پر دے میں اس طرح تحلیل ہو گیا کہ نہ اجنبیت محسوس ہوئی اور نہ گرائی کا احساس ہوا۔ پھر مطالب کے اظہار کے لئے انہیں محاوروں اور فقروں کا مختلف مواقع پر استعمال رفتہ رفتہ انھیں ایسی عمومیت دے گیا کہ وہ جاہل و عالم کے لئے بلا تکلف استعمال کی زبان بن گئے۔

”اردو غزل میں تشبیہات کا اچھا خاصہ ذخیرہ بھی مذہبی خصوصیات سے مستعار لیا گیا جو نہ صرف ندرت و شگفتگی کا باعث ہوا بلکہ اس سے معنویت میں کافی اضافہ ہوا، اشخاص، اشیاء، مقامات، مکانات، ہر ایک کی خصوصیات جو عالمگیر ہو چکی تھیں اور جن کے اثرات مذہب ذہن نشین کر چکا تھا، ان کو خاص ترکیب سے نہایت ہی اختصار کے ساتھ ہماری زبان کے بنانے والوں نے اپنے ادب میں چن کر اس طرح کر لیا کہ زبان کے خزانے کو ایک نایاب اہمیت حاصل ہوئی“۔

غزل میں مذہبی اشخاص، مقامات، رسوم، عقائد کے کچھ نہ کچھ اشارے مل جاتے ہیں۔ یہی اشارے اپنے تاریخی پس منظر اور اعتقادی پھیلاؤ کے ساتھ آگے چل کر علامتوں میں تبدیل ہو گئے اور ان کے پس پشت پیچیدہ اور مخصوص تصورات کی دنیا قائم ہو گئی، مثلاً معراج، قیامت، کربلا، خضر، ابلیس فقط ایک خاص واقعہ تک محدود نہیں رہ گئے بلکہ ان کی خصوصیات اگر کسی واقعہ یا شخص میں ملے تو ان کو کبھی انھیں الفاظ میں جوڑ کر عمومیت دے دی گئی۔ اور ذہن ان کے علامتی مفہام کی طرف موڑ دیا گیا۔

”غزل کی ساخت میں مذہب کا حصہ کافی ہے اور بالواسطہ غزل کی حیات و تربیت میں مذہب ہی کا حصہ زیادہ ہے۔ غزل کی جان و وسعت داستانِ حسن و عشق ہے اور اس داستان کی نشو و نما میں مذہب کا پورا ہاتھ ہے۔ محبت ہر مذہب کی

لائے گئے، لیکن قصیدہ میں حدیث و قرآن سے زیادہ کام لیا گیا۔ اصول دین، قیامت، حج، نماز، روزہ، عدل وغیرہ پر زیادہ دلچسپی لی گئی۔ بزرگان دین کی سیرت میں چونکہ مذہب بطور اساس پایا جاتا تھا لہذا زیادہ تر متشرع عقائد پر اپنی توجہ رکھی۔ اور صوفیانہ خیالات سے بچنے کی کوشش کی گئی۔ ولی، سودا، غالب، مومن و ذوق کے یہاں مجموعی طور پر قصیدہ کا بڑا حصہ مذہب کا رہن منت ہے بادشاہوں کی تعریف میں کہے گئے قصیدے بھی بادشاہ کو "نظر الہی" یا "اولی الامر" سمجھ کر کہے گئے ہیں۔ اس لئے دربار کی فضا بھی قصیدہ کے مذہبی عناصر میں حائل نہیں ہوئی۔ مدوح کی کردار نگاری میں صفات مثلاً عدل، سخاوت اور مذہبی خیالات (عید، شب برات، نوروز وغیرہ) پائے گئے۔

ابتداء میں حدیث و قرآن کے اشارات قصائد میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ ولی اور سودا کے یہاں دونوں اجزاء کافی ملتے ہیں مگر جیسے جیسے شاعری کو فروغ ہوتا گیا مضمون آفرینی اور رنگینی بڑھتی گئی اور سرائتی تلخیصات کم ہوتی گئیں۔ ان کی جگہ تخیل اور باریک بینی نے لے لی۔ اگر مذہب نے قصیدے کی نشوونما کی تو قصیدے نے بھی مذہب کی اشاعت میں نمایاں کام انجام دیا۔ عوام تک مذہبی عقائد، واقعات، حمد و نعت ائمہ کی منقبت وغیرہ کو محفلوں کے ذریعہ پہنچایا گیا۔ قصیدہ خوانی نے مذہبی اور ادبی دونوں مذاق کے طبقوں کو ایک نقطہ پر اکٹھا کر دیا۔ اور مذہب و ادب دونوں کی اشاعت کا ایک دلچسپ ذریعہ بن گیا۔ قصیدہ گو کے لیے اسلامی معلومات قرآن، حدیث، تاریخ اور سیرت سے واقفیت ضروری تھی۔ اور عوام کے لئے بھی مذہبی تلخیصات اور اشارات کا سمجھنا ضروری تھا۔ لہذا دونوں کے لئے دین فہمی ناگزیر ہو گئی۔

روح ہے۔ بغیر اس کے کوئی مذہب لقمہ نہیں توڑتا۔ بعض ایسے مذاہب ہیں جو خدا کے عشق پر زیادہ زور دیتے ہیں اور اس کو حقیقی عشق سمجھ کر اہمیت بھی زیادہ دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جو انسان سے محبت کرنے کو خدا کی محبت سمجھتے ہیں۔ خدمت خلق کو عبادت خدا سے کم نہیں مانتے۔ بہر حال بغیر محبت کے کوئی مذہب جی نہیں سکتا چاہے کوئی فرد بے حیائی سے زندہ رہے۔" ۱۵۹

مذہب اور قصیدہ

قصیدہ عربی سے فارسی اور فارسی سے اردو میں رائج ہوا۔ مدحیہ شاعری میں بزرگان دین کی مدح اور بادشاہوں کی تعریف قصیدہ کا خاص موضوع رہا۔ اور ہیئت اور مواد دونوں فارسی ادب سے مستعار لئے گئے ہیں مذہب اور دربار قصیدے کی دو پرورش گاہیں رہیں۔ دربار کے ختم ہوجانے کے بعد مذہب ہی پر قصیدے کی زندگی آج تک قائم ہے وہ بھی اسی مذہب میں جس میں بزرگان دین بہ اعتبار کردار یا بہ اعتبار حیات زندہ ہیں۔ غزل سے زیادہ قصیدہ پر مذہب کا اثر نمایاں ہے لیکن دونوں کے مذہبی عناصر میں ایک بڑا لطیف و اہم فرق ملتا ہے۔ غزل میں زیادہ تر تصوف کے مختلف مسائل و عقائد کا رفرما ہیں۔ الفاظ و ضرب المثال محاورات و استعارات، صوفیانہ نقطہ نگاہ سے مذہب کے نام پر غزل میں

قصیدہ میں مبالغہ آرائی ضروری تھی لیکن اس میں بھی بعض ممدوح
مثلاً رسول خدا اور ائمہ اپنی لامحدود روحانیت کی وجہ سے مبالغہ میں حد بندی
کا حسن پیدا کر دیتے تھے۔ ڈاکٹر اعجاز حسین نے رسول خدا اور ائمہ کے صفات و
کمالات میں نظم کئے جانے والے مبالغہ آمیز اشعار کو نیالائے اور محال عقلی پر
محول کیا ہے :-

”اگر تمام اشجار قلم ہو جائیں اور تمام دنیا کے سمندر سیاہی ہو
جائیں تب بھی ایک شمع تعریف ان بزرگوں کی نہیں ہو سکتی
جن لوگوں کے عقائد و ایمان اس حد تک بڑھ گئے ہوں ان کے
نزدیک نہ ممدوح کی کبھی تعریف پوری ہو سکتی ہے اور نہ ایسے
قصیدہ گوئیوں کو مبالغہ کا احساس ہو سکتا ہے۔“

امراء کی شان میں جو قصیدے کہے گئے ان میں بھی ان کو غیر معمولی انسان
کی طرح پیش کیا گیا۔

اس طرح مذہب نے قصیدہ کی صنف کو پروان چڑھایا اور قصیدہ
اور مذہب شیر و شکر بن گئے۔

مذہب اور مثنوی :-

یہ صنف بھی فارسی شاعری سے اردو ادب میں آئی اور اپنے تسلسل تنوع
کی وجہ سے جملہ اصناف سخن کی یہ نسبت زیادہ کار آمد اور اہم ثابت ہوئی۔ دوسرے
اصناف بیان، محاکات، تسلسل اور تنوع میں مثنوی کے ہم پلہ نہ ہو سکے۔

مثنوی میں جس شرح و بسط کے ساتھ عقاید کو نظم کیا جاسکا اس کی
صلاحیت غزل اور قصیدہ دونوں میں مفقود ہے۔ یہ فقدان اس لئے ہوا کہ
جو تسلسل مثنوی میں ممکن تھا دوسری اصناف میں دشوار تھا۔ اس کے علاوہ
شاعرانہ رسوم اور وضعداری کی پابندی کا جذبہ بھی کار فرما رہا۔ اسی لئے قصیدہ
کو پوری آزادی اور خلوص کے ساتھ مثنوی ہی میں برتا جاسکتا تھا۔ قصائد میں
غزل سے زیادہ آزادی کا امکان تھا۔ لیکن اس میں مدح کے موضوع ہونے سے
ایک پابندی بھی حائل تھی تاکہ بزرگان دین کی شان میں کوئی ناروا بات نہ نظم
ہو جائے۔ اس کے علاوہ قصیدہ میں مثنوی کی طرح وسعت بھی نہ تھی کہ اتنے
تسلسل کے ساتھ پورا پورا واقعہ نظم کیا جاسکے۔ چونکہ قصیدے میں اشعار کی
تعداد بھی مد نظر رہتی ہے۔ مدح اور دعا کے علاوہ تشبیب میں اتنی گنجائش نہیں
رہ جاتی کہ شاعر پورا واقعہ نظم کر سکے۔

مثنوی کی امداد کے لئے مذہب جزئیات و تفصیلات کے لئے بھی
تراکیب دیتا رہا۔ ان امور کے علاوہ یہ ایک نمایاں مدد اور تھی کہ قرآن کی
آیتیں و حدیث کی روایتیں بھی مثنوی کو نظم کرنے کے لئے مذہب سے ملتی
رہیں جس کی تفسیر و تفہیم میں شاعر کو کافی صلاحیت کا ثبوت دینا پڑتا تھا۔
مختلف زاویہ نگاہ سے خیالات ذہن نشین کراتا تھا۔ اور اپنے ذاتی تجربات
پر بھی زور دے کر نئی باتیں پیدا کرنے کی سعی بلیغ کرتا تھا جس کی وجہ سے
مثنوی میں مذہبی مواد بہ نسبت غزل اور قصیدہ کے زیادہ ہو گیا اور اس
اعتبار سے اس کی سطح بہت بلند نظر آنے لگی۔

مذہب اور مرثیہ :-

مرثیہ کا خمیر مذہبی مواد بالخصوص واقعہ کربلا کے المیہ سے پیدا ہوا اور اسے تنوع میں عقائد و نظریات، رسوم و عبادات، قرآن و حدیث، فقہ و تاریخ سب کو سمیٹ لیا۔

”مرثیہ کی تعمیر ہی مذہب پر ہوئی تھی۔ ساری فضا مذہب یا مذہب کے تعلقات سے اتنی متاثر تھی کہ مرثیہ کا طرز تخیل ہی مذہبی ہو گیا تھا۔ کوئی پہلو ایسا مشکل سے ملے گا جس کے دیکھنے میں مذہب کی عینک سے کام نہ لیا گیا ہو۔ یہاں تک کہ مرثیہ گو عموماً اور خاص کر خاندانِ ائیس و منوکے بغیر مرثیہ کہنا شروع نہیں کرتا تھا۔ وہ اس کو شرعی فزنیہ سمجھتا اور اس پر بڑی توجہ کرتا کہ مرثیہ میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہونے پائے چنانچہ منجملہ اور وجوہ کے شرعی ذہنیت کا کافی سے زیادہ دخل اس اثر میں شامل ہے کہ مذہبی امتیاز کے لحاظ سے غزل و قصیدہ اور مثنوی کے برخلاف مرثیہ میں تصوف نام کو کبھی نہیں۔ تصوف چونکہ متشرع دنیا میں پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ اس لئے مرثیہ میں داخل کرنا نامناسب سمجھ کر متشرعوں نے ایک قلم اس عنصر کو نظر انداز کیا ورنہ بہت سے ایسے مواقع تھے جہاں صوفیانہ انداز میں کچھ کہا جاسکتا تھا۔ پند و نصائح میں، اخلاقیات میں غرض کہ ہمیں نہ کہیں تصوف کو جگہ مل سکتی تھی مگر اس التزام کے ساتھ یہاں مذہب کو قلب بند کیا گیا کہ تصوف

کو ہمیشہ مرثیہ سے بالوس ہونا پڑا۔ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو مرثیہ کے مذہبی مواد کو دوسرے اصناف یعنی قصیدہ، مثنوی، رباعی وغیرہ کے مذہبی مواد سے الگ کر دیتی ہے۔“

مرثیہ اور تصوف :-

اردو کے اصنافِ سخن میں تصوف کا بالعموم پایا جانا اور مرثیہ میں بالخصوص نہ پایا جانا ایک اہم سوال پیدا کرتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر اعجاز حسین نے مرثیہ کی اس خصوصیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے تو بھی اشارہ بھی کیا ہے۔ مرثیہ میں سختی سے شرعی ملحوظات نے تصوف کے دروازے بند کر دیے جس سے یہ ضرور واضح ہو گیا ہے کہ شریعت اور تصوف کا کوئی بنیادی تضاد ضرور ہے۔ بہتر ہے کہ اس تضاد کا تصوف کی تاریخ اور تعریف کی روشنی میں جائزہ لے لیا جائے ایک بڑا اہم اور فطری سوال یہ ہے کہ اسلام میں بحیثیت مذہب کون سی کمی یا زیادتی تھی جس کی بنا پر تصوف ایک مستقل مسلک بن کر اسلام سے قدمے ممتاز حیثیت کا حامل ہو گیا۔ جب ہم تصوف کی تاریخ دیکھتے ہیں تو بقول مولانا سعید احمد اکبر آبادی ہے

”تصوف کا مادہ اشتقاق کیا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں یہ صوفیہ سے مشتق ہے۔ چونکہ تصوف میں صفائے باطن پر زیادہ زور ہوتا ہے اس لئے صفائے باطن کے حصول و ذرائع و وسائل کا نام تصوف ہو گیا۔ بعض حضرات کے نزدیک اس لفظ کی اصل

صفہ ہے جس کے معنی چبوترہ ہیں۔ چوں کہ اس حضرت سلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کچھ اصحاب زہد و فقر تھے جنہوں نے دنیا ترک کر دی تھی اور مسجد نبوی میں ایک چبوترے پر شب و روز عبادت الہی اور اراد و وظائف میں مصروف رہتے تھے اس بنا پر یہ اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔ چونکہ صوفیا کا طریق زندگی ہی ہوتا ہے اس لیے ان کے طور و طریق کو تصوف کہنے لگے۔ لیکن عربی زبان کے قواعد اشتقاق کی رو سے پہلا قول درست ہے نہ دوسرا بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ لفظ صوف سے مشتق ہے جس کے معنی اُون کے ہیں۔ چونکہ یہ حضرات عام طور پر اُون کا لباس استعمال کرتے اور نرم و نازک کپڑوں سے اجتناب کرتے تھے ان کو مقصوفین کہا جاتا تھا۔

اور جب تصوف کے تاریخی پس منظر کو پیش نظر رکھتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ اپنے اصول اور تصوف نے دو اہم بنیادوں پر زور دیا ہے پہلی بنیاد کا نام ہے صفائے باطن۔ جسے زہد و تقویٰ ریاضت نفس یا تزکیہ نفس سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ صفائے باطن کے حصول کا ذریعہ احکام الہی کی پابندی ہے۔ شریعت سے متعلق تصوف کی دوسری اہم بنیاد عشق الہی ہے جس میں بندہ اپنے پورے وجود کو جلوہ پروردگار میں فنا کی حد تک ضم کر دینا چاہتا ہے یہ ظاہر یہ دوا لگ الگ شاخیں ہیں۔ لیکن حقیقتاً تصوف میں ان دونوں کی اصل ایک ہی ہے جس سے شریعت اور عشق کی شاخیں پھوٹی ہیں۔ فرق

۱۔ سید احمد اکبر آبادی: اقبال اور تصوف ص ۱۲

محض اتنا ہے کہ شریعت کا ظہور احکام الہی کی پابندی سے ہو جاتا ہے لیکن عشق درون باطن میں موجزن تو ہوتا ہے مگر یوں ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ ظاہری اعمال کی شکل اختیار کر لے۔ عشق ایک باطنی کیفیت کی حیثیت سے زندہ اور مستور رہتا ہے لیکن ظاہر و باطن کے یہ دونوں پہلو تصوف میں ایک ہی ہونے کے باوجود شریعت اور طریقت دو الگ الگ پہلوؤں سے یاد کئے جاتے ہیں یہ تاریخی المیہ ہے کہ اہل تصوف شریعت سے زیادہ طریقت یعنی عشق الہی پر زور دیتے رہے اور تصوف کو ایک منزل پر شریعت سے منقطع کر دیا۔ اور وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے راستے پر بے اختیار نکل پڑے جس سے اہل تصوف کا کمری تصور اسلام کے توازن سے منقطع ہو گیا اور دوسرے خارجی اثرات مثل ویدانت وغیرہ داخل ہو جانے سے فنا لیتہ کا اسلامی تصور فنا فی اللہ کے غیر اسلامی تصور تک پہنچ گیا۔ للہیت میں بعدیت محفوظ تھی اور فی الہیت میں بعدیت مجروح ہو گئی اس لئے کہ لفظ 'فی' سے ظرف و مکان کی پابندی کا تصور پیدا ہوتا ہے اور خداوند و مکان کا پابند نہیں۔ وہ لامحدود و لامکان ہے۔ للہیت سے بندے کی خلقت کا مقصد وابستہ ہے کہ وہ خدا کی بندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ اس میں ضم ہو جانے کے لئے جو اصولاً محال ہے۔ قرآن مجید نے بندوں کے اسی احساس بندگی کو بیدار کرنے کے لئے جو تعلیم دی اس میں یہ کہا کہ انا للہ نہ کہ انا فی اللہ۔ چونکہ فی الہیت کا رجحان شرک کے ڈانڈے سے مل جاتا ہے۔ اس لئے اکثر صوفیا علماء اسلام کی نظر میں اچھا مقام نہیں رکھتے۔ اگرچہ صوفیا کرام کی قلیل تعداد اس الزام سے بری بھی ہے کیوں کہ انہوں نے تصوف کے مزاج کو اسلام سے منقطع نہیں ہونے دیا۔

دوسرے خرابی جس نے تصوف کو مرانی میں آنے سے روک دیا وہ یہ ہے کہ

تصوف بندوں میں خالق ہی مزاج پیدا کرتا ہے اور سماج کی منجھدھار سے کاٹ دیتا ہے شخصیت کو فقط روحانیت ہی تک محدود رکھتا ہے، سماجی مسائل، سیاسی بحران، اخلاقی قدروں کا سماجی نفاذ، انسانی رشتے، حاکم و رعایا کے مابین نظام عدل، خیر و شر کی میدان جہاد میں معرکہ آرائی جیسے اہم اور وسیع موضوعات پر صوفی کا انداز فکر ذرا صلہ اختیار کر لیتا ہے۔ لہذا تصوف کی زمین پر کوئی ایسا شاہکار نہیں ابھرتا جو انسانی حیثیت کے تمام پہلوؤں پر محیط ہو سکے۔ صوفی فقط روحانی ہو کر رہ جاتا ہے جب کہ حیات بشری کی مجموعی نمائندگی میں ایک انسان کا روحانی ہونے کے ساتھ ساتھ میدان جنگ کا سپاہی ہونا، عسکری نظام کا قائد ہونا، نفسیات بشر کا ماہر ہونا، عدل الہی کا علمبردار ہونا، حالات کی پیچیدگیوں کا مبصر ہونا، سماجی رشتوں کے شعاع کا بہترین ترجمان ہونا، محنت و مشقت سے کسب حلال کر کے سعی جمیل کا بہترین کردار ہونا۔ زمانے کی بے وفائی اور حالات کی سختیوں پر صابر ہونا، عوام سے اتنا ہی مالوس ہونا جتنا جاہل امراء اور ظالم شہنشاہ کو مرعوب کر دے۔ ان تمام پہلوؤں کا ہونا ضروری ہے۔ لہذا مرثیہ میں کسی ایسے ہی نمائندہ کردار کو محور بنا کر پلاٹ کی توسیع کی جاسکتی ہے۔ اسی لئے تصوف کا مزاج مرثیہ کے فن کو اس نہیں آتا۔ مرثیہ کے وسیع پلاٹ میں تصوف ایک جزوی حیثیت سے داخل ہو سکتا ہے۔ لیکن کلی طور پر غالب نہیں ہو سکتا جب کہ دوسرے اصناف میں تصوف کے غالب ہونے کا امکان زیادہ ہے۔

اردو مرثیہ میں تصوف کے رواج نہ پانے کا تیسرا سبب یہ ہے کہ وہ انسانی قدریں یا کردار جو مرثیہ کے مذاق کا موضوع بنتے ہیں وہ صوفی شاہکار میں سمٹ کر فقط نفس بشر کی فنا فی الہی کیفیت کے لمحات میں محدود ہو جاتی ہیں کیوں کہ صوفی انداز فکر انسان کو گوشہ نشینی کی طرف لے جاتا ہے جسے تصوف کی اصطلاح میں 'نمانہ' کہتے ہیں۔ اسی لئے تصوف کی ساری اصطلاحیں مثلاً الوہیت، انا، جلال، جمال، جمال

اقبال و وصال، تجرید و تقزیر، ذکر و شغل، بشریت و طریقت، ظاہر و منظر، علم و کفر و عشق و عرفان، فنا و بقا، فقر و قناعت، معجزات و کمالات، وجود و نہی، شہ سواری، ثباتی دنیا اور حیات چند روزہ، حجاب و نیاز وغیرہ سے جو کردار ابھرتا ہے وہ ایک راہب، تارک الدنیا صوفی (MYSTIC) یا ایک یوگی کا ہو سکتا ہے جس نے سماج یا دنیا سے اور اس کے ضمن میں آنے والے تمام افعال و اشغال سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہو لہذا مندرجہ بالا ساری اصطلاحوں میں وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا مفہوم ۵ کارفرما ہو کر ایک مخصوص دائرہ فکر و عمل میں محدود کر دیتا ہے اور اسلامی افکار کی اس سے دور کر دیتا ہے اور اسلامی افکار کی اساس قرآن حکیم کے ارشادات و احکامات پر، احادیث نبوی رسول کریم کی بتائی ہوئی باتوں پر اور فقہی مسائل کی بنیاد پر ہے۔ اور تصوف ایک مکتب فکر کی حیثیت سے ممتاز ہو گیا ہے۔ لہذا بعض اصطلاحات جو تصوف میں رائج ہیں ان کا مفہوم عام اسلامی اصطلاح سے قدرے مختلف ہو گیا ہے۔ مثلاً فنا اور بقا کے الفاظ تصوف کی مخصوص لغت میں جو مفہوم رکھتے ہیں وہ جسم و روح اور وحدت الوجود و وحدت الشہود کے غیر حقیقی پردوں کو چاک کر کے اصل ہستی میں ہم آہنگ ہو جانے کا نام ہے جو غیر حقیقی مظاہر کے خاتمہ (فنا) اور اصل ہستی سے ہم رنگ ہو جانے (بقا) کا باطنی عمل ہے جب کہ فنا و بقا کا عام مفہوم یہ ہے کہ خدا کے سوا ہر شے فانی ہے اور بقا صرف اللہ کے لئے ہے۔

ذکر و شغل کی اصطلاح تصوف میں بہت سے سماجی علائق کی یاد دہانہ تھی تو ذکر فقط یا الہی میں مشغول ہو جانے کی ارتکازی کیفیت کا نام ہے اور اس اصطلاح کا عام اسلامی مفہوم سماج کے ہر فرد کی مرحلہ میں حکم خدا کی طرف متوجہ رہنے کو کہتے ہیں

تصویر
شخصیت اگر قرآن میں ہے کہ جب نماز پڑھ لو تو زمین پر فضل الہی کی تلاش میں پھیل جاؤ اور
اللہ کا سہارا لے کر آیت میں زمین پر فضل الہی کی تلاش کا مفہوم تجارت
تلاش معاش، بندگان خدا سے معاملات اور ان سارے معاملات میں خدا کے
حکم کو یاد رکھنے سے متعلق ہیں۔

شریعت اور طریقت کی اصطلاح تصوف میں ایک ساتھ استعمال ہونے
کی وجہ سے خود شریعت کا مفہوم بھی ہم رنگ تصوف ہو گیا ہے۔ اسی لئے اکثر صوفیوں کے
یہاں فروع دین مثلاً نماز، روزہ کی اہمیت اسی وقت تک مانی جاتی ہے جب تک
بندے میں نفس کی ریاضت جاری ہے اور جیسے ہی نفس فنا فی اللہ پر سطح یاب ہو جاتا
ہے وہ فروع دین کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اسلام میں شریعت کا مفہوم بہت مرکزی ہے
اسلام میں ایک قانون تکوینی ہے جو پوری فطرت میں جاری ہے۔ اس کے مقابلہ میں
قانون تشریعی ہے جو نفس انسانی کی تربیت نما اور ارتقا کے لئے بنایا گیا ہے۔ کوئی
بندہ چاہے کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو قانون شریعت کی قید سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ اسی
لئے قرآن نے نبی کو مخاطب کر کے کہا کہ ہم نے تم کو ایک شریعت پر پابند بنایا ہے تو
خبردار جاہلوں کا اتباع نہ کرنا۔ یعنی قرآن شریعت میں طریقت کے اضافہ سے
ترمیم کو جہالت سے تعبیر کر رہا ہے۔

مجاہدہ : تصوف میں مجاہدہ نفس اور روح کے مابین آویزش پر مشتمل ہے
یعنی روح کو خیر کام کرنا اور نفس کو شر کام کرنا کر خیر و شر کے باطنی حکمراویں خیر کی
حمایت اور شر پر غلبہ کو تصوف میں مجاہدہ کہتے ہیں۔ اسلام کے عام مفہوم میں مجاہدہ

کا یہ باطنی میدان خارج میں پھیل کر ہر دائرہ خیر و شر سے گزرتا ہے اور بالخصوص کفر و
شرک کے انسانی لشکر سے برسرِ پیکار ہونے کے لئے فن حرب و ضرب، منہ سواری،
اصول جنگ اور قوانین جہاد کے بسیط موضوع کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ قرآن نے
جہاد کے اسی پہلو کو لفظ قتال سے واضح کیا ہے اور فقط باطنی جہاد سے بات کو
آنکھ ٹھکا کر کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ (تم پر قتال واجب کر دیا گیا) کہہ کے جہاد کے
پورے مفہوم کو نمایاں کیا ہے۔

مندرجہ بالا اصطلاحات میں تصوف اور اسلام کے مفہیم میں امتیاز
سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کی قرآنی روش تصوف کے مزاج سے ممتاز
اور قدرے مختلف ہے۔ چوں کہ نظریات کے فرق کا براہ راست اثر کردار کی پیکرگری
پر پڑتا ہے لہذا وہ کردار جو تصوف کے مفہیم سے ڈھالے جائیں گے، وہ ان کرداروں
کی ماہیت سے مختلف ہوں گے۔ جو کردار قرآنی مفہیم سے پیدا ہوں گے۔ لہذا مریضے
میں تصوف کی گنجائش اس لئے نہیں ہو سکی کہ قرآنی کردار کی نمائندگی میں تصوف
کو اساس بنانا نا کافی، ناقص اور منافی ہدف ہو جاتا۔ چوں کہ مریضہ کا خا کہ واقعہ کربلا
کے محور پر گردش کرتا ہے۔ اور کربلا والوں کا کردار فنا اور بقا کے انفرادی تصور ہی پر
نہیں بلکہ بقائے دین اور فناء دنیا کے عظیم گہرے اور وسیع مفہوم کا علمبردار تھا۔
وہاں ذکر و شغل فقط یا ہو کے نعرے ہی نہیں بلکہ خوف، بھوک، پیاس، اعتراف کی قربانی
اور دشمن سے گفتگو، شمشیر زنی، قیام نماز وغیرہ متعدد مرحلوں میں خدا کے حکم کی تعمیل،
اور تحفظ شریعت پر مبنی تھا وہاں مجاہدہ فقط نفس کی خاموش ریاضت ہی نہیں بلکہ
مبارزہ جنگ اور دوران جنگ قیام عدل اور جو ہر صبر و رضا کے بروئے کار لانے

کا نام ہے لہذا مرثیہ نگار کا سر پایہ فکر و فن تصوف کے خمیر سے نہیں پیدا ہو سکتا۔
 چوں کہ انیس کے یہاں باضابطہ طور پر مرثیہ کی صنف میں ایک نمایاں تکامل
 پایا جاتا ہے اور مرثیہ واقفہ کمر بلا کے پلاٹ پر جو ادبی فضا پیدا کرتا ہے وہ مذہب
 سے فطرتاً ہی آہنگ ہوتی ہے لہذا کلام انیس میں قطعہ، رباعی، سلام اور مرثیہ ہر ایک
 میں مذہب، اشارے اور کنایہ کے بجائے براہ راست اور واضح طور پر موجود ہے۔
 مرثیہ مواد میں مختلف ہونے کے باوجود زبان و بیان میں غزل کی رنگینیاں
 سے خالی نہیں ہے جس کا سبب بقول پروفیسر جعفر رضا یہ ہے :-

”لکھنوی زندگی پر تعیش اور رنگینی کے تسلط کی بنا پر مرثیہ کوئی تغزل سے
 اپنا دامن نہیں بچا سکتی تھی۔ لیکن غزل اور مرثیہ کی فضائیں مختلف ہونے
 کی وجہ سے ان کے الگ الگ مطالبات تھے جن میں مفاہمت کی صورت
 یوں تیار کی گئی کہ مرثیہ گوئیوں نے اپنے سامعین کی تفتن طبع کے لئے دریا
 سے غزلیہ مضامین کے لئے گوشے پیدا کرنا شروع کئے جس سے بیان کی
 دلچسپی میں اضافہ ہو گیا۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ مصائب کے بیان میں مسائل
 رنج و الم کے واقعات سننے سے جو اضمحلال اور سلب گریہ کے امکانات
 پیدا ہو جاتے تھے، کم ہو گئے بلکہ پھر حب سامعین کو تھوڑی دیر کے سرسبز آئین
 بیانات کے بعد مصائب کی طرف توجہ کیا جاتا تو ان کے جذبات کا رد عمل
 شدید ہوتا اور مرثیہ کی غمناکی زیادہ اثر کرتی۔“

سب سے زیادہ قابل لحاظ بات جو مرثیہ نگاروں میں بالعموم اور انیس میں
 بالخصوص دیکھی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ حسن و عشق کے جذبات میں ڈوبا ہوا ادبی ماحول

اے جعفر رضا : دیستان عشق کی مرثیہ گوئی۔ ص ۵۳

جس زبان کو پیدا کرتا ہے اس کی رنگینی اور پاشی کو ضائع کئے بغیر ذہن کو عقبنی، آخرت
 اور مذہبی ترکیب سے قریب کر دینا مرثیہ کا کارنامہ ہے کہ نہ تو دین کے موضوع سے خشکی پیدا
 ہونے پائی ہے اور نہ رنگینی زبان و بیان سے حسن و عشق کے مادی اور دنیاوی
 جلوے پیدا ہوتے ہیں، بلکہ حق و صداقت، دین و دیانت اور حق و باطل کی رزم
 گاہ سے ایک ایسی فضا پیدا ہوتی ہے جہاں مذہب و ادب نہ صرف شیر و شکر بن جاتا
 ہے بلکہ ان کے اتحاد سے ایک روحانی اور مقدس تجلی بھی پیدا ہوتی ہے۔ انیس کے
 کلام کا وزن مذہب و ادب کے اسی اتحاد اور اسی تجلی میں مضمر ہے جہاں آیات
 و احادیث، فقہی مسائل اسلامی، حقائق اور شاعری کی لطافت سب ایک منزل
 پر کار فرما نظر آتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر اعجاز حسین :-

”آیات قرآنی و حدیث نبوی کے مفہوم کو مرثیہ گو شاعر نے جا بجا درمیان
 کلام میں اس خوبی سے واضح کرنے کی سعی مشکور کی ہے کہ ارد و ادب کو
 ایک راستہ مل گیا۔ مذہبی مسائل کو دلچسپ اور دلنشین طریقے سے شاعری
 میں پیش کر سکے۔ شاعرانہ لطافت میں نہ مفسرانہ شرح بست کی الجھن پیدا
 ہوتی ہے اور نہ ترجمہ محض کی خشکی اور اختصار کی بے کیفی سے گھبراہٹ پیدا
 ہوتی ہے۔ خاص خوبی یہ ہے کہ پڑھنے یا سننے والے کو اس کے لئے تیار ہو کر
 نہیں بیٹھنا پڑتا کہ وہ قرآن و حدیث کے اہم مسائل پر غور و فکر کرے
 گا۔ وہ واقعات کو بلا اور بعض جذباتی مظاہروں کو مرثیوں میں دیکھنے
 یا سننے کی امید کے ساتھ آتا ہے لیکن انہیں بیانات میں جب آیات و احادیث
 کے اشارے مل جاتے ہیں تو وہ بلا تامل اثر لیتا ہے اور شاعرانہ لطافت
 کے ساتھ مفہوم کو جلد از جلد قبول کر لیتا ہے۔“

اے اعجاز حسین : مذہب و شاعری ص ۲۸۵

بَاب دوم

قرآن کا انعکاس کلام انیس میں

شاعر کی ذہنی تربیت کو اس کے شعری اظہار میں خاصا دخل ہوتا ہے۔ مرثیہ گو شاعر کی تربیت میں مذہبی اثرات کا ہونا ناگزیر ہے۔ انیس نے خوش قسمتی سے ایسے علمی اور ادبی ماحول میں آنکھ کھولی جہاں مذہب کا عنصر غالب تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اس کے بعد میر مولوی نجف علی اور مولوی حیدر علی کے سامنے زانوئے ادب تہہ کئے اور علوم و فیوض سے مستفیض ہوئے۔ عربی و فارسی کی مکمل تعلیم اساتذہ کرام سے حاصل کر لی۔ چوں کہ میر انیس کی والدہ محترمہ بھی ذی علم خاتون تھیں لہذا بقول امجد علی شہری ”میر صاحب کی والدہ مسائل شرعیہ سے بخوبی واقف تھیں اور فارسی کی اتنی اچھی استعداد رکھتی تھیں کہ جامع عباسی کے رموز و نکات اچھی طرح سمجھ لیتی تھیں اور اس کتاب کا درس بھی دیتی تھیں۔“

جو شعور ایسی فضا میں پروان چڑھے گا وہ یقیناً فقہی، ادبی اور روز و نیت کلام کے جوہر سے آراستہ ہو گا۔ ماں کی آغوش ہی سے میر انیس نے علم و ادب کی حرارت کو جذب کرنا شروع کر دیا تھا۔ گھر کی مذہبی فضا نے دینی شعور کی آئینہ نش سے ان کے مزاج و طبیعت کو مرثیہ کے مواد کے لئے ہموار کر دیا۔ انیس نے اپنی انفرادی صلاحیت سے ادب اور مذہب دونوں کے گہرے شعور کو نہایت خوبی کے ساتھ انگیر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں حسن بیان، چاشنی زبان، سلاست، بلاغت، نشست الفاظ، فضا آفرینی سے ادب کی نمائندگی اور اصول و عقائد اور مذہبی حقائق کے منظوم مواد سے مذہب کی نمائندگی ہوتی ہے۔

۱۔ امجد علی شہری۔ حیات انیس ص ۲

میرائیس کی قرآن شناسی کے مطالعہ میں اس حقیقت پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ انہوں نے اپنے کلام میں ان کرداروں کا جائزہ لیا ہے جو اپنے اقوال و افعال میں قرآنی تعلیمات کے منظر تھے۔ قرآن اور قرآنی تعلیمات کے مختلف مباحث کے تجزیے سے قبل اسلامی زاویہ نظر سے قرآن کی اہمیت سے واقفیت ضروری ہے۔ اللہ کی طرف سے بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے جو کتاب رسول کریم پر نازل ہوئی اس کا نام قرآن ہے۔ قرآن کا لفظ قرآن سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں پڑھنے کے۔ "قرآن کے اصل معنی لغت اور محاورہ کے اعتبار سے جمع کرنے کے ہیں۔ کتاب کے عام رواج سے پہلے کسی نظم یا نثر کو جمع کرنا اس طرح کہ وہ محفوظ ہو جائے بہترین طریقہ یہی تھا اسے سینہ میں محفوظ یعنی ازبیر یاد کر لیا جائے۔ اسی بنا پر صدر اسلام میں قراءت بمعنی حفظ مستعمل تھا اور حافظ قرآن کو قاری کہتے تھے۔" قرآن تیس پاروں اور ایک سو چودہ سورتوں پر مشتمل ہے جو پیغمبر اسلام پر بذریعہ وحی تیس سال کے عرصہ تبلیغ میں مسلسل سورتوں اور آیات کی شکل میں نازل ہوتا رہا۔ قرآن مجید کے نزول کی سب سے پہلی منزل لوح محفوظ ہے جس پر شب قدر میں پورا قرآن نازل ہوا۔ یہ قرآن براہ راست رفتہ رفتہ روح الامین کے ذریعہ قلب مرسل اعظم پر نازل ہوا۔

۱۔ سید علی نقی نقوی: مقدمہ تفسیر قرآن ص ۵

۲۔ قرآن: سورہ انازلنا - آیت ۱

۳۔ قرآن: سورہ شعراء - آیت ۱۹۴

قرآن کا اعلان فضائے کائنات پر تحریر ہے کہ "اگر جن دانش ملک بھی اس قرآن کا جواب لانا چاہیں تو نہیں لاسکیں گے" جب کوئی جواب نہیں آیا تو پھر قرآن نے آواز دی۔ "اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ کتاب رسول نے خود بنالی ہے تو اگر تم میں طاقت ہے تو دس سورہ ہی بنا لاؤ۔" منکرین قرآن نے سوچا کہ اب مرحلہ آسان ہو گیا لیکن کوششوں کے باوجود جب یہ بھی نہ کر سکے تو قرآن کی آیت نازل ہوئی کہ "اگر دس سورتوں کا جواب ممکن نہیں تو ایک ہی سورہ کا جواب لے آؤ۔" قرآن کی اس آیت کے بعد عرب کے چار فیض البیان ادیب جن کی قادر الکلامی کا شہرہ تھا اور جن کے نام ابن ابی العوجاء، ابو شاکر دیلمانی، ابن مقفع، عبد الملک مصری ہیں ایک مقام پر یکجا ہوئے اور سال بھر کی کوشش کے باوجود ایک سورہ قرآنی کا بھی جواب نہ لاسکے تو چاروں نے یک زبان ہو کر کہا "ماھذا الا کلام البشر" یہ بشر کا کلام نہیں ہے۔

قرآن معجزہ ہے۔ اس دعوے کی دلیل میں قرآن مجید کی ان آیات کا حوالہ دیا جاتا ہے جن میں غیب کی خبریں ہیں۔ چونکہ غیب کا علم سوائے عالم الغیوب کے کسی اور کو نہیں ہو سکتا جو دلیل ہے کہ قرآن بندے کا کلام نہیں بلکہ اس خالق کائنات کا کلام ہے جہاں علم بالذات ہے۔

۱۔ قرآن: سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۵

۲۔ قرآن: سورہ ہود آیت ۱۳

۳۔ قرآن: سورہ بقرہ آیت ۲۳

۴۔ سید ظفر حسن: تفسیر القرآن ص ۱۵

معاشرت، فلکیات، بحریات، معلوم قدیمہ و جدیدہ سبھی پر جامع ارشادات ایک منزل پر دستیاب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک قرآن پر حقیقی تفسیریں لکھی گئیں اور آئندہ حقیقی تفسیریں لکھی جائیں گان کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔ لیکن قرآن میں نسبتاً اقوام عالم کا تذکرہ جس کثرت اور تکرار و تفصیل کے ساتھ ملتا ہے اتنا کوئی دوسرا تذکرہ نہیں ملتا یہ واقعات فن تاریخ نویسی سے پہلے کے ہیں اور مورخین عالم نے جو تاریخیں لکھی ہیں ان میں زیادہ تر سلاطین کے حالات، محاربات، طرز جہان بینی اور بادشاہوں کے مظالم کے تذکروں سے ادراک کو سیاہ کیا گیا ہے۔ ان کا تعلق نہ عبادات سے ہے نہ اخلاقیات سے لیکن قرآن مجید کا چھوٹا سا واقعہ بھی اپنی تہہ میں کوئی نہ کوئی اخلاقی پہلو ضرور لئے ہوئے ہے جو قاری کو دعوت فکر و نظر دیتا ہے۔ قرآن میں وہ تمام عوامل موجود ہیں جو انسان کی کردار سازی اور صالح معاشرے کی تشکیل کے لئے درکار ہوتے ہیں۔

میر انیس کے نزدیک قرآن کی اخلاقی زمین سے ابھرنے والے انسانی اقدار کو محسوس کر دینا اور انسانیت اور شرافت کے قرآنی شاہکار کو فن واقعہ نگاری سے بلند کرنا ایک اہم ترین رُخ تھا۔ قرآن نے انسان کو خود شناسی، خدا شناسی اور حصول کمال میں صبر و ایثار، اطاعت و عبادت، شر سے نبرد آزمائی، خیر کے قیام میں صبر و ثبات اور عدل و احسان کی تعلیم دی ہے اور خیر و شر کے معرکہ میں سابق قوموں کا تذکرہ کر کے جو درس عبرت فراہم کیا ہے۔ اس کا نچوڑ واقعہ کر بلا میں موجود ہے۔ چونکہ واقعہ کر بلا تعلیمات قرآنی کے تحفظ کی دلیل ہے۔ لہذا انیس نے فن واقعہ نگاری میں درس قرآنی کو اس طرح جذب کیا ہے کہ کلام انیس کا مطالعہ قاری کے ذہن کو قرآنی فضائے مانوس کر دیتا ہے۔ اس باب میں قرآن حکیم کی روشنی میں کلام انیس کا تجزیہ مندرجہ ذیل اعتبار سے کیا گیا ہے۔

(الف) قرآن کی آیات کلام انیس میں۔

دوسری دلیل اعجاز قرآن کے سلسلہ میں یہ پیش کی جاتی ہے کہ اس میں ماضی کے واقعات ہیں۔ کسی بشر کے مشاہدات اور فکر کی حد امکان سے باہر ہے کہ وہ ماضی کے واقعات کو اس اختصار اور اتنی جامعیت کے ساتھ بیان کر سکے لیکن قرآن فصاحت و بلاغت کا وہ بے مثل نمونہ ہے جس کے ہر لفظ اور ہر عبارت کے لاجواب ہونے پر تمام اہل ادب کا اتفاق ہے۔

قرآن مجید وہ واحد کتاب ہے جس میں ابتداء سے انتہا تک ناہمواری کا گزر بھی نہیں اور ایک لفظ بھی مقصد قرآن سے الگ نہیں ہے۔ آیات کے الفاظ میں جو حسن پایا جاتا ہے اس میں ایسی جاذبیت ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے بعد آج بھی جب کوئی قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو اس کی تازگی کا ویسا ہی احساس ہوتا ہے جیسا اس وقت تھا، جب پہلی بار نازل ہوا تھا اور عربی زبان سے ناواقف بشر بھی تلاوت قرآن سے لذت و دوام اور فرحت روحانی حاصل کرتا ہے۔ قرآن مجید کے علاوہ جتنی بھی کتابیں آسمان سے نازل ہوئیں وہ ہمارے عقیدت کا جزو ہیں مگر منسوخ ہو جانے کی وجہ سے قابل عمل نہیں ہیں۔ اس لئے کہ گزشتہ پیغمبروں کی طرف سے جو معجزات پیش کئے گئے وہ سب ان کے دور تک محدود تھے۔ مگر قرآن حکیم ان معجزات سے جدا گانہ ہے۔ وہ ہمہ گیر بھی ہے اور ہمہ جہت اور ہمہ وقت بھی۔ اس کی تابانیاں آج چودہ سو سال بعد بھی کوئی قائم ہیں جیسے مرسل اعظم کے دور میں تھیں۔ نہ اس کی تابانیوں میں فرق آیا نہ اس کی تازگی میں۔ علم و دانش کی بڑھتی ہوئی رفتار نے اس کی تابندگی کو اور زیادہ کر دیا اور ہمارے لئے اس سے استفادہ کرنے کے امکانات دور قدیم سے کہیں زیادہ روشن ہو گئے ہیں۔ قرآن میں جملہ علوم کا ذکر موجود ہے۔ تاریخ، فلسفہ، منطق، نفسیات، اقتصادیات

لے السید ذیشان حیدر جوادی۔ قرآن حکیم اور آخری پیغمبر ص ۳۵

کو اپنے خاص ارادے سے طیب و طاہر بنایا اس اعتبار سے دو اہم امتیازات سامنے آتے ہیں۔ پہلا یہ کہ کسی اور کی طہارت کی ضمانت اللہ نے نہیں لی اور دوسرے یہ کہ ایسی طہارت کے مالک دوسرے بندے نہیں ہو سکتے۔ انیس نے انھیں دو امتیازات کا احاطہ تینوں مصرعوں میں کر دیا ہے۔ پہلے مصرعے میں کہا: "یہ وہ ہے خدا نے جسے خوچاک کیا ہے" دوسرے مصرعے میں طہارت کی سند خدا کی طرف سے ہے اس مفہوم کو نظم کیا اور کہا "قرآن میں جسے حق نے کہا طاہر و اطہر" تیسرے مصرعے میں مزید وضاحت کر دی کہ اس طہارت کے مالک بس اہل بیت ہیں اور اس کا مرکز فاطمہ زہرا ہیں۔

آیت مودت

قُلْ لَا اسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اجْرًا اَلَا الْمَوَدَّةُ فِي الْقُرْبٰى اِنَّ

ترجمہ اے رسول! تم کہہ دو اس (تبلیغ رسالت) کا اپنے قرابت داروں (اہل بیت) کی محبت کے سوا کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ ۱

میرا انیس نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے:

۱ جو اجر رسالت ہے مودت ہے وہ اس کی

۲ ہے کون مراد آئیہ؟ لَا اسْئَلُكُمْ سے

۳ الفت آل نبی میری خوش اقبالی ہے

۴ سنگ ہے ان کی محبت سے جو دل خالی ہے

۱ قرآن: سورہ شوریٰ - آیت ۳۲

۲ قرآن: ترجمہ فرمان علی - ص ۵۸

۳ مراثنیٰ انیس - نو لکشتور جلد ۴ ص ۱۱۲

۴ " " " جلد اول ص ۹

ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی تو حضرت ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی (تَمَایْسُ یَدُ اللّٰهِ لَیْذِہٖبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرُکُمْ تَطْهِیْرًا ۝) (اے پیغمبر کے گھر والو! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کرے اور تم کو پاک و صاف بنادے) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلایا اور کئی انھیں اڑھادی اور حضرت علیؑ آپ کے پیچھے تھے۔ ان کو کبھی کبھی میں لے لیا۔ پھر فرمایا۔ (الہی یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے نجاست دور کرو اور ان کو ہر طرح پاک و صاف بنادے۔ (یہ شان اطہر و تطہیر دیکھ کر) حضرت ام سلمہ نے عرض کیا۔ اے پیغمبر خدا! میں بھی ان ان لوگوں کے ساتھ ہوں (یعنی کیا میں بھی اہل بیت میں شامل ہوں) آپ نے فرمایا تم تو اپنی جگہ پر ہو۔ اور تم بھلائی پر ہو۔

یہی روایت مختلف زاویوں سے کچھ الفاظ کی تبدیلیوں کے ساتھ کتب

احادیث میں نظر آتی ہے۔

میرا انیس نے مذکورہ بالا مصرعوں میں آیت تطہیر کے مفہوم کو نظم کرتے ہوئے

احادیث و تفاسیر کے بنیادی لفظ 'تطہیر' پر زور دیا ہے جسے خدا نے برترنے خود اپنے

ارادے سے کچھ بندوں کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ طہارت کا مفہوم ہے ان تمام مادی

اور معنوی نقائص سے پاک ہونا جو ایک انسان کے جسم و روح اور نفس میں کسی قسم کی

کوئی کمی یا برائی پیدا کر دے۔ چونکہ ہدایت کے لیے انسانی کردار کے ایسے مکمل نمونے

درکار ہوتے ہیں۔ جن کے کردار کے کسی پہلو میں کوئی نقص نہ نکالا جاسکے اور وہ کمال

انسانیت کے لیے ایک حجت کی حیثیت رکھنے کے اہل ہوں لہذا اللہ نے ان پر نمایاں

۱ لہ ترمذی شریف - جلد ۲ - مترجمہ آغاز فنیق بلند شہری ص ۲۲۹

۲ لہ شیخ سلمان قندوزی سنی الحنفی: معالم العترۃ ایضاً بیح المودت - ترجمہ ملک محمد شریف ص ۱۴۵

اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد امت رسول نے پیغمبر اسلام کی خدمت میں یہ گزارش کی کہ اے خدا کے رسول آپ نے تبلیغ اسلام میں بڑی مشقت و زحمت برداشت کی ہے۔ ہم آپ کو اس کا اجر دینا چاہتے ہیں۔ رسول نے جواب دیا کہ اس امر میں مجھے کوئی اختیار نہیں ہے۔ جب حکم خدا آئے گا تب میں تمہیں جواب دوں گا۔ تب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت طاووسؓ کہتے ہیں کہ ابن عباس سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا قل لا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اجْرًا اَلَا الْمُوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰی (آپ کہہ دیجئے کہ اس پر یعنی تبلیغ رسالت) پر میں تم لوگوں سے کوئی اجر نہیں مانگتا بجز میسر شدہ داروں کی محبت کے (یعنی بس میرا اجر یہی ہے) اس پر حضرت سعد ابن حنبلہ نے فرمایا اس سے مراد آل رسول اللہ کی محبت ہے۔

چونکہ اہل بیت کی مودت رسالت کی اجر ہے اور رسالت دین سے حاصل ہوئی ہے لہذا جب تک امت باقی رہے گی دین کی تبلیغ کا اجر قربیٰ کو بعنوان مودت ادا کرنا پڑے گا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قربیٰ کا سلسلہ ہر دور میں باقی رہے گا کیوں کہ سلسلہ قربیٰ ختم ہو جانے کی صورت میں اجر رسالت کی ادائیگی کا فرض ادا نہیں ہو سکے گا۔ بالفاظ دیگر خدا نے بندوں پر اجر رسالت فرض کیا ہے تو اس کو ادا کرنے کے امکانات کو باقی رکھنا خداوند عالم کے عدل کے پیش نظر لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دور رسالت میں چونکہ 'قربیٰ' کی باخ معصوم فردیں موجود تھیں لہذا انھیں کو جمع کر کے رسول نے متعارف کرا دیا تھا۔ لیکن یہ معصوم سلسلہ امام حسینؑ کی نسل سے آگے بڑھا اور اس میں نور امام معصوم پیدا ہوئے جو اپنے اپنے دور میں آیہ مودت سے

مصدق تھے۔ انھیں میں آخری امام عصر یا امام ہمدی کی حیثیت سے جلوہ افروز ہوں گے۔ انیس کے مذکورہ بالا مصرعوں میں ان بندوں کی محبت کو جو زمین پر الہی صفات کے نمائندے ہیں اور جن کی سیرت و کردار کی ضمانت پروردگار نے لی ہے قرآن کی تائید کے ساتھ ان کے معیار کو پیش نظر رکھا ہے۔ رسالت میں جملہ الہی پیغامات، تعلیمات و احکام شریعت محفوظ ہیں لیکن یہ سب انسان کو خدا کا مطیع اور حق کا فرمانبردار بنانے اور شر و فساد سے محفوظ رکھنے کے لئے ہے، اطاعت خالق اور نفس کے فساد سے حفاظت ایک سخت مرحلہ ہے کیوں کہ اطاعت پابندی کا نام ہے جسے انسان آسانی سے قبول کرنے کو تیار نہیں لیکن جب انسان کا کردار اطاعت الہی کا جزو بن جائے تو پابندی آزادی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ پھر یہی میلان اس بات کی ضمانت ہو جاتا ہے کہ رسالت کے تمام پیغام کی سختی کو انسان گوارا کرے گا۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر دل میں الہی صفات بندوں کی محبت آگئی ہے تو گویا رسالت کا فریضہ کارگر ہو گیا۔ اسی لئے قرآن نے لفظ محبت سے ہٹ کر لفظ مودت، اقبال کیا ہے۔ اس لئے کہ ساری محبتیں انسان کو خالق سے دور کرتی ہیں اور اہل بیت کی محبت انسان کو خالق سے قریب کرتی ہے۔ انیس کے الفاظ میں یہی محبت "خوش اقبالی" ہے اور یہی نہ ہو تو دل 'سنگ' یا 'پتھر' کے مثل ہے۔

آیت اطاعت

اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم
ترجمہ: (اے ایماندارو) خدا کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں صاحبان امر ہوں۔

لے قرآن: سورہ نساء - آیت ۵۹ لے قرآن: ترجمہ فرمان علی ص ۱۳

لے شیخ سلیمان قندوزی سنی محنفی: معالم العترہ دینا بیع المودت۔ ترجمہ ملک محمد شریف ص ۶۹

اطاع علیاً فقد اطاعنی ومن عصی علیاً فقد عصانی۔ ۱۷
 ”ترجمہ: معاویہ بن ثعلبہ نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت کی ہے کہ
 انھوں نے کہا ”فرمایا رسول اللہؐ نے“ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت
 کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے علیؑ کی اطاعت کی
 اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علیؑ کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی“ ۱۸

میرا نیس نے مذکورہ مصرعوں میں اطاعت کو بنیادی لفظ قرار دیا ہے۔
'اطاعت' عربی لفظ ہے۔ جس کے لفظی معنی جھکاؤ کے ہیں اور جھکاؤ ایک فطری عمل ہے جو دنیا کے ہر انسان میں پایا جاتا ہے اور شاید ہی کوئی فرد بشر ایسی ہو جو اس فطری عمل سے خالی ہو۔ اور کسی نہ کسی شخص کسی نہ کسی اصول یا کسی نہ کسی چیز پر پھٹکتی نہ ہو۔ لہذا اس فطری جھکاؤ یعنی 'اطاعت' کے عمل میں پوری انسانیت شریک ہے۔ اطاعت کے معنی و مفہام میں اختلاف نہیں بلکہ کس کی اطاعت کی جائے موضوع بحث رہا ہے۔ انسان جسے اپنے لیے مفید یا فرحت بخش سمجھتا ہے اسکی طرف فقط جھکتا ہے۔ وہ اسی کو اپنی اطاعت کا موضوع بناتا ہے۔ لہذا خطا و صواب کا امکان اس کی سمجھ پر منحصر ہے کہ اس نے جسے موضوع اطاعت بنایا ہے وہ واقعی مفید اور حقیقتاً فرحت بخش ہے یا فقط ذاتی خیال ہی میں ایسا ہے۔ انسان کی تاریخ گواہ ہے کہ اس کی عقل نے ہزاروں چیزوں کو کبھی مفید کہا اور بعد میں اس کے ضرر کا قائل ہو گیا۔ لہذا ضروری ہے کہ موضوع اطاعت کسی ایسی عقل سے طے ہو کہ ایک بار جسے مفید اور فرحت بخش کہہ دے وہ ہمیشہ کے لیے مفید اور فرحت بخش ہو اور انسان کو اس کے

۱ المستدرک - جلد ۳ ص ۱۲۱
۲ سید علی حسنین شفیقة - مقام مرتضی ص ۴۲

اس آیت میں لفظ 'اولی الامر' میں اختلاف ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد بادشاہ اور حاکم ہے مگر معتبر تفسیروں کے نزدیک 'اولی الامر' سے مراد معصوم رہنما ہے۔ چونکہ آیت کے پہلے لفظ سے نمایاں ہے کہ ایمان والوں کو اطاعت کرو۔ تو آپ جس کی اطاعت فرض قرار دی جائے گی وہ اطاعت کرنے والے سے بالاتر ہوگا۔ اگر اطاعت کرنے والا فقط صاحب ایمان ہے تو جس کی اطاعت واجب ہے اس کو کامل الایمان اور معصوم ہونا چاہیے۔ تاریخ گواہ ہے کہ بادشاہوں اور حکمرانوں کے کردار میں عصمت اور پہارت کی شرط نہیں رہی لیکن اسلام میں اطاعت خدا اور اطاعت رسول کے بعد مستحق اطاعت ہونے کے لئے معصوم ہونا ضروری ہے اسی لئے معتبر کتب احادیث میں 'اولی الامر' سے مراد علیؑ، حسن اور معصوم ذریت لی گئی ہے۔ "عن معاذ بن ثعلبة عن ابی ذرؓ قال قال رسول اللہ :- "مَنْ اطاعنی فقد اطاع اللہ وَمَنْ عَصَانِی فَقَدْ عَصَى اللہَ وَمَنْ

۱۹۶۰ء مراٹھا انیس۔ نو لکھنور۔ جلد ۴ ص ۱۹۶

۴۲ " " " جلد اول صفحہ

۴۳ باقیات انیس: اکبر خیدری۔ جلد اول ص ۶۱

۱۷ شیخ سلیمان قندوزی سنی الحنفی۔ معالم العترہ (رینا بیع المودت) مترجمہ ملک محمد شریف ص ۱۸۵

علامہ صاحب السنن الحنفی کو کتب درسی (مناقب مرتضوی) مترجمہ سید محمد بیطن ص ۱۳۹

آغا محمد سلطان مرزا. الیلاغ البین. حصہ دوم ۱۲۸۹ تا ۱۲۹۰

جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے رسول کریم سے پوچھا کہ آپ پر درود و سلام کس طرح بھیجیں تو رسول نے فرمایا کہ مجھ پر ”دم بریدہ“ صلوات نہ بھیجا کرو۔ لوگوں نے پوچھا کہ دم بریدہ سے کیا مراد؟ آپ نے کہا ”اللہم صل علی محمدؐ پر ہی نہ رک جایا کرو بلکہ آل محمدؐ بھی کہا کرو۔“ اسی حدیث درود کو پیش نظر رکھ کر امام شافعیؒ نے اپنے شعر میں کہا تھا کہ اے اہلبیت اگر تم پر درود نہ بھیجا گیا تو ساز ہی نہ ہوگی۔ اس انداز درود کے استدلال میں ایک روایت اور درج کی جاتی ہے۔ حضرت ابو سعید انصاری فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کے پاس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ہم اس وقت حضرت سعد بن عبادہ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ آپ کی خدمت میں بشیر بن سعد نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ آپ پر درود بھیجیں۔ سو بتلائیے کہ ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں۔ راوی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چپ رہے۔ حتیٰ کہ ہم لوگوں کو گمان ہوا کہ ”دکویا“ انھوں نے پوچھا ہی نہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم لوگوں کو یوں پڑھنا چاہیے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مُّجِیدٌ اَللّٰہُمَّ مُحَمَّدٌ رَّادِی ان کی آل پر رحمت فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم کی اولاد پر برکت فرمائی لوگ تیری حمد کرتے ہیں۔ تو بزرگ ہے، اور سلام اس طرح جیسا کہ تم جانتے ہو یا جس طرح تمھیں سکھایا گیا ہے۔

۱۔ ملاحضات سنی الحنفی کوکب دری۔ مناقب مرقی ترجمہ سید محمد سلیمان ص ۱۳

۲۔ سید ظفر حسن مقال القرآن ص ۱۹۳

۳۔ ترمذی شریف، جلد ۲۳ ص ۲۳۲۔ صحیح بخاری، الجزء ثانی مطبوعہ مہر عبد اللہ ابلاغ البیروتی، جلد اول، ص ۵۸

انہیں نے مذکورہ مصرعوں میں دو الگ فضیلتوں کو واقعہ مباہلہ کے پس منظر میں نظم کیا ہے۔ پہلی فضیلت یہ کہ علیؑ کو رسول نے اپنا نفس کہا ہے اور اسی نفس قرآنی کی بنیاد پر علیؑ کو نفس رسول کہلانے کا امتیاز حاصل ہوا۔ دوسری فضیلت یہ کہ واقعہ مباہلہ میں نصرانیوں کے مقابلے پر خدا نے جنھیں صادقین بنا کر پیش کیا ہے انھیں میں ایک فرد علیؑ کی ذات بھی ہے۔

پہلے اور دوسرے دونوں مصرعوں میں انہیں نے فضیلت کو خاص علیؑ یا اہلبیت رسول پر مرکوز کرنے کے لئے لہجہ کو سوالیہ بناتے ہوئے انفسنا انفسکم کس سے اشارہ؟ اور نفس کس کی شان میں؟ کی تکرار سے گویا مسلمانوں کے عام ضمیر سے یہ اقرار لے لیا ہے کہ سوائے علیؑ کے کوئی اور ان امتیازات کا اہل نہیں ہو سکتا۔

آیت درود

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتُهٗ يَصلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا ۝۱

ترجمہ: بیشک خدا اور اس کے فرشتے پیغمبر اور اس کی آل پر درود بھیجتے ہیں تو اے ایمان والو! تم بھی درود بھیجتے رہو اور برابر سلام کرتے رہو۔

۱۔ بھیجو صلوات اور سلام اس پر مکرر ہے

۲۔ کی صل علی کہہ کے محمدؐ نے یہ تقریر ہے

۱۔ قرآن: سورہ احزاب۔ آیت ۵۶

۲۔ قرآن: ترجمہ فرمان علی۔ ص ۵۷

۳۔ مراثنی انیس۔ جلد دوم، نوکشور ص ۹۵

۴۔ جلد اول۔ ص ۵۶

اللہ معصومین ہیں: ابن مرویہ نے ابن عباس سے اور ابن عساکر نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ صادقین سے مراد علی ابن ابی طالب ہیں۔

انہیں نے مذکورہ مصرعہ میں صادقین کی بحث اٹھاتے ہوئے ذات علی کو اس شرف سے مخصوص کیا ہے۔ صداقت ایک ایسا وصف ہے جو انسان کے جملہ اوصاف پر اثر انداز ہوتا ہے۔ صداقت میں دو عناصر بنیادی ہوتے ہیں پہلا علم۔ دوسرا علم پر عمل درآمد کی اخلاقی ہمت۔ اگر جہل کا ہلکا سا سایہ بھی پڑ جائے گا تو معلوم بقدر جہل صادق ہو جائے گا۔ اور اس کا اثر عمل پر لازمی طور پر پڑے گا۔ دوسرے اگر معلوم صحیح و صادق ہو لیکن اس پر عمل کرنے کی اخلاقی ہمت نہ ہو تو نفس کی یہی کمزوری عمل کو غیر صادق بنادے گی۔ چونکہ علی کو علم ولیقین میں درجہ تامہ حاصل تھا اور نفس میں طہارت کی آخری منزل پر فائز تھے۔ لہذا ان کے یا ان جیسے ہم علم و ہم نفس بندوں کے علاوہ پوری کائنات میں کوئی صادقین کی آئینی فہرست میں نہیں آسکتا۔ لہذا انہیں نے استدلال کو استہفامیہ طور پر بیان کرتے ہوئے کہا: "غیر از علی ملا شرف صادقین کسے؟"

آیت قل کفی باللہ

قل کفی باللہ شہیداً بینی و بینکم و من عندہ علم الکتاب۔

ترجمہ: اے رسول کافر لوگ کہتے ہیں کہ تم پیغمبر نہیں ہو تو تم (ان سے) کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے واسطے خدا اور وہ شخص کافی ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

لے تفسیر و منشور۔ جلد ۳ صفحہ ۲۹۔ مطبوعہ مصر۔ بحوالہ حاشیہ قرآن۔ ترجمہ فرمان علی صفحہ ۲۴

۵ قرآن: سورہ رعد۔ آیت ۳۳

۶ قرآن: ترجمہ فرمان علی صفحہ ۳۰۵

انہیں نے مذکورہ بالا مصرعوں میں اس فضیلت کو نظم کیا ہے جو مستحق درود و صلوات ہیں۔ جنہیں درود بھیجے بغیر جب نماز اور دعا قبول نہیں ہوتی تو بھلا رسول کی تقریر کیسے شروع ہو سکتی ہے۔ انہیں نے اسی لئے کہا ہے "تھی صلی علی اکبر کے محمد نے یہ تقریر" درود یا صلوات میں یہ راز مضمر ہے کہ جن بندوں پر اللہ نے درود بھیجا ہے وہ کسی جامع اور مرکزی حیثیت کے حامل ہیں اور ان کو الگ کرنے کے معنی ہیں دین کو مرکزی ہی سے محروم کر دینا۔ لہذا درود پر سختی سے تاکید فرمائی ہے۔

آیت صادقین

یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔

ترجمہ: اے ایماندارو خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

میرا میں نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے:-

غیر از علی ملا شرف صادقین کسے

ہاتھ آیا زور دست جہاں آفریں کسے

یہ آیت اہل بیت رسول کے فضائل میں نازل ہوئی اور صادقین سے مراد

۱ سید ظفر حسن: حقائق القرآن صفحہ ۳۵

۲ اصول کافی: جلد ۲ (الثانی) کتاب دعا۔ ترجمہ سید ظفر حسن صفحہ ۴۸

۳ قرآن: سورہ توبہ۔ آیت ۱۱۹

۴ قرآن: ترجمہ فرمان علی صفحہ ۲۴

۵ مراثی انیس: جلد ۴۔ نوٹکشور۔ صفحہ ۱۹۴

دوسری سمت امت کی شہادت۔ لیکن دونوں شہادتوں کا ایک عظیم فرق یہ ہے کہ اگر امت کا کوئی انسان کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد خدا کے رسول ہیں تو اس سے اس انسان کا اسلام ثابت ہوتا ہے لیکن رسول کی رسالت ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ اگر وہی انسان کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد خدا کے رسول نہیں ہیں تو اس کی نفی سے رسول کی رسالت کی نفی نہیں ہوتی یعنی رسول کی رسالت کا دار و مدار اس کے اثبات و نفی پر نہیں ہے بلکہ اس کے اپنے اسلام کا دار و مدار اس کے اقرار و انکار رسالت پر ہے۔ لیکن اگر خدا کہے کہ محمد میرے رسول نہیں تو خود رسالت ہی کا اعتبار ساقط ہو جائے گا۔ تو اگر وہی خدا کسی کو سند دے دے کہ اگر وہ کہے کہ میں محمد کو خدا کا رسول مانتا ہوں تو رسالت ثابت ہے اور اگر یہ کہے کہ وہ رسول نہیں تو رسالت ساقط ہو جائے گا تو ماننا پڑے گا کہ رسول کی رسالت کا انکار اس انسان کی اثبات و نفی پر منحصر ہے۔ اسی انحصار کا دوسرا نام (قل کفی) ہے جس کے مصداق علیؑ ہیں یعنی عام امتیوں کی گواہی کفایت کے مرتبہ میں ہے۔ یعنی علیؑ گواہی نہ دیں تو خود رسالت کا اعتبار قطعی سے محروم رہ جائے گا۔ اسی لئے انہوں نے 'قل کفی' کو بادشاہت یعنی ایک امتیازی اقتدار تعبیر کیا ہے اور دوسرے مصرعہ میں لفظ 'قل کفی' کو کافی سند سے تعبیر کیا ہے۔

آیت ولایت

اَتَمَّا وَلَّيْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الَّذِيْنَ يَّقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ
وَلْيُوْثِرُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ۝ ٥٤

ترجمہ: یہ شک اللہ تعالیٰ تمہارا ولی ہے۔ اور رسول اس کا۔ اور مومنین

۱ قرآن سورہ المائدہ - آیت ۵۵

میرا نہیں نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے:

۱ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

یہاں صاحب علم کتاب سے حضرت علیؑ کی ذات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔
فصیل ابن یسار امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی۔ آپ ہی اس امت کے عالم ہیں۔ اس روایت کی تصدیق میں ایک دوسری روایت تفسیر ثعلبی کے حوالے سے یوں نظر آتی ہے: "عبداللہ ابن سلام نے روایت کی ہے کہ میں نے رسول خدا سے پوچھا کہ جس شخص کے پاس کتاب کا علم ہے وہ کون ہے تو حضرت نے کلمہ و حصر کے ساتھ فرمایا کہ وہ علیؑ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ حضرت علیؑ کے علم و تبحر کی جلالت کا اعتراف اسلام کی جلیل ترین شخصیتوں نے بھی کیا ہے۔ حضرت ابو بکر کا پہلا خطبہ مشہور ہے جس میں آپ نے جناب امیر کی طرف رجوع کرتے ہوئے کہا کہ میں تم سے زیادہ علم رکھنے والا نہیں ہوں۔
انہیں نے مذکورہ مصرعوں میں قرآن کی آیت کے ایک فقرے 'قل کفی' کے اندر چھپی ہوئی علیؑ کی ایک ایسی جلالت کو نظم کیا ہے جس کا پایہ خدا کی گواہی کی جلالت سے مل جاتا ہے۔ آیت میں جو بات قرآن نے اٹھائی ہے اس میں درمیان میں رسول کی رسالت ہے اور اس کے ایک سمت خدا اور علیؑ کی شہادت ہے اور

۱۹۴۲ء مرانی، انیس: جلد نم نو لکھنؤ ص ۱۹۴

۱۹۴۲ء مرانی، انیس: جلد نم نو لکھنؤ ص ۱۹۴

۱۹۴۲ء مرانی، انیس: جلد نم نو لکھنؤ ص ۱۹۴

۱۹۴۲ء مرانی، انیس: جلد نم نو لکھنؤ ص ۱۹۴

۱۹۴۲ء مرانی، انیس: جلد نم نو لکھنؤ ص ۱۹۴

جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ یہ میرا نیت نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے:-

۱۔ کونین میں ملا شرف اٹھا کے ۲

۳۔ زیبا ہمارے تن پہ ہے تشریف اٹھا ۴

۵۔ قرآن سے ثابت ہے خدا کا وہ ولی ہے ۶

۷۔ حیدر سے فرمایا کہ اے شاہ ولایت ۸

یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت میں نازل ہوئی۔ "ابن عباس سے روایت ہے کہ ابو ذر نے فرمایا کہ اے لوگو! میں ایک دن رسول خدا کے ساتھ مسجد

میں نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک سائل مسجد میں داخل ہوا اور لوگوں سے مدد طلب کی لیکن کسی نے کچھ نہ دیا تو اس نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے کہا کہ خدایا گواہ

رہنا کہ میں نے تیرے رسول کی مسجد میں مدد طلب کی لیکن کسی نے جواب تک نہیں دیا۔ ایسی حالت میں جب کہ حضرت علیؑ رکوع میں تھے اپنے داہنے ہاتھ کی ہتھنگلی

سے اشارہ کیا۔ سائل قریب آیا اور انگوٹھی آپ کے ہاتھ سے اتار لی پیغمبر خدا

جو حالت نماز میں تھے جب نماز سے فارغ ہوئے تو سر آسمان کی طرف بلند کیا۔ ابھی پیغمبر کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ جبریلؑ نازل ہوئے اور رسول اللہؐ سے کہا کہ پڑھئے

تو حضور نے کہا کیا پڑھوں تو جبریلؑ نے کہا کہ پڑھئے آیت ولایت (تمہارا سر پرست

۱۔ قرآن : ترجمہ مسلمان علی ص ۱۳۹

۲۔ مراثی انیس - جلد ۴ - نو لکھنؤ ص ۱۹۴

۳۔ " " جلد ۲ - " ص ۵۵

۴۔ " " جلد ۲ - " ص ۱۳۱

۵۔ " " جلد ۱ - " ص ۷

اور رہبر صرف خدا ہے۔ اس کا پیغمبر اور وہ ہیں جو ایمان لائے اور انھوں نے نماز قائم کی اور حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کی ہے۔" ۱

دوسرے مقام پر یہ روایت یوں ملتی ہے۔

رواہ الطبرانی فی الاوسط فی ترجمہ محمد ابن صالح وعند

مردویہ من حدیث عماد ابن یاسر و فی اسنادہ خالد بن یزید البغوی دھومتروک۔ رواہ الثعلبی من حدیث ابی ذر مطولاً و اسنادہ سافطہ ۲

ترجمہ : پس یقیناً روایت کی ہے اس حدیث کی ابن ابی حاتم نے سلم بن کہیل کے سلسلہ سے۔ انھوں نے کہا کہ حضرت علیؑ نے حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی کا صدقہ

دیا تو یہ آیت نازل ہوئی (اتما ولیکم الخ) ۳

انیس نے مذکورہ مصرعوں میں علیؑ کی ولایت کے پس منظر کو ملحوظ رکھتے

ہوئے اس ولایت کی بات کی ہے جو قرآن سے ثابت ہے اور قرآن نے جسے لفظ "اتما" یعنی حکم و حصر کے ساتھ پیش کر کے چند بندوں کے اندر منحصر کر دیا ہے چونکہ

اولیاء اللہ کی فہرست مسلمانوں میں بہت طویل ہے اور چھوٹے چھوٹے کرامات کی بنیاد پر صوفیائے کرام کو بڑی فراخ دلی سے ولی اللہ کا لقب دیا جاتا رہا ہے لہذا

ضرورت تھی کہ انیس اس ولایت کو سامنے رکھتے جو خدا سے سند یافتہ تھی۔ خدا نے آیت میں خود کو، اپنے رسول کو اور ان بندوں کو اپنا ولی قرار دیا ہے جو عبادت

پروردگار (رکوع)، اور خدمت خلق (زکوٰۃ) کو یکجا کر دیں۔ یہ صفت رسول،

۱۔ تفسیر نمونہ : جلد ۴ ص ۱۶-۳۱۵ - سید صفدر حسین نجفی

۲۔ الکشاف : جلد ۱ ص ۶۲۹

۳۔ سید علی حسنین شیفہ : مقام مرتضیٰ ص ۱۴

۷۔ حق نے کیا عطایہ عطا ہل اتی کسے ۸۔

انیس تے مذکورہ مصرعوں میں ان بندگان خدا کو الگ کیا ہے جنہوں نے اپنے اخلاص سے بندگی پروردگار میں اتنا اونچا مقام حاصل کیا کہ اللہ نے ان کا حق اپنی ذات پر واجب کر لیا ہے۔ جب کہ تمام بندگان خدا پر اللہ کا حق ہے لیکن خدا کی محبت میں جب یہ نفسی اس حد تک شامل ہوتی ہے کہ فائق پر فائق

ملا محمد صالح سنی الحنفی کوکب دری (مناقب مرتضوی) مترجمہ سید محمد سلطین ۱۲۵

آیت نذر

خاصگان کیریا ہیں پختن

۷ ہے انھیں بندوں کا حق اللہ پر

۵۳ : " " " " ۴

بھی اس ارادے میں حائل نہیں ہو پاتے کہ خدا کی خوشنودی کے لئے یتیم و اسیسہ و مسکین کو نظر انداز نہ کیا جائے چاہے ہماری ضرورت، بچوں کی بھوک اور فاقوں میں ناقابل برداشت شدت ہی کیوں نہ پیدا ہو جائے تو بندہ اس خلوص کا مالک ہوتا ہے جہاں رضائے پروردگار کی شدت اپنی ضرورت کی شدت پر غالب آجاتی ہے اور سب کچھ قربان کر دینے کا حوصلہ قوی تر ہو جاتا ہے اور خدا کی ادنیٰ اسی ناراضگی برداشت کرنے میں ضعیف تر ہو جاتا ہے اور نفس اس ظہارت تک پہنچ جاتا ہے جہاں خدا کا حق بندے پر تمام ہو جاتا ہے اور خود بندے کا حق خدا پر شروع ہو جاتا ہے۔ اور وہ جزا کی پوری کائنات ایسے ہی بندوں کے حوالے کرنے کے بعد بھی ان کے خلوص کے مقابلے میں ہلکا پاتلہ ہے تو خدا ہو کر بھی بندوں کا شکر یہ ادا کرتا ہے۔ ایسے ہی بندے انیس کی زبان میں "خاصکنا کبریا" سے تعبیر کئے گئے ہیں۔ انھیں کی شان میں بقول انیس "ھَلْ اَتَىٰ اَتْرَا چاہئے۔ اور انھیں کا حق خدا پر ہونا ممکن ہو سکتا ہے۔ یہی وہ امتیاز ہے جس میں وہ بندے فرید و وید بے مثل و بے نظیر ہیں۔ انیس نے کس اچھے عنوان سے اس امتیاز کو ایک مصرعہ میں یہ کہہ کر سمیٹ دیا ہے۔ حق نے کیا عطایہ عطا

صل اتی کے -
آیت امام مبین
 وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامِهِ مُبِينٌ ۝
 ترجمہ : ہم نے ہر چیز کو امام مبین میں گھیر دیا ہے ۝

۱۔ قرآن : سورہ یسین - آیت ۱۲

۲۔ قرآن : ترجمہ فرمان علی ص ۲۸

میر انیس نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے:

۱۔ قرآن سے عیاں ہے بزرگی امام کی ۱۔

۲۔ یسین میں کہا ہے امام مبین کے ۲۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس وقت آنحضرت کے پاس حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کھڑے تھے۔ دونوں نے رسول اللہ سے پوچھا کہ کیا امام مبین سے مراد تو ریت ہے۔ فرمایا نہیں۔ پھر پوچھا کیا انجیل مراد ہے۔ فرمایا نہیں، پھر پوچھا قرآن مراد ہے۔ فرمایا نہیں۔ اتنے میں حضرت علی سامنے سے نمودار ہوئے تو حضرت نے فرمایا یہ ہے امام مبین ۳۔

میر انیس نے مذکورہ مصرعوں میں انسانی کمال کے اس درجہ کو جو انسانی نفس کی صلاحیت اور خدا کے خاص لطف کے باہمی عمل سے پیدا ہونے والے ایک خاص وصف سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا ذکر کیا ہے اس خاص درجہ کو اصطلاح قرآن میں "امام مبین" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ امام وہ انسان ہے جو اپنے پیکر بشری میں نفس کی ذاتی صلاحیت اور خاص لطف الہی کے تعاون سے ایک ایسی آگہی میں داخل ہو جاتا ہے جو پوری کائنات شہود کو اس کی ہلکا ہوں کے سامنے منکشف کر دیتی ہے۔ اور دائرہ موجودات کی ہر شے اس کی علمی حصار میں آجاتی ہے۔ اس پورے

وصف سے متصف انسان کو قرآن میں "امام مبین" کہا گیا ہے۔ انسان کی اشرفیت کا انحصار انسان کے شعور و عقل اور اس کی آگہی پر ہے اور آگہی اسی وقت اشرف ہو سکتی ہے جب اس کی گرفت ہر شے پر ہو اور کوئی شے اس کے حصار سے باہر

۱۔ مرآۃ انیس - جلد اول - نو لکھنؤ ۳۸۳

۲۔ " - جلد ۲ - " ۱۹۴

۳۔ تفسیر منشور: جلال الدین سیوطی۔ بحوالہ تفسیر القرآن۔ ظفر حسن۔ ص ۲۸۴

نہ جاسکے۔ آگہی اصولی طور پر جب اس نقطہ کمال پر پہنچ سکتی ہے تو یہ ایک امر کا فی حقیقت کا درجہ رکھتی ہے۔ اسی امر کا فی حقیقت کو جس پیکر میں مجسم کر دیا جائے، وہ ذات انسان بھی ہوتی ہے اور امام بھی لیکن یہ وصف صرف ارتقائی نہیں بلکہ ارتقائی اور وہی دو عناصر کا مرکب ہوتا ہے لہذا ہر عالم "امام مبین" نہیں ہو سکتا۔ البتہ اپنے سنجیدہ علم کا رئیس یا قائد ضرور ہو سکتا ہے۔ انیس نے انسان کی اسی بزرگی کی طرف توجہ مرکوز کرتے ہوئے کہا ہے کہ "قرآن سے عیاں ہے بزرگی امام کی" اور "یہیں میں کہا ہے امام مبین کسے" یعنی جسے امام مبین کہا گیا ہے وہ انسان کو نہ ہے سوائے اس انسان کے جو کتاب مبین کا علم رکھتا ہو اس لیے کہ کتاب بھی ہر شے پر محیط ہے تو عالم کتاب کو بھی ہر شے پر محیط ہونا چاہئے۔

آیت کمال

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَانْتَمَسْتُ عَلَيْكُمْ بِنِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۖ

ترجمہ: آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے اس دین اسلام کو پسند کیا۔
میرا انیس نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔

سے کس کے لیے اکملت لکم دینکم آیا
اتممت علیکم کا ملا ہے کسے پایا

۱۔ قرآن: سورہ یٰسین آیت ۱۲ سے قرآن سورہ المائدہ آیت ۳

۲۔ قرآن: ترجمہ فرمان علی ص ۱۲۷

۳۔ مراۃ انیس: جلد ۳۔ نو لکھنؤ ص ۱۱۲

۴۔ حق نے قرآن کی سورہ میں کسے یاد کیا
کس کو اکملت لکم دینکم ارشاد کیا

اس آیت کی شان نزول یہ بیان کی گئی ہے کہ جب رسول کریم آخری حج سے پلٹ رہے تھے تو غدیر خم کی منزل پر حاجیوں کے مجمع کے سامنے اعلان ولایت علی کیا۔ جب اعلان ولایت کر چکے اور آنحضرت کا خطبہ ختم ہوا تو آنحضرت ابھی منبر سے نہیں اترے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ "تو معتبر راویان اسلام کا بیان ہے کہ یہ آیت غدیر خم کے روز علی ابن ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی"۔

انیس نے مذکورہ مصرعوں میں علی کی ایک اور امتیازی فضیلت کو استفادہ عنوان سے پیش کیا ہے۔ دین ایک ایسی بسیط حقیقت ہے جو پورے عالم کو نہ درمکان پر محیط ہے۔ ہر شے کا ایک مخصوص قانون ہے جو اس کی ماہیت، ہیئت اور اس کے خواص سے تشکیل پاتا ہے لیکن جہاں تک شے میں کوئی ذاتی نفس یا شعور نہیں ملتا وہاں تک ایک تکوینی قانون ہوتا ہے جس کی اشیا، قہری طور پر پابند ہوتی ہیں۔ اسی تکوینی اصول یا قانون کا سائنس کے مختلف شعبوں میں ہم مطالعہ کرتے ہیں۔ لیکن جہاں سے سلسلہ شعور پیدا ہوتا ہے وہاں سے شے کا نام شعوری مخلوق یا انسان ہو جاتا ہے۔ انسان بیک وقت عالم تکوین کا جزو ہونے کی وجہ سے مادی قوانین کا پابند ہونے پر مجبور ہوتا ہے لیکن اپنے شعوری وجود میں اپنا دین خود اختیار کر لیتا ہے

۱۔ مراۃ انیس: جلد ۳۔ نو لکھنؤ ص ۱۱۲

۲۔ ملا محمد صالح حسنی (مناقب مرتضوی) مترجمہ سید محمد بسطین ص ۱۲
آغا محمد سلطان مرزا البلاغ البین (حصہ اول و سوم) ص ۵۹

۳۔ مشکوٰۃ شریف، درمنثور۔ جلد ۲۔ بحوالہ حاشیہ قرآن۔ فرمان علی ص ۱۲۷

اب چاہے دین صحیح ہو یا غلط، کامل ہو یا ناقص، چونکہ اختیاری ہوتا ہے اس لئے صحیح اور غلط کا فیصلہ نہ سائنس سے ہو سکتا ہے نہ فلسفہ سے اور نہ منطق سے۔ اس لئے منطق یا فلسفہ یا سائنس سے کامل دین دریافت ہو سکتا تو رفتہ رفتہ اختلافات ختم ہوتے رہتے۔ لیکن اختلافات کا برقرار رہنا اس بات کی علامت ہے کہ شعوری دین کی دریافت میں شعور ایک ناتمام صلاحیت کا نام ہے اور دین کامل طے کرنا فقط اس کا کام ہے جو شعور کا خالق ہے۔ شعور بھی ایک شے ہے اور جیسے ہر شے کا خالق اس شے کا قائل بناتا ہے ویسے ہی انسان کی شعوری حیات کا بھی ایک کامل دین ہے اسی لئے اللہ نے اس کا نمونہ بھی اپنی طرف چند بندگان خدا کی شکل میں بنایا ہے اور کمال دین کو ان کی سیر پر منحصر کر دیا ہے۔ دور رسالت تک میں یہ نمونہ خود ذات رسول میں تھا۔ لیکن جب رسول دنیا سے رخصت ہونے لگے تو تکمیل دین کی ضرورت کو علی کی ذات اور اہل بیت طاہرین کے نمونہ سے پورا کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ خدا نے تمہارے دین کی تکمیل علی کی ولایت سے کی ہے اور تم پر نعمتوں کو تمام علی کے وسیلے سے کیا ہے۔ یعنی علی شعور بشری کا وہ مکمل نمونہ ہے جس پر دین کامل اور نعمتیں تمام ہوتی ہیں۔ علی کو مٹا کر ہر شعور ناقص ہے دین ناقص اور ہر نعمت ناتمام رہ جاتی ہے۔ اسی لئے انیس نے ہر اعتبار سے متوازن اور ہم آہنگ مصرعوں میں اکملت لکم دینکم، اور اتممت علیکم، کے خطوط کو ذات علی کی امتیازی برتری سے جوڑ کر اسوایہ فقرات سے ادعائی فضائید کی ہے کہ علی جیسا صاحب فضل و شرف کوئی لاسکو تو لاؤ۔ اور اگر نہ لاسکو تو یہ سمجھ لو کہ دین کے تحفظ کا تقاضا علی کی ذات سے وابستہ ہے اور جس دین میں تحفظ کا انتظام نہ ہو وہی دین ناقص ہے کامل نہیں۔ لہذا رسول نے بھی کمال دین کا اسی وقت اعلان کیا جب اس کا انتظام بھی کر لیا۔

آیت علم

بَلْ هُوَ آيَاتٌ كُيِّنَتْ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ
ترجمہ: جن لوگوں کو خدا کی طرف سے علم عطا ہوا ان کے دلوں میں قرآن کی آیتیں روشن ہیں۔

میر انیس نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔

۱۔ رشتہ کچھ اس کو مصحف ناطق سے ہے ضرور
قرآن کے حرف حرف کے معنی پہ ہے عبور
۲۔ تم پہ کرتا ہے حسین آخری حجت کو تمام
پس مصحف ناطق ہوں سنو میرا کلام

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے مصداق ائمہ معصومین ہیں کیوں کہ خدا کی بارگاہ سے ان حضرات کے علاوہ کسی کو علم نہیں عطا ہوا ہے سوائے رسول اور اہل بیت رسول کے کسی اور کو علم وہی حاصل نہیں ہے لہذا "والعلم سے وہی لوگ مراد ہوں گے جو اپنے سینوں میں علم الہی رکھتے ہوں"۔

۱۔ قرآن: سورہ النکبت - آیت ۴۹

۲۔ قرآن: ترجمہ فرمان علی - صفحہ ۴۸

۳۔ مرانی انیس: جلد ۴ نو کشور صفحہ ۲۸۴

۴۔ " : جلد ۱ " صفحہ ۹۴

۵۔ حاشیہ قرآن: ترجمہ فرمان علی - صفحہ ۴۸

۶۔ تفسیر القرآن: جلد ۴ - سید ظفر حسن صحت ۱۲

وہ ہیں جو قرآنی الفاظ کی طرح معنی قرآن کے طور پر پیدا کئے گئے ہیں انہیں کاتلاف قرآن مجید نے دوسرے مقام پر یوں کرایا ہے۔ "پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث اپنے بندوں میں ان کو بنایا جن کو چن لیا ہے۔" ۱

آیت مرج البحرین

مَرْجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيْنَ ۚ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيْنَ ۝
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبْنَ ۝ يُخْرِجُ مِنْهَا اللُّؤْلُؤَ وَالْمَرْجَانَ ۝
ترجمہ: اس نے دو دریا بہائے جو باہم مل جاتے ہیں۔ اور ان دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔ ۲

میرا نیتس نے تذکرہ بالا آیت مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔

۱ بحرین میں زہرا و علی اور وہ گہر ہیں ۳

۲ دو نور کے دریا کو جو ہم نے کیا یکجا ۴

یہ آیت مبارکہ علی وزہرا اور حسن وحسین کی شان میں نازل ہوئی۔ ابن عباس اور انس بن مالک سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ دونوں

۱ قرآن: سورہ فاطر۔ آیت ۳۲ ترجمہ فرمان علی ص ۵۲

۲ قرآن: سورہ رحمان۔ آیت ۲۲-۱۹

۳ قرآن: ترجمہ فرمان علی۔ ص ۶۳

۴ مرانی انیس: جلد ۲ نوکشتہ ص ۵

۵ مرانی انیس: جلد اول۔ نوکشتہ ص ۵

انیتس نے مذکورہ مصرعوں میں اس اصولی حقیقت کے پس منظر میں وارث قرآن کی فضیلت کو پیش کیا ہے جو لفظ و معنی کی مستقل بحث سے متعلق ہے۔ دنیا کے ہر ادب کی تنقید گواہ ہے کہ لفظ میں اختلاف نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے لیکن جب اس لفظ پر معانی و مطالب کی مویش گافیاں شروع ہوتی ہیں تو ایک لفظ سے مختلف مرکبات فکر جنم لیتے ہیں اور آخر تک یہ طے نہیں ہو سکتا کہ اس لفظ کے خالق کا معنوی اشارہ کیا ہے اور کہاں تک اس کی بلاغت کا دائرہ پھیلا ہوا ہے چوں کہ قرآن بحیثیت کتاب الفاظ و عبارات و فقرات یا آیات کا مجموعہ ہے لہذا پوری امت میں قرآن کی ملفوظی صداقت پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف کا سلسلہ مفسرین کے نطق سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اور مختلف مرکبات و مسائل میں تقسیم ہوتا ہوا ایک دین کے مختلف فکر طے کر دیتا ہے بدیہی ہے کہ یہ اختلاف لفظ پر شعور کے رد عمل سے پیدا ہوتا ہے جب کہ شعور اپنی صلاحیت اور درجہ میں الگ الگ ہوتے ہیں۔ اور کوئی شعور اس قرآنی الفاظ کے اس خالق کے پورے دائرہ بلاغت تک نہیں پہنچ سکتا۔ جو لفظ کی تخلیق سے پہلے ارادہ پروردگار میں تھا۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ جب تک اسی دائرہ بلاغت کو وہ کسی مخصوص بندے کے شعور کو مطلع نہ کر دے اس وقت تک اختلاف رائے کا سد باب نہیں ہو سکتا اور جسے قرآن میں الفاظ جمع کر دینا خالق کا فریضہ ہدایت ہے اسی طرح ایسے مخصوص ذی شعور بندے بھی پیدا کرنا اس کا فریضہ ہے جو لفظ کو معنی تک پہنچانے میں مفہوم پروردگار سے آشنا ہو۔ اسی لیے قرآن میں اللہ نے فرمایا کہ قرآن کا علم بندوں کو بطور خاص دیا گیا۔ اور انیس نے انہیں بندوں میں وارث قرآن کو منتخب کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ میں مصحف ناطق (یعنی قرآن کے بولتے ہوئے الفاظ) کا فرزند ہوں اور ۳ قرآن کے حرف حرف کے معنی یہ ہے عبور یعنی ہم ہی

سورہ رحمن کی آیت مرج البحرین کی فضا میں پائی جاتی ہے۔

آیت ایشار و خیر

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا حُبَبْتُمْ ۚ

ترجمہ: بیشک تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں کچھ راہ خدا میں خرچ نہ کرو گے
نیکی کے درجہ پر فائز نہیں ہو سکتے۔ ۱

وَيُؤْتِرْكُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ

ترجمہ: ایمانداروں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے اوپر تنگی ہی کیوں نہ ہو
لیکن دوسروں کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں تمہ

میرا میں نے متذکرہ بالا آیات کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔

۱ وعدہ فقط اک سر کا تھا درگاہِ خدا میں

۲ حضرت نے بہتر دیئے سراہِ خدا میں ۳

۴ جتنا پانی ہے وہ پیاسوں کو پلا دیکھائی

۵ کرم ساقی کو تر تو در کھلا دیکھائی ۶

۱ قرآن: سورہ آل عمران - آیت ۹۲

۲ قرآن: ترجمہ فرمان علی - ص ۴۳

۳ قرآن: سورہ حشر - آیت ۹

۴ قرآن: ترجمہ فرمان علی ص ۶۵۴

۵ مراٹھائی انس - جلد ۴ - نوکشتور ص ۲۲۹

۶ " " - جلد اول - ص ۹۵

دریا علی و فاطمہ ہیں اور موتی دھونگے حسن و حسین ہیں۔ ۱

انہیں نے مذکورہ مصرعوں میں لفظ 'بحرین' کی وضاحت میں پہلے
مصرعہ میں شخصیتوں کا سہارا لیا ہے اور دوسرے مصرعہ میں نور کا سہارا لیا ہے اور
اگر دونوں مصرعوں کے ان پہلوؤں کو یکجا کر لیا جائے تو یہ بات روشن ہو جاتی ہے
کہ انیس 'نور' اور شخصیت کو ایک حقیقت کی دو تعبیریں سمجھتے ہیں۔ اور حقیقت بھی
یہی ہے کہ دو دریا پانی کے دریا نہیں ہو سکتے بلکہ یہ فقط استعارے کے طور پر استعمال
کیا گیا ہے جو دراصل معرفت کے جز کے بہاؤ کا مفہوم اور ہدایت کی تشکیلی کو
دور کرنے کے معنی پر مشتمل ہے جس کی پیاس کا علاج دریا ہے اور ذہن و فکر کی
پیاس کا علاج معرفت ہے جو دراصل بصیرت کا نور ہے جو حقائق کو روشن کر دیتا
ہے۔ علی اور فاطمہ زہرا پیکر بشری میں کمال معرفت کی رعایت سے
دو نور تھے جو سبیل دریا کی طرح شعور اور فکر کو میراب کرنے کے لئے پسند فرما
الہی سے جاری کئے گئے تھے۔ اور انھیں دونوں کا ازدواج حقیقتاً نور کے دو
دریاؤں کا یکجا ہو جانا تھا جس کے نتیجہ میں جو عرفانی تموج یا جو لغتہ موج پیدا
ہو تا ہے وہ بھی نور ہی کی ایک شکل ہوتا ہے اور جسے انیس نے دریا کی رعایت
سے لفظ گہر سے تعبیر کیا ہے چونکہ 'گہر' دریا کی زینت ہوتا ہے اور دریا کا قیمتی
ماحصل ہوتا ہے لہذا علیؑ و زہراؑ کے انوار سے حسنؑ و حسینؑ کا ظہور پذیر ہونا دریا گہر
کی زینت کا سبب ہوا جیسا کہ تاریخ نے ثابت کر دیا کہ دین کی بقا کے ساتھ ساتھ قیام
دین کی زینت انھیں شہزادوں سے ہوئی جنھیں عرف عام میں حسین کہا جاتا
ہے۔ مصرعوں کی فضا میں انیس کے یہاں بھی وہی پاکیزگی اور ملاوت ہے جو

۱ لے تفسیر درنشتور: جلد ۶ مطبوعہ مصر بحولہ تفسیر القرآن - سید ظفر حسن جلد ۵ ص ۱۸۲

آیت الیفاۃ عہد

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ

ترجمہ: صاحبان ایمان میں وہ لوگ مرد ہیں اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کو وفا کرتے ہیں۔ ۲۵

میرا ایسے نے تذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔

جانبازی و تسلیم و رضا ختم تھی ان پر
آقا پہ تصدق تھے وفا ختم تھی ان پر ۳۵

یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالب کی شان میں نازل ہوئی اس لئے کہ وہ مرد میدان بھی ہیں اور کل ایمان بھی اور یہ دونوں سند آپ کو زبان رسالت سے ملی ہے۔

انیس نے مذکورہ مصرعوں میں جو ہر تسلیم اور خاصہ وفا کی مثال میں اصحاب کے لئے ختم تھی ان پر کا حاشیہ نظم کر کے یہ احساس ظاہر کیا ہے کہ سپردگی وفا اور فداکاری کا جو بڑے سے بڑا امکان تصور ذہن پیدا کر سکتا ہے وہ تصور اگر کسی زمان و مکان میں حقیقت بن سکا تو وہ واقعہ کربلا میں اصحاب حسین کی

۱ قرآن: سورہ الاحزاب - آیت ۲۳

۲ قرآن: ترجمہ فرمان علی - ص ۵۰

۳ مراثی انیس: جلد اول - نو لکھنؤ ص ۴۱

۴ حصال صدوق: تفسیر مجمع البیان - بحوالہ حاشیہ قرآن ترجمہ فرمان علی ص ۵۰

انیس نے مذکورہ مصرعوں میں قرآن کے معیار ایثار کو پرکھتے ہوئے حسین کے حوصلہ ایثار کو اس انداز سے پیش کیا ہے جو واقعاً اس ایثار کی ترجمانی کر سکے قرآن کا معیار ایثار یہ ہے کہ بندہ اپنی محبوب شے میں سے راہ خدا میں سے کتنا لٹا سکتا ہے۔ جب محبوب شے ایک طرف ہو اور نفس دوسری طرف تو درمیان سے محبوب شے میں سے مطالبہ کا سوال دراصل شے سے متعلق نہیں ہوتا بلکہ نفس کے اس رشتہ سے ہوتا ہے جس نے اس شے کو محبوب بنایا ہو۔ اگر رشتہ شے زیادہ مضبوط ہو تو شے کی بہ نسبت جتنا زیادہ محبوب ہوگا اتنا ہی ایثار ممکن ہوگا۔ رشتہ محبت اپنے نفس سے شروع ہو کر اپنی اولاد اعزاء، احباب، اپنے گھر اپنے راحت اور آرام تک پھیل جاتا ہے۔ لیکن اگر مطالبہ ایثار کرنے والا رشتہ کے اس پورے پھیلاؤ کے مقابلہ میں کہیں زیادہ محبوب ہو تو رشتوں کی پوری کائنات قربان کر دینے کے بعد بھی یہ احساس باقی رہتا ہے کہ جیسا محبوب تھا ویسا ایثار نہ ہو سکا۔ حسین کی مجبوری یہ ہے کہ صرف قطہ ہتر ہیں اور حوصلہ لا محدود ہے۔ بہتر سر محبوب چیزوں کی حد ہے لیکن حسین کے ایثار کی حد نہیں ہے۔ پانی محدود ہے اور جو کچھ ہے وہ سب پلا دینے کا حکم ہے۔ اگر حسین کچھ بچالینے کا حکم دیدیتے تو ایثار کی حد معین ہو جاتی لیکن پانی کی مقدار معلوم ہے لیکن ایثار کی مقدار حسین کا دل جانتا ہے یا علم پروردگار۔ یہی وہ کمال ایثار ہے جسے قرآن نے ”دوسروں کو اپنے نفس پر ترجیح دینے سے متعارف کرایا ہے لیکن کتنی ترجیح دیتے ہیں۔ اس پر قرآن خاموش ہے اس لیے کہ کچھ بندے علم پروردگار میں ایسے بھی ہیں کہ جن کے ترجیح دینے کے جذبہ کی حد یا اللہ کو معلوم ہے یا ان بندوں کے دلوں کو۔

شکل میں۔ اس لیے آئین وفا اور ایفائے عہد یہی ہے کہ خبر کی راہ میں بندہ نہ اپنی جان کو نہ اپنے مال کو نہ اپنے وطن کو نہ اپنی اولاد کو نہ اپنے اعزاء کو نہ اپنی بقا و آسائش کو کسی کو بھی آڑے نہیں آنے دیتا۔ حدیہ ہے کہ اپنے احساس تکلیف کو بھی حائل نہیں ہونے دیتا بلکہ سب کچھ ٹٹا کر بھی ایفائے عہد میں اپنی کوتاہی کا شکوہ کرتا ہے جیسے جو کچھ لٹا یا وہ سب مل کر بھی بہت کم ہے اور جس کے لیے لٹا یا وہ بلندیوں میں بہت زیادہ ہے۔ لہذا یہ فقط شاعری نہیں بلکہ واقعہ حقیقت کو تصور سے آگے بڑھا دیا۔ لہذا تصور کا ختم ہو جانا اور حقیقت کا باقی رہ جانا ہی وہ خاص بات ہے جو اصحاب حسین کے افائے عہد میں پائی جاتی ہے اور اسی کو نظم کرتے ہوئے انیس نے بر محل کہا ہے کہ اقدار شرافت ایسے با وفا ساتھیوں پر ختم ہو گئی تھی۔

جاننا زنی و تسلیم و رضا ختم تھی ان پر
آقا پہ تصدق تھے وفا ختم تھی ان پر

مزید یہ کہ انیس نے مصرعوں میں اس خاص ترتیب بھی ملحوظ رکھا ہے جس ترتیب سے انسان کا جو ہر ایمان انسانی قدروں کو پیدا کرتا ہے۔ منزل ایمان تک آجانے کے بعد جو قدر سب سے پہلے پیدا ہوتی ہے وہ جاننا زنی ہے۔ اسی جاننا زنی سے تسلیم کا مرحلہ سر ہوتا ہے اور اسی مرحلے کے طے ہو جانے کے بعد رضا بے پروردگار حاصل ہوتی ہے اور انہیں تینوں قدروں کی اساس پر وفا کی تعبیر ہوتی ہے۔ انہیں نکات کو مد نظر رکھتے ہوئے میر انیس نے ترتیب اقدار کو نظم کیا ہے۔ "جاننا زنی"، "تسلیم" اور "رضا" کے بعد وفا کا لفظ رکھ کر اپنی قرآن فہمی کا احساس پیدا کر دیا ہے۔

آیت فدیہ

وَقَدْ يَتْلُو بَنِي بُحٍّ عَظِيمٌ

ترجمہ: ہم نے (اسماعیلؑ) کا فدیہ ایک ذبح عظیم کو قرار دیا ہے۔
میر انیس نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔

ذبح عظیم کا وہ شہ مشرقین ہے
ذبح عظیم اشارہ قتل حسین ہے
اس آیت کا شان گزشتہ یوں بیان کی گئی ہے کہ جب حکم خدا کی تعمیل کے لئے جناب ابراہیمؑ نے اپنے فرزند جناب اسماعیلؑ کو مقام منی میں لٹا کے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسماعیلؑ کے گلے پر چھری پھیری اور بعد میں پٹی ہٹا کر دیکھا تو بجائے اسماعیلؑ کے ایک دینہ ذبح ہو گیا تھا۔ تو جناب ابراہیمؑ نے بارگاہ خدا میں عرض کیا کہ پروردگار کیا تیری بارگاہ میں یہ قربانی قبول نہیں ہوئی تو آواز آئی کہ اے ابراہیمؑ تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا اور ہم نے اس قربانی کو ذبح عظیم سے بدل دیا۔ اگر ذبح عظیم سے مراد عید الضحیٰ کی قربانی مراد لی جائے تو جناب اسماعیلؑ کے ذبح ہونے میں جو راز مضمر تھا وہ اس قربانی سے کیونکر پورا ہو سکتا ہے۔ فدیہ اسماعیل کوئی ذبح عظیم ہی ہوگا۔ دینہ ہی

۱۔ قرآن: سورہ الصافات آیت ۱۰۷

۲۔ قرآن: ترجمہ فرمان علی ص ۳۹

۳۔ مراۃ انیس: جلد ۴ نو لکھنؤ ص ۱۹

۴۔ حاشیہ قرآن۔ مولانا فرمان علی ص ۳۹

ہو سکتا تاکہ ذبح عظیم سے وہ عظیم مقصد حاصل ہو جائے جس کے لئے اسماعیل کو بچایا گیا۔ اس لئے کہ مشیت کہیں انبیاء کو بچا کے اور کہیں قربان کر کے اپنا دین بچاتی ہے جس کا آغاز قربانی اسماعیل ہے اور انجام قربانی حسین ہے۔ بقول اقبال

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم

نہایت اس کی حسین ابتداء ہے اسماعیلؑ

ان دونوں واقعات کی بقا کی ذمہ داری پروردگار عالم نے اپنے اُپر لی۔ اسی لئے اسماعیلؑ کے واقعہ کی یادگار ۱۰ روزی الحجہ ہے اور حسینؑ کے واقعہ کی یادگار ۱۰ محرم۔ وہاں ایک قربانی کی یاد ایک دن۔ یہاں بہتر قربانی کی یاد بہتر دن ہے۔ چونکہ ان قربانیوں کا محافظ پروردگار ہے اس لئے انہیں کوئی طاقت مٹا نہیں سکتی۔ قیامت تک ان یادگاروں کا سلسلہ باقی رہے گا۔

انہیں نے مذکورہ بالا مصرعوں میں خلیلؑ کے خواب سے لے کر حسینؑ کی قربانی کے الہی منصوبہ کے تسلسل کے پس منظر میں یہ احساس پیدا کر دیا ہے کہ خلیلؑ و حسینؑ سے درمیان زمانی فاصلہ تو ہے لیکن ان کے مقاصد میں وہی تسلسل ہے جو ابتداء اور انتہا کے درمیان اصولاً ہونا چاہئے۔ خواب میں اولاد کی قربانی پر آمادگی کا امتحان جب باپ کی چھری کو بیٹے کے گلے تک لے آیا تو ایک حصّہ پیمانہ کامیابی کا پورا ہو گیا۔ لیکن ہاتھ کی جنبش، دل کا اضطراب اور جذبات کے زیر و بم نے ابراہیمؑ کے حیر کو دوسرے پیمانہ، حیر کی طرف متوجہ کر دیا کہ جہاں جنبش کے بجائے ثبات، دل کے اضطراب کے بجائے سکون اور جذبات کے زیر و بم کے

بجائے حوصلہ شہادت جیسا ہو جانے کا علم پروردگار میں اس پیمانہ، حیر پر حسینؑ کی ذات تھی لہذا دین ابراہیمؑ میں 'ذبح عظیم' کا عنوان پھر نہ کر دینے اپنے معیار قربانی پر ابراہیمؑ کو منتظر بنا دیا اور اس طرح حسینؑ خلیلؑ اللہ کے حوصلہ، قربانی کے وارث قرار پائے اور وہی خواب خلیلؑ تھا۔ جو قربانی حسینؑ کی حقیقت سے شرمندہ، بے یار ہو گیا۔ اسی لئے قربانی ابراہیمؑ فقط ایک مقدمہ تھی جس کی مکمل کتاب کا نام 'قربانی حسینؑ' ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ قربانی ابراہیمؑ فقط یادگار رہی رہی اور قربانی حسینؑ سے دین کو فروغ ملا اور بقا حاصل ہوئی۔

آیت شفاعت

لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا

ترجمہ: اس دن یہ لوگ شفاعت پر بھی قادر نہ ہوں گے مگر جس شخص نے شفاعت کا اقرار خدا سے لیا ہو۔

میر انیس نے متذکرہ بالا آیت کو متدرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔

جب تک مظلوم مرانا نہ ہوگا

امت کی شفاعت کا سراں نہ ہوگا

اس آیت میں پروردگار نے روزِ حساب کی سختی میں احساسِ خطا اور اسکی

۱ قرآن: سورہ مریم۔ آیت ۸۷

۲ قرآن: ترجمہ فرمان علی ص ۲۴

۳ مرانی انیس: جلد اول۔ نو لکھنؤ ص ۳۳

۱ علامہ اقبال۔ بال جبریل۔ ص ۹۳

۲ تفسیر القرآن جلد چہارم۔ سی ظفر حسن ص ۳۱۶

گناہوں کی کثرت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کچھ ضابطہ تو کرتے ہیں لیکن کبھی کبھی خواہشات کے غلبہ میں گناہ کر بیٹھتے ہیں۔ کچھ نہایت متقی بندے اکثر نیکیوں سے ہٹنا نہ ہوتے ہیں۔ اور ان سے گناہ بہت کم ہوتے ہیں۔ لہذا گناہوں کی وجہ سے امت مختلف درجوں میں تقسیم ہو جاتی ہے اور جوں کہ جنت گناہوں کو گوارا نہیں کرتی لہذا جنت میں داخل ہونے سے پہلے قرآن نے مذکورہ بالا آیت میں یہ احساس پیدا کیا ہے۔ کہ گنہگار کو جنت میں جانے کی قدرت نہیں۔ اگرچہ ایک ہی گناہ کیوں نہ ہو اور۔ اور وہ گناہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ بلکہ گناہ کو چھوٹا سمجھنا ہی سب سے بڑا گناہ ہے۔ تو جب معمولی سے معمولی گناہ بھی داخلہ جنت سے روک دیتا ہے تو بھلا اسے شفاعت یا سفارش کا حق کیوں کر ہو جائے گا جو اپنے دامن میں ملہکا سا گناہ کا شائبہ بھی لیے ہو۔ یہیں سے قرآن نے ان بندوں کو پہنچا دیا ہے جن سے شفاعت کا عہد و پیمان ہوا۔ جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ وہ بندے ایسے ہیں کہ ان کا دامن اتنا پاک ہے جہاں جہالت کی پرچھائیں اور گناہ کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔ یعنی وہ نہ صرف یہ کہ معصوم ہیں بلکہ عصمت کے ایسے درجہ پر فائز ہیں کہ ان کا ایک دُخ اللہ کی پاکیزگی سے ملا ہے تو دوسرا دُخ بشریت سے ملا ہے۔ اگر یہ اپنی عصمت یا طہارت سے گنہگار کی خطاؤں کو دھو کر اسے داخلہ جنت کا اہل بنا دیں تو کچھ بعید نہیں۔ یہ قدرت یا ملکہ الخیر اللہ نے عطا کیا ہے انیس نے مصرعہ میں یہی کہا ہے کہ اگر خدا اور بندے کے درمیان یہ نہ ہوئے تو شفاعت انجام نہیں پاسکتی۔ شفاعت میں عصمت کے وسیلے سے منطقی استدلال کے بعد ایک دوسری شق مظلومیت کی پیدا ہوتی ہے۔ معصوم تو متعدد دہندے ہیں لیکن ان سب میں وہی معصوم سب سے زیادہ ذی اثر ہوتا ہے جو راہِ خدا میں سب سے زیادہ مظلوم ہو۔ رخصوں سے چور اعزاء و اقرباء

بخشش کے ذرائع کی طرف ذہنوں کو موڑ دیا ہے جیسا کہ روایت میں ہے "قیامت میں کسی گنہگار کو اجازت نہ ہوگی شفاعت کرنے کی سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے حق شفاعت لے لیا ہو اور وہ آلِ محمد ہیں۔" لے

انیس نے مذکورہ مصرعوں میں "امت کی شفاعت" کے موضوع کو کچھ معصوم بندوں کی سفارش سے جوڑتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اگر ان کی سفارش نہ حاصل ہوئی تو شفاعت حاصل نہیں ہو سکتی۔

شفاعت کا تصور آسمانی مذاہب میں مشترک طور پر پایا جاتا ہے۔ چنانچہ یہودی ہر فساد اور ہر شر کے بعد اپنے کو قابل بخشش اس لیے جانتے ہیں کہ وہ بہ گمان خود اللہ کے چہیتے اور اس کے نوازے ہوئے ہیں۔ وہ ان کی ناز برداری کرتا رہا ہے۔ عیسائی اپنی شفاعت میں اس لیے مطمئن ہیں کہ خدا کے بیٹے نے ان کے گناہوں کا کفارہ اپنے خون کو صلیب پر چڑھا کر ہیا کر دیا۔ لیکن اسلام میں شفاعت کا ایسا کوئی پُر تصور نہیں ہے بلکہ ایک آسمانی قانون حیات ہے اور ایک آسمانی عدالت ہے اور درمیان میں امت اور ہادی ہیں۔ امت کا کام ہادی کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر اپنی قانون کی پابندی کرنا ہے۔ ہادی کا کام خدا کے نظام ہدایت پر بندوں کی رہنمائی کرنا ہے۔ آسمانی عدالت کا کام بندوں کے یہاں قانون کی پابندی یا بغاوت پر فیصلہ کرنا اور جزا و سزا کا اعلان سنانا ہے۔ قانون کی پابندی ایک امتحان اور ناگوار امر ہے۔ کیونکہ پابندی خواہشات کو ضبط کیے بغیر ممکن نہیں لہذا امت میں یوں تو سبھی مسلمان ہوتے ہیں لیکن خواہشات پر ضبط سب کے لیے ایک جیسی بات نہیں۔ کچھ بالکل ضبط نہیں کر پاتے اور

(ب) قرآن کے موضوعات کلام انیس میں

حکومت الہیہ

تَبَرَّك الَّذِي بِيَدِكَ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

ترجمہ: وہ خدا بڑا عالی شان ہے جس کے قبضہ میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

میرا انیس نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے

سے کچھ حاکم فاسق کی حقیقت نہیں اؤ! بشو

حاکم تو ہے اللہ کہ سب جس کے ہیں محکوم

چونکہ اسلام کی روح واقعی اور عارضی حاکموں سے قطع نظر کر کے خدا کی دائمی اور لازوال حکومت کے تئیں اپنے کو سپرد کر دینا ہے اور اسی حکومت کے قانون کو حقیقی ضابطہ حیات بنانا ہے اس لئے انیس نے ساری انسانیت کو محکوم اور خدا کو حاکم ماننے کا قرآنی تصور نظم کر کے یہ ضمنی اشارہ کرنا چاہا

۱ قرآن: سورہ ملک آیت ۱

۲ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۶۵

۳ مراثی انیس: جلد ۳ نوکثور ص ۲۴

اولاد اور اہل حرم ہر ایک کا داغ اٹھائے ہوئے عداوت الہیہ میں بندوں کی شفاعت کا فریضہ انجام دے رہا ہو۔ انیس نے حسین کی زبان سے اسی تمنا کا اظہار کرتے ہوئے کہلوایا ہے

جب تک شہ منطلوم مرا نام نہ ہوگا
امت کی شفاعت کا سرانجام نہ ہوگا



ہے کہ اسلام میں کسی بندے کا دوسرے بندوں پر حکومت کرنے کا کوئی اصولی حق نہیں ہے اس لئے قرآن نے واضح نص سامنے رکھ دیا ہے کہ **ذُ الْکُفْرِ** **وَرَبِّکُمْ لِلدِّیْنِ** (حکومت تو قطعی طور پر بس اللہ ہی کی ہے) انسان خدا کا نائب بن کر نظام عدل الہی کا نفاذ یا قیام تو کر سکتا ہے لیکن اپنی ملکیت کی بنیاد نہیں رکھ سکتا۔ خلافت الہی کا شخصی ملکیت میں تبدیل ہونا اسلام کا ایک سنگین المیہ ہے جیسا کہ علامہ مودودی نے حکومت الہیہ کی نیابت میں خلافت اسلامی کا جائزہ لیتے ہوئے تحریر کیا ہے۔

”بہ خلافت آخر کار ملکیت میں تبدیل ہوئی اور ہم یہ بتائیں گے کہ اس تغیر نے مسلمانوں کی ریاست کو اسلام کے اصول حکمرانی سے کس قدر ہٹا دیا اور اس کے کیا اثرات مسلمانوں کی اجتماعی زندگی پر مرتب ہوئے“ ۱

جبر و اختیار

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ۝

ترجمہ : ہم نے اس کو (انسان کو) ہدایت بتلا دیا تو وہ شکر گزار ہو گیا یا ناشکر۔ ۲

۱ قرآن : سورہ فاطر آیت ۱۳

۲ ابوالاعلیٰ مودودی۔ خلافت و ملکیت ص ۹۶

۳ قرآن : سورہ الدھر آیت ۳

۴ قرآن : سورہ برأت آیت ۳ ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۸۳

میر انیس نے مذکورہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔

۱ انسان کو اختیار ہے خود اپنے کام میں
مجھ کو شریک کرتا ہے قتل امام میں ۱

اسی آیت قرآنی میں یہ درد کا رنے یہ واضح کر دیا ہے کہ ہدایت کا راستہ دکھادینا ہمارا فریضہ ہے۔ عمل کرنا نہ کرنا یہ بندے کے اختیار کی بات ہے پس سے جبر و اختیار کے اس موضوع کی بحث شروع ہو جاتی ہے جہاں اسلام کے ایک فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ بندہ کرتا ہے وہ از خود نہیں کرتا بلکہ خدا کرنا ہے اور فقہ جعفری میں یہ تصور بالکل اس کے برعکس ہے کہ بندہ اپنے افعال میں مختار ہے، مجبور نہیں۔ اگر بندہ ہر قدم پر مجبور ہوتا تو پھر درد کا اسے صاحب عقل و ہوش بنانے کا اختیار نہ بناتا۔ وہ اپنی خلقت اپنے قد و قامت اپنے ملک و خاندان اور زبان و قوم میں تو بے اختیار ضرور ہے لیکن جبر کے اس دائرہ میں رہ کر بھی اچھے برے مفید و مضر کا شعور رکھنے کی وجہ سے اپنے اقدام و اعمال میں یقیناً مختار ہے۔

انیس نے مذکورہ مصرعہ میں نہ اختیار کو مطلق بنایا اور نہ جبر کو بلکہ ”ما بین جبر و اختیار“ کے عقیدہ کو نظم کرتے ہوئے کام، یعنی افعال و اعمال میں مختار و مستعار دیا ہے۔ یہی کام، یا افعال، وہ اختیاری کردار ہوتا ہے جس پر انسان کی باز پرس ہونا ہے۔ اگر افعال میں مجبور ہوتا تو باز پرس کا جواز نہ تھا۔

عجب عجب عجب

۱ مراثی انیس : جلد ۲ - نو لکھنؤ ص ۱۴۳

عفو

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۖ
ترجمہ: تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ۔ بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔
میر انیس نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعہ میں نظم کیا ہے۔
عفو کر عفو کر اے چشمہ فیض غفار سے

انہی نے اس مصرعہ میں قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے
جس میں پروردگار ارشاد فرماتا ہے کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ
بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے، انسان کا کمال اللہ کے کمالات پر اپنے کو ڈھلانے
میں منحصر ہے۔ جس طرح اللہ عالم، حکیم، صابر اور حلیم وغیرہ ہے اسی طرح
بقدر امکان انسان کو بھی انہیں کمالات کی طرف پیش رفت کرنا اسکی بلندی
اور سعادت ہے۔ اللہ کی ایک نمایاں صفت اس کا غفار ہونا ہے لہذا عفو
اور بخشش کا مظاہرہ انسان کو عظمت کر دار عطا کرتا ہے۔

رزق

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا ۚ
ترجمہ: کوئی جاندار روئے زمین پر ایسا نہیں کہ اس کی روزی

اللہ کے ذمہ نہ ہو۔ ۱۰

۱۰ قرآن: سورہ نوح آیت ۱۰

۱۱ قرآن: سورہ ہود آیت ۶

۱۲ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۲۲۳

بقا و فنا

كُلُّ شَيْءٍ عَلَيْهَا فَاِنَّ رَبَّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۚ
ترجمہ: جتنے روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے
پروردگار کی ذات جو کہ عظمت اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔ ۱۰
میر انیس نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔
وہ حمد کے لائق ہے سزاوار ثنا ہے

۱۱ ہے اس کو بقا اور ہر اک شے کو فنا ہے

فنا اور بے ثباتی پر قرآن کے ساتھ مشاہدہ بھی ساتھ ہے اور
یہ عمومی بے ثباتی کسی ذات باقی، کے قہری تسلط کی طرف اشارہ کرتی
ہے۔ جس کو فنا نہیں ہے۔ لہذا کائنات کی ہر شے اگر اپنے اندر غفوص
محاسن کی وجہ سے قابل تعریف ہے تو فنا ہو جانے کی وجہ سے دائمی
تعریف کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ دائمی تعریف کا استحقاق فقط اسے
ہے جو حسن بھی رکھتا ہو کمال بھی اور فنا سے بھی الگ اور پاک ہو۔ اسی
دائمی تعریف کو انیس نے "سزاوار ثنا" "حمد کے لائق" کے الفاظ میں
نظم کیا ہے۔

جنت جنت جنت جنت

۱۰ قرآن: سورہ رحمان آیت ۲۷-۲۶

۱۱ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۱۲۲

۱۲ قرآن: جلد ۴ نو لکھنؤ ص ۱۴۹

میرا نیس نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعہ میں نظم کیا ہے۔

۱۔ ہر طرح خدا بندے کو پہنچاتا ہے کھانا لے
انیس نے مذکورہ مصرعہ میں لفظ 'بندہ' استعمال کر کے 'رزق الہی' یا
"کھانا کھلانے سے اسے جوڑ کر یہ احساس پیدا کر دیا ہے کہ جس نے اپنے بندوں
کو پیدا کیا ہے۔ وہ ہر طرح سے کھانا کھلانا یا رزق دینا اپنا فرض سمجھتا ہے
'ہر طرح' میں جو نسیمی مفہوم ہے۔ وہ یہ ہے کہ بندہ کے سرکش یا اطاعت گزار
ہونے سے اس کے رزق پر کوئی روک خدا کی طرف سے نہیں ہوتی۔ بندہ چاہے
سرکشی میں فرعون ہو یا اطاعت میں موسیٰ وہ رزق ہر ایک کو دیتا ہے۔ لیکن
دینا میں سرکش بندوں کے رزق پا جانے کے یہ مفہوم نہیں ہیں کہ وہ آخرت میں
رزق کا حساب دینے سے محفوظ رہے گا۔

یاد الہی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝
ترجمہ: اے ایمان لانے والو تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو اور

صبح و شام اسی کی تسبیح کرتے رہو۔ ۳۷
اِذَا تَلَّيْ عَلَيْهِمُ آيَاتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَّكَلِيًّا ۝

۱۔ مرا ثی انیس جلد اول۔ نو کثرت ۳۷۹

۲۔ قرآن: سورہ احزاب۔ آیت ۴۱

۳۔ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۴۲

۴۔ قرآن: سورہ مریم آیت ۵۸

ترجمہ: جب ان کے سامنے رحمن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو سجدہ کرتے
اور روتے زمین پر گر جاتے ہیں۔ لے

میرا نیس نے متذکرہ بالا آیات کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔

۱۔ اے مومنو مصروف رہو یا د خدا میں لے

۲۔ رونا بشر کو خوف الہی میں چاہئے لے

۳۔ زمزمہ کرنے لگے یا د الہی میں طہور لے

انیس نے مذکورہ مصرعوں میں 'مومنوں' کے لفظ کو 'یا د خدا'،
سے جوڑ کر 'مصروف' رہنے کی رعایت سے آیت کے پورے مفہوم کو سمیٹ
لیا ہے۔ ایمان کا خاصہ ہر شے کے پس منظر میں خالق کائنات کے کمال کا ادراک
کرتے رہنا ہے۔ مومن کا یہی عمل اسے ہر آن یا د الہی میں مصروف رکھتا ہے
اور وہ شعوری طور پر وجود الہی اور کمالات الہی سے نہ صرف یہ کہ غافل
نہیں رہتا بلکہ اس کی یاد سے اپنا تزکیہ بھی کرتا رہتا ہے۔ اور بسا اوقات
یا د الہی کی کیفیت میں وہ شدت پیدا ہوتی ہے کہ خدا کے جلال سے مرعوب
ہو کر اور اس کی عظمت کے تصور سے بے خود ہو کر بے ساختہ اس کی آنکھوں
سے آنسو نکل آتے ہیں۔ اور اسی عالم میں سجدے میں گر پڑتا ہے۔

۱۔ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۳۱

۲۔ مرا ثی انیس: جلد اول۔ نو کثرت ۳۶۹

۳۔ " : جلد ۳ " ص ۱۲۵

۴۔ " : نائب حسین۔ ۱ ص ۲۰۸

وقال ربکم ادعونی استجبکم لہ

ترجمہ: مجھے پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔
میرائیں نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔

وقت دعا ہے خالق اکبر سے کر دعا سے
طلب قوت ثابت قدمی ہے مولا سے

انیس نے مذکورہ مصرعوں میں اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے۔ "مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔" انیس نے قرآن کے اس درس کو پیش نظر رکھا ہے کہ بندوں میں جہاں سے اسباب و علل اور اختیار و امکان کا سلسلہ کمزور پڑنے لگے وہاں خدا سے نصرت طلب کر لی جائے۔ چونکہ وقت امتحان مومن کی زندگی کا ایسا ہی اہم اور نازک وقت ہوتا ہے لہذا اس وقت اللہ کی نصرت کا بہترین عمل اور دعا کا اہم ترین موقع ہوتا ہے اور دعا بھی ثبات قدم کیلئے کی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ مومن کی نگاہ میں اسلوں کا اعتبار نہیں بلکہ نصرت خدا کا اعتبار ہوتا ہے۔ اسی لئے خاصان

۱۔ قرآن: سورہ مومن - آیت ۶۰

۲۔ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۴۷

۳۔ مراثی انیس: جلد ۳ نوکشتہ ۲۹۲

۴۔ " : جلد ۱ - نائب حسین ص ۴۱

۵۔ قرآن: سورہ مومن آیت ۶۰ ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۴۷

خدا نے ایسے ہنگام میں خدا سے دعا کی ہے۔ "پالنے والے ہمارے اوپر صبر و تدبیر
دے۔ ہمارے قدموں کو ثبات بخش دے اور کافروں پر ہمیں نصرت عطا کرے۔"

اعمال صالح

وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا تَقَىٰ
إِلَّا مَنَ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا قُلُوبًا لَّهِمْ جَزَاءُ الضَّعْفِ بِمَا
عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْعُرْفَةِ آمِنُونَ ۝

ترجمہ: اور تمہارے اموال و اولاد ایسی چیز نہیں جو درجہ میں تم کو ہمارا
مقرب بنادے۔ مگر ہاں جو ایمان لائے اور اچھے کام (عمل) کرے سو ایسے لوگوں
کے لئے ان کے (نیک عمل) کا دو ناصلہ ہے اور وہ بہشت کے بالائے خانوں میں
ہیں سے ہوں گے۔

الْبُنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبُقِيَاتُ
الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ۝

ترجمہ: مال اور اولاد حیات دنیا کی ایک رونق ہیں اور جو اعمال صالح
باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے ہزار درجہ
بہتر ہیں۔

۱۔ قرآن: سورہ بقرہ آیت ۲۸۵ ۲۔ قرآن: سورہ سبا آیت ۳۷

۳۔ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۴۳۳

۴۔ قرآن: سورہ الکہف آیت ۴۶

۵۔ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۲۹۹

1.9

2336 6.13.1961
24111 89

سے صابریہ جو ہیں ملتے انھیں رتبہ عالی ہے

۱۴۹

۹۳ : " : " اول - " ۹۳

میر انیس نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔

سے بولے یہ رنگ دیکھ کے شبیر خوش نہاد

ہاں اسے مجاہد ورہ حق میں گرد جہاد لے

میر انیس نے اس مصرعہ میں 'جہاد' کو 'رہ حق' کے ساتھ جوڑ کر جہاد کو عام جنگ و قتال سے الگ تناظر میں پیش کیا ہے۔ "جہاد ظاہری" دراصل انسان کے اندر خیر و شر کی باہمی آویزش میں خیر کی حمایت میں شر کو مسلسل کچلتے رہنے کی نفسیاتی جدوجہد کا ایک ظاہری مظہر ہے۔ اسی لئے میدان جنگ کے جہاد کو 'جہاد باطنی' اور نفس کے جہاد کو 'جہاد اکبر' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ میدان میں وہی ٹھہرتا ہے یعنی قتال میں قتل کرنے اور قتل ہو جانے کی ہمت بھی وہیں پائی جاتی ہے جہاں نفس میں حق کے قیام اور باطل کی سرکوبی کا ارادہ غالب آگیا ہو۔

شبیر

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ
بَلْ أَحْيَاءٌ ۚ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم حواس سے اس حیات کا ادراک نہیں کر سکتے۔

۱۔ مراٹھی انیس - جلد اول - نو کشور ص ۵۵

۲۔ سید ذیشان حیدر جوادی - قربنی ہاشم ص ۱۷۱

۳۔ قرآن مجید بقرہ آیت ۱۵۴

۴۔ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۲۵

انیس نے مذکورہ مصرعوں میں صبر کی مرکزی افادیت کو نظم کیا ہے۔

صبر حکم الہی پر عمل کرنے کے لئے اس قوت نفس کا نام ہے جو اطاعت کو کزد کرنے والی ہر خواہش کو دبا دے۔ اسی قوت سے تقویٰ یا پاکیزگی کو دار کا خیر پیدا ہوتا ہے۔ اور یہی وہ بشری جوہر ہے جو عظیم مقاصد تک رسائی کے لئے انسان کو ہر دشواری سے نبرد آزما بناتا ہے۔ صبر میں اختیار ایک اہم عنصر ہے۔

ورنہ مجبوری یا بے اختیاری میں ہوجانے والے عمل کو بھی صبر کا درجہ حاصل ہوجاتا لیکن اختیار رکھنے والے انسان کا اختیار رکھنے کے باوجود جب ضبط نفس کی قوت کو مشیت پروردگار کی اطاعت میں اس لئے لگا دے کہ یہی خدا کو پسند ہے اور اس کی خوشنودی کا موجب ہے تو یہی اختیار صبر کی قوت صبر کھلاتی ہے انیس نے صبر کے ان تمام پہلوؤں پر خدا کی خوشنودی کو مقدم کرتے ہوئے صبر کی دعوت کا یہی پہلو اجاگر کیا ہے کہ اب صبر کہہ کر صبر خدا کو پسند ہے۔ اور چونکہ انسان کے مراتب کا انحصار اسی پر ہے کہ اس کا صبر کس درجہ کا ہے۔ اور کس منزل پر ہے۔ لہذا انیس نے تیسرے مصرعہ میں یہ کہہ کے کہ صابر جو ہیں ملتا ہے انھیں ربّہ عالی - قاری کو صبر کے درجات سے پیدا ہونے والے فرق مراتب کا احساس دلایا ہے۔

جہاد

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرو۔ امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

۱۔ قرآن: سورہ المائدہ - آیت ۳۵ قرآن: ترجمہ - اشرف علی تھانوی

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ
بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۚ ۱
ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں ان کو مردہ مت خیال
کر دو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں اور ان کو رزق
بھی ملتا ہے۔ ۱

میر انیس نے متذکرہ بالا آیات کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے

۱ زندہ ہے وہ جو راہ الہی میں مر گیا ۱
۲ سب کو یہی حسرت ہے لڑیں راہ خدا میں
۳ مگر مر گئے ہو جائیں گے داخل شہداء میں ۳

شہادت وہ عظیم شرف ہے جو راہ خدا میں معرفت خدا کے ساتھ سر
کمانے کے بعد ملتا ہے۔ چوں کہ مجاہد اپنا پورا وجود پروردگار کے حوالے کر کے
مقصد دین کا تحفظ کرتا ہے اس لئے پروردگار عالم مرنے کے بعد بھی اس کے
جسم، اس کے لبو، کو بھی عام افراد کے جسم اور خون سے کہیں زیادہ محترم قرار
دیتا ہے۔ شہادت کے درجات ہوتے ہیں۔ "سب سے اونچا درجہ معصوم
شہید کا۔ دوسرا درجہ میدان جنگ میں شہید ہونے والوں کا۔ تیسرا درجہ ان کا
جو میدان جنگ میں زخمی ہو کر اپنے بستر پر دم توڑے۔ چوتھا درجہ ان کا

۱ قرآن: سورہ آل عمران - آیت ۱۶۹

۲ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۴۳

۳ مراۃ انیس: جلد اول - نوکشتور ص ۵۵

۴ مراۃ انیس: جلد دوم - نوکشتور ص ۱۵۱

جو تبلیغ اسلام کی وجہ سے قتل ہوئے۔ پانچواں درجہ ان کا جو حدود و سلطنت
اسلامیہ کی حفاظت میں مرے۔ اور چھٹا درجہ ان کا جن کو دشمنان اسلام
نے مسلمان سمجھ کر قتل کر دیا ہے۔ میدان جنگ میں شہید ہونے والوں کا
لباس ہی ان کا کفن ہوتا ہے اور خون ان کا آب غسل ہوتا ہے۔ ان کی مقدس
لاشوں پر مخلوقات ارضی میں سے کسی کا تسلط نہیں ہوتا۔ وہ بستر پر اپنے
مرقد میں رہتے ہیں۔ ۱

انیس نے مذکورہ مصرعوں میں شہید کی عظمت کا راز بتاتے ہوئے
زندگی کی حقیقی ابتدا کو شہادت سے جوڑ دیا ہے اور کہا ہے کہ "زندہ ہے
وہ جو راہ الہی میں مر گیا، جس میں انیس کا زور بیان "راہ الہی" پر ہے۔
چونکہ راہ الہی میں معرفت الہی کے ساتھ سرکمانے کے بعد شہادت کا شرف
ملتا ہے۔ یہی وہ شرط لازم ہے جس کو نظر انداز کر دینے کے بعد ہلاکت حاصل
ہوتی ہے شہادت نہیں۔ شہید کے پیش نظر ایک عظیم مقصد ہوتا ہے جس کی
بقا کے تحت اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ چوں کہ مقصد فانی نہیں ہے اور
لا فانی مقصد کے تحفظ میں بندے نے اپنی فانی زندگی قربان کر دی ہے
لہذا خدا نے اسے لا فانی زندگی عطا کر دی ہے۔ انیس نے اسی لیے کہا ہے
کہ "مگر مر گئے ہو جائیں گے داخل شہداء میں، چونکہ مرجانے کے بعد
جس کو لا فانی حیات مل جائے تو اسی کو شہید کہتے ہیں۔

چٹچٹچٹچٹ

۱ تفسیر القرآن - جلد اول - سید ظفر حسن ص ۲۶۴

تک یہ ادا نہ ہو جائے، خون بہانے والا ظالم ہی رہے گا۔ انیس نے کس کس کا خون بہا ابھی دلو اے گا ظالم ”کہہ کر غنیمت ظلم سے کٹ جانے والے ہزاروں معصوم گلے اور بہتر بے گناہ افراد کا جلا لٹا گئے تصور ابھار دیا ہے اور ظلم کی سنگینی اور وسعت کے ساتھ حسین کی مظلومیت کا وزن بھی محسوس کرایا ہے۔

یتیم

فَاَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝
ترجمہ: یتیم پر سختی نہ کیجئے۔ ۱

وَاَتُوا الْيَتَامَىٰ اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا الْاُخْبِيثَ بِالطَّيِّبِ
وَلَا تَاْكُلُوا اَمْوَالَهُمْ اِلَىٰ اَمْوَالِكُمْ ط كَانَ حُرْبًا كَبِيرًا ۝
ترجمہ اور جن بچوں کا باپ مر جائے ان کا مال انھیں کو پہنچاتے رہو اور تم اچھی چیز کو بری چیز سے مت بدلو اور ان کے مال مت کھاؤ۔ اپنے مالوں (کے رہنے) تک ایسی کاروائی کرنا بڑا گناہ ہے ۲
میر انیس نے متذکرہ بالا آیات کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔

۱ قرآن: سورہ ضحیٰ آیت - ۹

۲ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی - ص ۶۰

۳ قرآن: سورہ نساء - آیت - ۲

۴ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۷۷

رِیْتِ (خون بہا)

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَاقُتَلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَاً ۝
... وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

ترجمہ: جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا (اور یہی اس کا) خون بہا ہے جو اس کے خاندان والوں کے حوالے کر دی جائے..... اور جو شخص کسی مسلمان کو قتل کر دے اس کی سزا جہنم ہے اور اس کو ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔ ۱
میر انیس نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔

مقدور تجھے کیا ہے تو کیا دیوے کا ظالم

کس کس کا ابھی خون بہا دلوے گا ظالم ۲

انیس نے اس مصرعہ میں قانون قصاص کے پیش نظریہ فکر اٹھائی ہے کہ اگر قانون قصاص میں ایک فرد کی جان تلف ہو تو عدالت میں اس کا خون بہا معین ہے اور اس معینہ خون بہا کو جو ادا نہ کر سکے وہ ظالم ہے۔ لیکن وہ فرد جس کی جان تلف ہوئی ہو کوئی ایسی جامع ہستی ہو جس میں جناب آدم سے جناب شمی مرتبت تک اور بختیجہ پاک کے چار افراد علی و فاطمہ، حسن و حسین سب کی وارث ہو تو اس کا خون بہا اور کیوں کرا دیا ہو سکتا ہے اور جب

۱ قرآن: سورہ نساء - آیت ۹۳-۹۲

۲ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۹۴

۳ مرآۃ انیس: جلد ۴ - نو کشور - ص ۳۱۳

ترجمہ : تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ تم میں سے جب کسی کو موت نزدیک معلوم ہونے لگے بشرطیکہ کچھ مال بھی ترکہ میں چھوڑا ہو تو والدین اور اقارب کے لئے معقول طور پر کچھ کچھ بتلا جاوے اس کا نام وصیت ہے۔ جن کو خدا کا خوف ہے ان کے ذمہ یہ ضروری ہے۔ لے

وَوَصَّي بِهَا آبراهم بَيْنَهُ وَيَعْقُوبُ ط.... وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ط

ترجمہ : ابراہیم نے نصیحت کی میرے بیٹو۔ اللہ نے اس دین کو تمہارے لئے منتخب فرما دیا ہے سو تم بجز اسلام کے کسی حالت پر جان مت دینا۔ لے
میرا میں نے متذکرہ بالا آیات کو مندرجہ ذیل مصرعہ میں نظم کیا ہے۔
دم رکا ہے تو اشارے سے وصیت کر لے لے

انہی نے اس مصرعہ میں اسلامی اہمیت کو ایک ایسے موڑ پر پیش کیا ہے جس سے زیادہ قوی موڑ دوسرا نہیں ہو سکتا۔ مرنے والے کا دم رکا ہوا ہے اور وہ اپنے ہونٹ بھی نہیں ہلا سکتا۔ لیکن اتنی مجبور گھڑی میں وہ وصیت کی اہمیت سے غافل نہیں ہے۔ اور ہاتھوں کی جنبش سے بقدر اشارہ ہی سہی لیکن فریضہ وصیت کو ادا کرنا چاہتا ہے لہذا انہی نے 'دم رکا ہے تو اشارے سے وصیت کر لے' میں لفظ وصیت پر زور دے کر اس کی شان اور اہمیت

لے قرآن : ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۲۸

۲۵ قرآن : سورہ بقرہ آیت ۱۳۲

۳۵ قرآن : ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۲۹

۴۵ مراثی انیس : نو لکشر بطبعہ - ص ۱۰۷

۱ قرآن میں حق نے کی ہے سفارش یتیم کی لے

۲ مر جائے جس کا باپ وہ بچہ یتیم ہے لے

انہی مذکورہ مصرعوں میں یتیم کی عام تعریف سے وابستہ اس تصور کو کہ اس کا باپ نہیں ہوتا اس اسلامی تصور کو جوڑ دیا ہے کہ جب باپ کی جگہ خالی ہوتی ہے تو وہ حق کی سفارش سے پوری ہوتی ہے۔ یعنی یتیم کا براہ راست تعلق ہر صاحب درد مومن سے ہو جاتا ہے جو حق کی سفارش کے وزن کو محسوس کرتا ہے۔ لہذا ایک باپ کی کمی کو ایک بڑے دائرہ سرپرستی سے جوڑ کر یتیم کی عزت اور عظمت کو نمایاں کیا ہے۔ اور انہی نے یتیم کی عمر کے قانونی پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے اس لئے کہ یتیم سن و شعور کو پہنچنے کے بعد خود اپنا سرپرست ہو جاتا ہے۔ لہذا انہی نے اس مصرعہ میں 'مر جائے جس کا باپ وہ بچہ یتیم ہے' بچہ کا لفظ استعمال کیا ہے ورنہ مصرعہ یوں بھی ہو سکتا تھا 'مر جائے جس کا باپ وہ بیٹا یتیم ہے'، چونکہ بیٹے میں بلوغ شامل ہونے کا امکان ہے بچہ میں نہیں۔

وصیت

إِذَا أَحْضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتَ أَنْ تَرَكَ خَيْرًا مَّا بِالْوَصِيَّةِ
لِلْوَالِدَيْنِ ط

لے مراثی انیس : جلد ۳ - نو لکشر ص ۲۸۴

۴۵ : جلد ۳ - ص ۱۲۲

۳۵ قرآن : سورہ بقرہ آیت ۱۸۰

پانی

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ اے

ترجمہ: اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا اے
میر انیس نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعہ میں نظم کیا ہے۔
زیست ہر شے کی ہے پانی سے شجر ہو کہ بشر سہ
انہیں نے اس مصرعہ میں ”ذاتی تجربہ، مشاہدے، سائنس اور قرآن
سب کی متفقہ حقیقت یعنی مادی زندگی کا پانی سے بنیادی تعلق ہے،
کو نظم کر کے پیاسے کی جسمانی تکلیف کا احساس قاری میں پیدا کرایا ہے
پانی نہ ہو تو زمین مردہ اشجار، مضمحل، حیوان، نڈھال اور انسان بدحواس
ہو جاتا ہے۔ اگر تا دیر نمو پذیر اشیاء پانی سے محروم رہیں تو بالآخر
وہ پڑمردگی کی آخری حد یعنی ہلاکت تک پہنچ جاتی ہیں۔ انسان ساری
زندہ مخلوقات میں سب سے زیادہ حساس ہے اس لئے پیاس کی
اذیت کا جو اثر اس کے احساس پر مرتب ہوتا ہے وہ ناقابل بیان ہوتا
ہے۔ انیس نے ”زیست ہر شے کی ہے پانی سے“ کہہ کر زندگی کے مادی سرچشمہ
اور اسی سے محرومی کی کیفیت کو سمیٹ دیا ہے۔

شجرت بن بن

۱ قرآن: سورہ انبیاء - آیت ۳۰

۲ ”: ترجمہ اشرف علی تھانوی - ۳۲۵

۳ مراثی انیس - جلد اول - نو لکھنؤ ۸۵

کا نہایت حسین اور عمیق اثر پیدا کرایا ہے۔

موت

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ كَتَبْنَا مُوْعِدًا ۖ اے

ترجمہ: اور کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں بدون حکم خدا کے اس طور سے
کہ اس کی میعاد معین لکھی ہوئی رہتی ہے۔ ۱
میر انیس نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔

۱ کچھ وقت معین نہیں انسان کو اجل کا

آج اٹھ گئے وہ کرتے تھے سامان جو کل کا ۲

انہیں نے مذکورہ مصرعہ میں انسانی علم کے اعتبار سے یہ کہا ہے کہ موت کا کون
سا وقت معین ہے یہ انسان کے علم میں معین نہیں۔ لہذا یہ فرض کر لینا ہوش مندی
ہے کہ پتہ نہیں موت کل ہی آجائے تو کیوں نہ نیک اعمال جمع کرنے میں تیزی اور سبقت
سے کام لیا جائے۔ موت کے وقت کو انسانی علم میں معین نہ کرنے سے خدا انسان
کی عقل کو آزماتا ہے کہ یہ خطرہ سے پہلے خطرہ کے تدارک کا اہتمام کرتا ہے یا نہیں
لیکن یہ اہتمام وہی کرے گا جسے موت کے بعد حیات آخرت پر یقین ہو اور حساب
و کتاب اعمال خیر کی اہمیت کا خیال بھی ہو۔ موت کے تصور سے انسان کا غرور
بھی ٹوٹ جاتا ہے اور انکساری بھی پیدا ہوتی ہے۔

۱ قرآن: سورہ آل عمران - آیت ۱۴۵

۲ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۶۹

۳ مراثی انیس - جلد ۳ - نولکھنؤ ۱۵۸

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ۚ

ترجمہ : ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں تم کو (بعد موت) لے جائیں گے اور (قیامت کے روز) پھر دوبارہ تم کو اسی سے نکالیں گے۔

میر انیس نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ مصرعوں میں نظم کیا ہے۔

سے آغاز اپنا خاک ہے انجام اپنا خاک ہے سے
سے اس خاک پہ جس خاک سے ملتی ہے مری خاک ہے
سے آدم کا بدن خاک سے ملنے کو بنا ہے سے

انیس نے ان مصرعوں میں قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں پروردگار ارشاد فرماتا ہے کہ ”ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں ہم تم کو (بعد موت) لے جائیں گے اور (قیامت کے روز) پھر دوبارہ اسی سے تم کو نکالیں گے۔“

انیس نے مذکورہ بالا تینوں مصرعوں میں الگ الگ حیثیت سے خاک کو نظم کر کے الگ الگ بات کہی ہے۔ پہلے اور دوسرے مصرعے میں قرآن کی آیت میں جو ترتیب ہے اس کا لحاظ رکھا ہے۔ قرآن نے کہا کہ ”ہم نے

۵۵ قرآن: سورۃ طہ آیت ۵۵

قرآن : ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۳۱۶

۲۸۹ جلد ۴ نول کشور

۳۳۰ " ۱ " " ۲

149

تم کو اسی خاک سے بنایا اور اسی خاک میں پلٹائیں گے اور دوبارہ اسی خاک سے نکالیں گے۔" ایس نے کہا ہے "آغاز اپنا خاک ہے انجام اپنا خاک ہے۔" اور دوسرے مصرعے میں خاک کو تین بار استعمال کر کے انسانی زندگی میں خاک کی تین حیثیتوں کو نظم کیا ہے۔ قرآن نے بھی خاک کی تین حیثیتوں کی طرف متوجہ کیا ہے "اس خاک پہ جس خاکؔ سے ملتا ہے مری خاکؔ" چونکہ انسان خاک سے پیدا کیا گیا، خاک میں ملایا جائے گا۔ اور پھر ایک دن اسی خاک سے باہر نکالا جائے گا۔ تیسرے مصرعے میں "آدم کا بدن خاک سے ملنے کو بنا ہے آدم کا لفظ استعمال کر کے قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ کیا جس میں خدا کا ارشاد ہے کہ "ہم نے آدم کو مٹی سے بنایا" ورنہ مصرعوں میں بھی ہو سکتا تھا "انسان کا بدن خاک سے ملنے کو بنا ہے" انسان کے بجائے آدم کا لفظ استعمال کر کے ایس نے اپنی قرآن فہمی کا ثبوت دیا ہے۔

بیروت

ان الدین یبایعوننا انما یبایعون اللہ طید اللہ فوق ایدہم ج
ترجمہ: جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں
اور اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے۔ ۲
میرا میں نے بتا کر ہا لا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔
تو دشمن اولاد رسول دوسرا ہے
فاسق کی وہ بیعت کرے جو ست خراب ہے ۳

۱۰ آیت : سورہ فتح - آیت ۱۰ ۲ قرآن : ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۱۲

۳۱۵ مراٹھا انیس : جلد ۴ - نوکثور ۱۸۵۱

بیعت کے لفظی معنی بیچنے کے ہیں۔ اصطلاحاً بیعت اپنے آپ کو انسان کے ذریعہ خدا کے سپرد کر دینے کے ہوتے ہیں جس کی ظاہری صورت اس انسان کے ہاتھ پر خدا کا ذمہ دار سمجھے ہوئے ہاتھ رکھنے سے پیدا ہوتی ہے۔ "معصوم کے سوا کسی دوسرے کی بیعت جائز نہیں۔ چونکہ سوائے معصوم کے تمام افعال و اقوال میں دوسرے کا اتباع نہیں کیا جاسکتا۔" لے

انہیں نے مذکورہ مصرعہ میں زمانے کی نیرنگی کا منظر پیش کرتے ہوئے یہ بات محسوس کرائی ہے کہ ایک طرف فاسق و بدکردار ہے اور دوسری طرف وہ ہاتھ ہے جو عدل الہی اور کرم پروردگار کی علامت بنا ہوا ہے اور زمانے کی نیرنگی یہ ہے بجائے اس کے کہ "دست خدا" کو حق حاصل ہو کہ وہ دنیا سے مطالبہ بیعت کرے۔ خود ظالم کا مطالبہ ہے کہ عدل اس کا تابع ہو جائے اور اپنا اختیار اس کے جبر کے ہاتھ فروخت کر دے جب زمانے میں توازن یوں بگڑ جاتا ہے تو خوئی انقلاب کا ظاہر ہونا وجود عدل کی دلیل اور تاریخ عدل کی سرخی قرار پاتا ہے۔

جائے امن

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا ۚ
ترجمہ: ہم نے خانہ کعبہ کو معبود اور مقام امن ٹھہرایا ہے۔

لے تفسیر القرآن: جلد ۵ صفحہ ۱۱۱ سید ظفر حسن

۲ قرآن: سورہ بقرہ آیت ۱۲۵

۳ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی صفحہ ۲

میر انیس نے تذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعہ میں نظم کیا ہے۔
اللہ کے گھر میں کوئی شاید نہ ستائے لے

انہیں نے مذکورہ مصرعہ میں کعبہ کی اس خصوصیت کو نظم کیا ہے جو اس دار امن ہونے سے متعلق ہے۔ حدود و حرم میں امن و سلامتی کے قوانین کی شدت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ وہاں نہ گھاس کی پتی اکھاڑی جاسکتی ہے اور نہ چیونٹی اور جوں کو مارا جاسکتا ہے۔ چہ جائیکہ انسان کو اذیت دی جائے اور پھر اگر وہ انسان مومن ہو تو گناہ اور زیادہ ہوگا۔ اور اگر انسان بنی یا رسول ہو تو گناہ اور شدید تر ہو جائے گا۔ انہیں نے مصرعہ مذکورہ میں حسین کی طرف سے جو اندیشہ امن ظاہر کیا ہے وہ اس لحاظ سے نہیں کہ حسین وارث انبیاء ہیں بلکہ محض اس لحاظ سے کہ حسین ایک انسان ہیں اور حدود و حرم میں انسان کو نہیں ستایا جاسکتا۔ لیکن لفظ "شاید" نے اس اندیشہ امن کو اندیشہ ضرر سے نزدیک کر کے یہ احساس نمایاں کر دیا کہ ظلم کی شدت سے امن کی امید ساقط ہو گئی ہے اور اب حسین کے لئے دار امن بھی دار پناہ نہیں بن سکتا۔ یعنی جو وارث حرم ہوا ہے کبھی حد و حرم میں پناہ نہیں دی گئی۔

نور و نار

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ...
أَصْحَابُ الْحَجِيمِ ۝

لے مراۓ انیس جلد اول۔ نو کشور صفحہ ۳

۲ قرآن: سورہ الحدید۔ آیت ۱۹

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔ ان کے لئے ان کا اجر (خاص) اور (صراط پر) ان کا نور (خاص) ہوگا اور جو لوگ کافر ہیں اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں۔ لے

میرا میں نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعہ میں نظم کیا ہے۔

مومن کے لئے نور ہے کافر کے لئے نار لے

انہیں نے اس مصرعہ میں ایمان کو 'نور' اور کفر کو 'نار' جو کفر ایمان و کفر کے مابین اس فرق کو محسوس کرا دیا ہے جو کفر و ایمان کے درمیان فطرتاً پیدا ہو جاتا ہے۔ ایمان تسلیم و اطاعت پر آمادہ کرتا ہے اور تسلیم و اطاعت سے خون میں دہی بردت پیدا ہوتی ہے جو نور کا خاصہ ہے۔ اطاعت کے بعد سکون اور ادائیگی فرض کا نورانی احساس پیدا ہوتا ہے اور کفر بغاوت پر ابھارتا ہے جس سے خون میں التهاب اور شعلہ آسروشکن جہنم لیتا ہے۔ لہذا انجام میں مومن نور سے مل جاتا ہے۔

جیتے جیتے

آدم

۲۸۲۹
۳۱۱۱ ۰۳

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ۝

لے قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۵۴

۵ مرثیٰ انیس: جلد ۴ - ذکثور ص ۱۶۱

۶ قرآن: سورہ ص آیت ۷۳-۷۲

ترجمہ: جب میں اس بشر کو بنا چکوں اور اس میں جان ڈال دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں مگر پڑنا۔ لے
میرا میں نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعہ میں نظم کیا ہے۔
آدم کو کیا فوج ملائیگ نے جو سجدہ لے

انہیں نے مذکورہ مصرعہ میں آدم کو ملائیگہ کا مسجود ہونا نظم کر کے آدمیت کی اشریت اور کمال انسانی کے ارتقا کو ملائیگہ کے جو دے موازنہ کرتے ہوئے ابنائے آدم کو غیرت ارتقا دلائی ہے کہ وہ مسجود ہونے کا بھرم برقرار رکھے ورنہ حیوانیت کی پستی تک پہنچ جائے گا۔

يعقوب

وَقَالَ يَا سَعْيٰ عَلَىٰ يَؤُسَفَ وَاَبْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزَنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝

ترجمہ: اور کہنے لگے ہائے یوسف اور غم سے ان کی آنکھیں سیف پڑ گئیں اور وہ غم سے جی جی میں گھٹا کرتے تھے۔ لے

میرا میں نے مندرجہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔

لے قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۵۴

۵ مرثیٰ انیس: جلد ۲ - ذکثور ص ۵۴

۶ قرآن: سورہ یوسف آیت ۸۴

۷ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۲۴

۱۲۷

۱۔ سینے پہ میرے تیر لگاتا تو غم نہ تھا
بچہ مرا یہ ناقہ صالح سے کم نہ تھا
انیس نے مذکورہ مصرعہ میں ناقہ صالح کی تبلیغ نظم کر کے بچہ کی مظلومی کا احساس دلایا ہے۔ ناقہ صالح سے پوری قوم دودھ حاصل کرتی تھی اور سولے اس کے گز جس دن جس چشمہ سے وہ پانی پیتی تھی اس دن امت پر اس چشمہ سے پانی پینا منع تھا۔ یعنی ایک چشمہ پر ناقہ صالح کا حق تھا۔ اور دوسرے دن امت کا لیکن اتنے سے امتحان پر وہ ثابت قدم نہ رہ سکے اور ناقہ کو قتل کر دیا۔ اسی طرح تھوڑے سے پانی کے لئے اگر علی الصغر کو تیر نہ مارتے تو بچہ بھی بڑھ کر اسی طرح شیر ہدایت سے سیر کر دیتا۔ جیسے ناقہ صالح کر رہا تھا۔

یوسف

فَلَمَّا آتٰنُ جَاءَ الْيُسْفٰرُ الْفَقْهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَاَرْتَدَّ بِصِيْرٍ اَه
ترجمہ: بس جب خوش خبری لانے والا آپہونچا تو اس نے وہ کڑوا لاکر ان کے منہ پر ڈال دیا۔ بس فوراً ہی ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ ۳
میرا انیس نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعہ میں نظم کیا ہے۔
۴۔ یہ پیر ہن یوسف کنعان مومن ہے ۵

۱۔ مراٹھی انیس: جلد ۴، نو لکھنؤ ص ۱۷۵

۲۔ قرآن: سورہ یوسف آیت ۹۶

۳۔ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۲۱۷

۴۔ مراٹھی انیس: جلد اول۔ نو لکھنؤ ص ۱۶

۱۲۶

۱۔ چندے جو پسر آنکھوں سے روپوش رہا ہے
یعقوب کو اس داغ میں کب ہوش رہا ہے ۲
انیس نے مذکورہ مصرعوں میں علم و احساس کا تقابل کیا ہے۔ نبی کو علم ہے کہ بیٹا زندہ ہے لیکن یہ علم اس احساس کا مداوا نہیں کر سکتا کہ بیٹے سے فراق ناقابل برداشت غم ہے تو اگر علم اور احساس دونوں ایک نقطہ پر جمع ہو جائیں اور یہ یقین ہو کہ فراق نتیجہ شہادت ہے۔ فقط وقتی فراق نہیں بلکہ دائمی ہے تو اس صاحب غم کی کیا حالت ہوگی۔

صالح

فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا فَكَذَّبُوهُ
فَعَصَوْهَا..... يَخَافُ عُقْبَاهَا ۳

ترجمہ: جب کہ اس قوم میں جو سب سے زیادہ بد بخت تھا وہ اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تو ان لوگوں سے اللہ کے پیغمبر (صالح) نے فرمایا کہ اس اونٹنی سے اور اس کے پانی پینے سے خبردار رہنا۔ سوا انھوں نے پیغمبر کو جھٹلایا پھر اس اونٹنی کو مار ڈالا تو ان کے پروردگار نے ان کے گناہ کے سبب ان پر ہلاکت نازل فرمائی۔ ۳
میرا انیس نے متذکرہ بالا آیت کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔

۱۔ مراٹھی انیس: جلد ۴۔ نو لکھنؤ ص ۲۴۷

۲۔ قرآن: سورہ الشمس۔ آیت ۱۲-۱۳

۳۔ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۲۴۷

مندرجہ بالا آیت میں کمرہ کا ذکر جناب یوسف کا ہے جو آپ نے اپنے بھائیوں کے ہاتھ سے مصر سے اپنے والد جناب یعقوب کے پاس روانہ کیا تھا۔ انیس نے مذکورہ مصر میں زندہ قدروں سے نسبت یا صحبت کے نتیجہ میں جو احترام پیدا ہوتا ہے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چونکہ پیراہن جسم یوسف سے کب دور کر چکا تھا۔ اور یوسف سے اسی نسبت نے اسے قابل احترام بنا دیا تھا۔ اس پس منظر میں حسین کے پیراہن کو انیس نے "یوسف کنگان محن" کا پیراہن کہہ کر اس کے قابل احترام اور ذی اثر ہونے کو اور نمایاں کر دیا ہے اس لئے کہ یوسف کے پیراہن میں کوئی خون نہیں تھا۔ اور یہاں خون بھی تھا اور نور امانت اور اثاثہ شہادت بھی۔

داؤد

وَإِذْ نَادَىٰ دَاوُدُ زَبُورًا ۖ

ترجمہ: اور ہم نے داؤد کو زبور دی۔ ۳۷

وَالنَّالَةَ الْحَدِيدَ ۚ

ترجمہ: ہم نے ان کے واسطے لوہے کو (مثل موم) نرم کر دیا اور حکم

دیا کہ تم زرہیں بناؤ۔ ۳۸

۳۷ قرآن: سورہ نساء آیت ۱۶۳

۳۸ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۱۵۱

۳۹ قرآن: سورہ سبا آیت ۱۰

۴۰ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۳۳

میر انیس نے متذکرہ بالا آیات کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے

۱ داؤد کہتے ہیں کہ یہ جوشن زبور ہے ۱

۲ آہن کو ابھی موم کریں صورت داؤد ۲

انیس نے مذکورہ مصرعہ میں حضرت داؤد کے معجزہ یعنی آہن کو موم بنا

دینے کی قوت کے حوالے سے اہل بیت کو پہنچایا ہے۔ یہ تو انسان کے دل کو

مثل داؤد تبدیل کر سکتے ہیں۔ لیکن فرق یہ ہے کہ لوہا سخت ہونے کے

باوجود نبی کے اعجاز کو تسلیم کر لیتا ہے لیکن انسان کا دل امام کے مرتبہ کو تسلیم

کرنے میں لوہے سے زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔ اگر تسلیم کرنے کی نرمی دل میں

پائی جائے تو یہ انسان کو تبدیل کر کے اعلیٰ ترین درجہ انسانیت پر فائز کر دیں۔

سلیمان

وَحِشَىٰ سُلَيْمَانَ جُنُودًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَمَأْمُورٌ

يُؤْزَعُونَ... وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۚ

ترجمہ: اور سلیمان کے لئے ان کا لشکر جمع کیا گیا جن میں جن بھی انسان

بھی، پرندے بھی، یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے ایک میدان میں آئے تو ایک

چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے اپنے سوراخوں میں جا گھسو کہیں تم کو سلیمان

اور ان کا لشکر بے خبری میں نہ پھیل ڈالے۔ ۴۰

۴۰ مراثی انیس: جلد اول - نو لکھنور ص ۳۳

۴۱ " " " " ۴ - " " ۱۱۹

۴۲ قرآن سورہ نمل آیت ۱۸-۱۷ ۴۳ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۳۴۹

میرانیس نے متذکرہ بالا آیات کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔

ذریعے کو کیا آپ نے خورشید درخشاں

اک مور کو حضرت نے دیا تخت سلیمان

انیس نے اس مصرعہ میں "تخت سلیمان" استعمال کر کے اس آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ منظر پیش کیا ہے کہ جب حضرت سلیمان نے چیونٹی کی بات کو سن کر شاہ مور کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر پوچھا اے شاہ مور تم نے اپنے لشکر کو کیوں کہا کہ سلیمان آتا ہے۔ کیا تم نے ہم سے کوئی ظلم دیکھا ہے۔ اے نبی اللہ۔ آپ کے لشکر سے کبھی ظلم نہیں دیکھا ہے۔ مگر ہو سکتا تھا کہ سہو آپ کے گھوڑوں کے ٹاپوں میں ہم آجاتے اور ہلاک ہو جاتے۔

جناب سلیمان سے چیونٹیوں کا ایک تاریخی ربط تاریخ قرآن میں محفوظ ہے۔ اسی کے پیش نظر انیس نے دوسرے مقام پر امام حسین کے ورد و کربلا ہونے کے منظر کو پیش کرتے ہوئے کہا ہے

اترے ہیں آکے فخر سلیمان کے ساتھ ہم

کیا ان کے مور پے کہ جو ہوں چیونٹیوں سے کم
چوں کہ فارسی میں مور کے معنی چیونٹی کے ہوتے ہیں اور مورچہ
چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کو کہتے ہیں جو تعداد میں بے شمار تھیں اور مورچہ کو
اردو میں محاذ جنگ سے تعبیر کرتے ہیں۔

چہ چہ چہ چہ

۱۔ مراثی انیس: جلد ۳ نول کشور ص ۲۳

۲۔ اختر جازی: قصص الانبیاء ص ۲۹۹

موسیٰ

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ طَافُ مَا
أَتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَأَنَّمَوْا ط كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

ترجمہ: اور جب ہم نے تم سے قول و قرار لیا اور ہم نے طور پہاڑ کو اٹھا کر تمہارے اوپر معلق کر دیا۔ ۱۷

فَأَسْرِ بِعِيَادِي يٰلَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتُمْ مُتَّبِعُونَ ۝ وَاتْرِكِ الْبَحْرَ
رَهْوًا ۝ إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّفْرَقُونَ ۝

ترجمہ: موسیٰ نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ فرعون اور اس کے
ساتھی بڑے سخت اور مجرم لوگ ہیں تو اب میرے بندوں کو تم رات ہی
رات میں لے کر چلے جاؤ تم لوگوں کا تعاقب ہوگا اور تم اس دریا کو کنو
کی حالت میں چھوڑ دینا۔ ان کا سارا لشکر ڈبویا جائے گا۔ ۱۸
میرانیس نے متذکرہ بالا آیات کو مندرجہ ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔
۱۷ موسیٰ کا ہے یہ قول کہ قذیل طور ہے ۱۸

۱۔ قرآن: سورہ بقرہ آیت ۹۳

۲۔ قرآن: ترجمہ اشرف علی تھانوی ص ۱۱

۳۔ قرآن: سورہ دخان۔ آیت ۲۴-۲۳

۴۔ قرآن: ترجمہ۔ اشرف علی تھانوی ص ۹۹۸-۹۹۷

۵۔ مراثی انیس۔ جلد اول۔ نول کشور ص ۳۳

نشریات اطہورا (۳)
۲۔ تمہیں شراب اطہورا نصیب ہوئے
۳۔ کہ رسول جام شراب اطہور آئے

وَسَقُومُوهُمْ بِعَمْرِ شَرَابِ اطِّهَوْرَا
سورہ دھر آیت ۲۱

اولی الایصار^(۴)
ترکس کہیں آنکھوں کو بھلا کیا اولی الایصار
فَاعْتَبِرُوا اِذَا رَاٰی الْاِیَّصَارَ
سورہ حشر آیت ۲

ما شاء الله (۵)
شاہ ہر ضرب پر قمار تھے ما شاء اللہ

سَنَعِرُكَ فَلَا تَنْسَى إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ
سورہ اعلیٰ آیت ۷۷-۶

خط ایض (۶)
 ماکہ چرخ پر خط ایض ہوا عیاں
 حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ
 سورہ بقرہ آیت ۱۸۷

قرض حسن (۷)
یوں جانتے ہیں قرض من دینے کو بے سود

مَنْ ذَا الَّذِي يقرضُ الله قَرْضًا حَسَنًا
سورہ بقرہ آیت ۲۷۵

۲۲۳	نول کشور	جلد ۳	مراثی انیس :	۱
۳۴۱	"	۳	" :	۲
۲۲۲	"	اول	" :	۳
۱۰۶	"	"	" :	۴
۵۵	"	۸	" :	۵
۱۱۲	"	۳	" :	۶

تا غرق نہ فرعون ہو موسیٰ نہ رکس گئے! اے
انیس نے مذکورہ مصرعہ میں جناب موسیٰ کے حوالہ سے حسین کی عظمت
کا اعلان کرنے کے لئے ’’تذیل طور‘‘ کا سہارا لیا ہے۔ جناب موسیٰ اور
طور کی تجلی کے پس منظر میں حسین موسیٰ کی بیگاہوں میں اسی جلوہ کے حامل
ہیں۔ جو کہ طور پر ظاہر ہوئی تھی۔

دوسرے مصرعے میں انیس نے عزیمت حسین کے اظہار کے لئے موسیٰ اور فرعون کی تعلیم کا سہارا لیتے ہوئے یہ بات کہی ہے کہ جس طرح فرعونیت کو غرق کئے بغیر موسیٰ نے اپنا قدم نہیں رکھا اسی طرح یزیدیت کو بے نقاب کئے بغیر حسین بھی دم نہ لیں گے۔

(ج) قرآن کے الفاظ کلام انیس میں

انیس کے مہرے

بِسْمِ اللّٰهِ (۱) ۲
بِسْمِ اللّٰهِ جیسے آگے ہو ایسے تھے مقتدا
بِسْمِ اللّٰهِ جیسے آگے ہو یوں تھے شاہ حجاز

غضب اللہ علیہم (۲) ہے
 غضب اللہ علیہم کی کیا تفسیر آئے

وغضب اللہ علیہم ولعنہم
 واعدلہم جہنم... سورہ فتح آیت ۲

۱۸۱

۴ " " " " هذا

۳۷ " " جلد ۴ " " ۳۸ کے مرثیہ انیس جلد اول نامہ حسین ص ۴۱۵

انفسنا و انفسکم (۸)
ہے انفسنا انفسکم کس سے اشارہ ہے
وَلَا رَطْبٌ يَابِسٌ (۹)

جورط و یابس اس میں ہے سب ان کو یاد ہے
وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي
كِتَابٍ مُبِينٍ (سورہ النعام آیت ۵۹)

لعن (۱۰)
قابل لعن ہے تو اور وہ تیرا سردار
إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ
(سورہ احزاب آیت ۶۲)

کواہ صفا (۱۱)
ہے کواہ صفا اور صفائی ہوئی تجھ میں
إِنَّ الصَّفَادَ الْمُرْدَةَ مِنْ مَثَعَائِ اللَّهِ
(سورہ بقرہ آیت ۱۸۵)

یسین (۱۲)
اس کی ہی بزرگی میں ہے یسین کی آیت
پڑھے یسین کہ اب ہے دم باز یسین
يَسِّسَ وَالْقُرْآنُ الْحَكِيمُ
(سورہ یسین آیت ۱-۲)

۱	۲۳۴	مرثی انیس : جلد اول - نول کشور
۲	۹۴	" " : " " - " " - " "
۳	۵	" " : " " - " " - " "
۴	۵۲	" " : " " - " " - " "
۵	۱۰۰	" " : " " - " " - " "

کن فیکون (۱۳)
ہے چن کن فیکون ہوتا ہے برباد
إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذْ أَرَادَ شَيْئًا أَنْ
يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (یسین آیت ۸۲)

ذبح عظیم (۱۴)
ذبح عظیم اشارہ قتل حسین ہے
وَقَدْ يُنَبِّذُ بَحْ عَظِيمٍ
(سورہ صافات آیت ۱۰۷)

لا اسئلكم (۱۵)
ہے کون مراد آیہ لا اسئلكم سے
تَلَّا اسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا
(سورہ شوری آیت ۲۳)

مودت (۱۶)
جو اجر رسالت ہے مودت وہ اس کی
إِلَّا الْمُدَّةَ فِي الْقُرْبَى
(سورہ شوری آیت ۲۳)

نور السموات والارض (۱۷)
قرآن میں کون نور سموات وارض ہے
اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
(سورہ نور آیت ۲۵)

۱	۱۵۵	مرثی انیس : جلد ۲ - نول کشور
۲	۱۱۲	" " : " " - " " - " "
۳	۱۱۲	" " : " " - " " - " "
۴	۱۱۲	" " : " " - " " - " "
۵	۱۹۶	" " : " " - " " - " "

قرۃ العین (۱۸)
قرۃ العین محمدیہ نظر ہے تیری

ہب لنا من آرزائنا وذریتنا
تُرَّةُ اَعْلٰی (سورہ فرقان آیت)

ہل اتی (۱۹)

اے بحر فیض اے قمر برج صل اتی اے
ہل اتی اعلیٰ الانسان
(سورہ دھر آیت ۱)

والیل (۲۰)

پیدا ہیں صاف معنی والیل والقمر
وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی (سورہ یل آیت ۱)

والیل اذا سبحی (۲۱)

گیسو تھے وہ مفسر والیل اذا سبحی
وَالَّیْلِ اِذَا سَبَّحَ اِیَّیْ (سورہ ضحیٰ آیت ۲)

والشمس والضحیٰ (۲۲)

رخ سے عیاں تھے معنی والشمس والضحیٰ
وَالشَّمْسِ وَالضُّحٰی (سورہ شمس آیت ۱)

۱۔ مراثی انیس - جلد ۱ - نول کشور ص ۹۷

۲۔ مراثی انیس - جلد ۱ - " " ص ۲۲۱

۳۔ " " - " " - " " ص ۳۸۳

۴۔ " " - " " - " " ص ۳۸۴

۵۔ " " - " " - " " ص ۱۹۲

۶۔ " " - " " - " " ص ۳۸۴

۷۔ " " - " " - " " ص ۱۹۲

قدر (۲۳)

کیا قدر تھی اس شب کی شب قدر ہے پوچھو
اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ (سورہ قدر آیت ۱)

اذا زلزلت الارض (۲۴)

اے قوم اذا زلزلت الارض یہی ہے
اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا (سورہ زلزال آیت ۱)

کوثر (۲۵)

ہم وہ ہیں کہ اللہ نے کوثر ہمیں بخشا
اِنَّا اَعْطٰنَاكَ الْکُوْثَرَ (سورہ کوثر آیت ۱)

صادقین (۲۶)

غیر از علی ملا شرف صادقین کسے
کُوْنُ نُوْمِعِ الصّٰدِقِیْنَ (سورہ توبہ آیت ۱۱۹)

توکلت علی اللہ (۲۷)

بوسے تو یہ بوسے کہ توکلت علی اللہ
اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلٰی اللّٰهِ (سورہ ہود آیت ۵۶)

۱۔ مراثی انیس - جلد ۱ - نول کشور ص ۳۲

۲۔ " " - " " - " " ص ۵۷

۳۔ " " - " " - " " ص ۳۹۳

۴۔ " " - " " - " " ص ۱۵۱

۵۔ " " - " " - " " ص ۱۹۲

۶۔ " " - " " - " " ص ۱۷۷

۷۔ " " - " " - " " ص ۲۷۳

رعِد (۲۸) جلی کی چمک رعِد کی آواز نہ ٹھہری
يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِ ۴ سورہ رعد آیت ۱۲

لن تراقی (۲۹) موسیٰ سے رموز لن تراقی پوچھتے
قَالَ لَنْ تَرَانِي وَلَكِنْ انْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ
سورہ اعراف آیت ۱۴۳

يد الله (۳۰) ب تین ید اللہ کھنچی دشت و غامیں
يَدَ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ
سورہ فتح آیت ۱۰

سبحان الله (۳۱) کج جو اتان خوش اطوار تھے سبحان اللہ
وَسُبِّحَانَ اللَّهِ وَهَامَانَ الْمُشْرِكِينَ
(سورہ یوسف آیت ۸۸)

وحي (۳۲) کیا آئی آج وحی خداوند و جہاں ہے
ان هو لا وحی یوحی
(سورہ نجم آیت ۲)

۱	مراثی انیس :	جلد ۱ - نول کشور ص ۱۱۲
۲	" " :	جلد ۲ - " " ص ۱۱۲
۳	" " :	جلد ۲ - " " ص ۱۵۵
۴	" " :	جلد ۱ - نائب حسین ص ۲۵۵
۵	" " :	جلد ۱ - نول کشور ص ۳۸۵
۶	" " :	جلد ۲ - " " ص ۱۱۲

قل کفی (۳۳) کہتی ہے خلق بد شدہ قل کفی کہے ؟
قل کفی یا اللہ شہیداً
(سورہ رعد آیت ۴۳)

فی النار والسقر (۳۴) آواز دی زمیں نے کہ فی النار والسقر
يَوْمَ يَسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَى دُجَاهِهِمْ
ذُرُوفُ مَسَّ سَقَرِ (سورہ قمر آیت ۴۸)

سبحان ربنا (۳۵) سبحان ربنا کی صدا تھی علی العموم
وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا
(سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۰۸)

حی - قدیر (۳۶) ہوا الحی القیوم (سورہ آل عمران آیت ۲)
يَا حَيُّ يَا قَدِيرُ کی تھی ہر طرف پکار
ان اللہ علی کل شئی قدیر (سورہ بقرہ ۲۵۹)

فسکفیم اللہ (۳۷) فسکفیم اللہ کی آیت
فَسَكْفِيكَ هُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
(سورہ بقرہ آیت ۱۳۷)

متذکرہ بالاعربی الفاظ تراکیب اور فقرے میر انیس کے کلام کا جزو بن

۱	مراثی انیس :	جلد ۲ - نول کشور ص ۱۹۲
۲	" " :	جلد ۲ - " " ص ۲۶
۳	" " :	جلد ۲ - " " ص ۴۲
۴	" " :	جلد ۲ - " " ص ۴۲
۵	" " :	جلد ۲ - " " ص ۱۱۲

کا قرآن ہے۔ اردو پر ایمان لانا ہو تو انیس کو پڑھئے۔ میرا انیس کی توصیف و مدح گسٹری نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے جس میں کلام انیس کا جواب نثری کوششوں سے ممکن نظر نہیں آتا۔

(د) قرآن کے سورے کلام انیس میں

۱۔ سورہ حمد

۱۔ اور سورہ الحمد پڑھا تھا تم کے بازو

انیس نے اس مصرعہ میں قرآن مجید کی اس سورہ کی طرف اشارہ کیا ہے جو سورہ حمد کے نام سے جانا جاتا ہے۔ سورہ حمد قرآن مجید کا افتتاحی سورہ ہے۔ یہ سورہ سات آیات پر مشتمل ہے۔ اس کا نام الفاتحہ بھی اسکے مضمون کی مناسبت سے ہے۔ فاتحہ اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی مضمون یا کسی کتاب یا کسی چیز کا افتتاح ہو۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ یہ نام دیا جا چکا، اور آغاز کلام کے ہم معنی ہے۔ سورہ فاتحہ کے نزول کے سلسلے میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ یہ مکی اور مدنی دونوں حیثیت رکھتا ہے لیکن یہ سورہ مکلی ہے۔ اس کا ثبوت خود قرآن حکیم میں موجود ہے۔ سورہ حشر کی

۱۔ وحید اختر: مطالعہ انیس کے چند مقدمات (مضمون) سرفراز انیس نمبر ۳۹ ص ۵۸

۲۔ مرانی انیس: جلد اول - نول کشتور ص ۲۱

۳۔ تفہیم القرآن: جلد اول - ابوالاعلیٰ مودودی ص ۴۴

کے ہیں۔ عربی اور دیگر زبانوں سے الفاظ زبان میں شامل نہ کرنا قدرت نہیں ہے انیس کے یہاں موضوع بیان کی وسعت کے اعتبار سے الفاظ کا انتخاب کیا جاتا رہا ہے جس سے معنی و مفہیم کی ترسیل میں اضافہ ہوتا رہا۔ شاعر کی قدرت بیان کا امتحان لفظوں کے بر عمل فنکارانہ استعمال پر مبنی ہے۔ کلام انیس کا معجزہ ہے کہ الفاظ اپنی تمام معنوی اور فنی خوبیوں کے ساتھ تخلیقی عمل کا جز بننے میں۔ کلام الہی کے تمام تر الفاظ عربی لغات کا جز ہیں۔ اردو میں قرآنی الفاظ عربی لغات کے اعتبار سے دیگر شاعروں کے کلام میں تلاش کے سجا سکتے ہیں لیکن قرآنی الفاظ کو قرآنی مفہیم کے معجزہ کے ساتھ اپنے کلام میں جگہ دینا یا انیس کی معراج کمال ہے۔ قرآنی الفاظ، قرآنی آیات اور اجزائے آیات کو قرآنی تراکیب کے ساتھ اردو میں اس طرح پیش کرنا کہ مصرعوں کو پڑھنے کے بعد احساس پیدا نہ ہو سکے کہ کلام الہی کلام بشر میں تحلیل ہو رہا ہے۔ ایسی غیر معمولی تخلیقی و فنکارانہ پیش کش مبداء فیاض ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ امکان بشر سے بعید نظر آتا ہے۔ میرا انیس نے قرآنی زبان و بیان کے معجزہ کو اردو کے ذریعہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ بقول ڈاکٹر اعجاز حسین :-

” وہی الفاظ جو بظاہر ثقیل تھے ایک صناعت کے

ہاتھ لگنے سے نرم و نازک ہو گئے۔ نہ صرف ان کی

ثقالت کم ہوئی بلکہ صوتی لحاظ سے بھی وہ سیاق

عبارت میں حسین اور مانوس نظر آنے لگے۔“ ۱

اسی طرح ڈاکٹر وحید اختر کا قول بھی کہ ”انیس کی شاعری اردو زبان /

۱۔ اعجاز حسین: انیس ایک مطالعہ مضمون (ادب و ادیب) ص ۱۸

۱۴۲

آیت ستائشی میں جو بالاتفاق مکی ہے اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ کے متعلق خود فرمایا ہے کہ وہ نازل ہو چکی۔ اور بلاشبہ میں نے تجھ کو سات چیزیں دیں۔ بار بار دہرائی جانے والی اور قرآن عظیم، احادیث صمیمہ اور آثار صحابہ میں ہے کہ سات چیزوں سے مراد سورہ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں۔^۱

۲۔ سورہ فتح :-

۱۔ تھا فتح کی سورہ کا مفسر کوئی ذی جاہ^۲
انہیں نے اس مصرعہ میں قرآن کی سورہ فتح کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ترتیب کے اعتبار سے جس کا نمبر شمار اڑتالیس^۳ ہے اور جو اٹھائیس آیات پر مشتمل ہے۔ ”سورہ فتح“ محض اس سورہ کا نام نہیں ہے بلکہ مضمون کے لحاظ سے بھی اس کا عنوان ہے۔ چونکہ اس میں فتح عظیم پر کلام کیا گیا ہے جو صلح حدیبیہ کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے نبی اور مسلمانوں کو عطا فرمائی^۴۔

۳۔ سورہ کوثر

۱۔ جد کس کا ہے وہ سورہ کوثر جسے آیا^۵
۲۔ تھا سورہ کوثر کسی پیاسے کی زباں پر^۶

۱۔ ترجمان القرآن : جداول - ابوالکلام آزاد ص ۲۷

۲۔ مراۃ انیس : جلد ۴ - ذیل کشور ص ۲۶

۳۔ تفہیم القرآن : جلد ۵ - ابوالاعلیٰ مودودی ص ۲۴

۴۔ مراۃ انیس : جلد ۴ - ذیل کشور ص ۲۵

۱۴۳

انہیں نے ان مصرعوں میں قرآن کی سورہ کوثر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ترتیب کے اعتبار سے اس سورہ کا شمار ایک سو آٹھ^۱ ہے۔ یہ سورہ تین آیات پر مشتمل ہے۔ یہ سورہ مکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس مختصر سورہ کے ایک فقرے میں وہ خوش خبری دی ہے اور ساتھ ساتھ یہ فیصلہ بھی سنا دیا کہ آپ کی مخالفت کرنے والوں کی جرہٹ جائے گی۔^۲

۴۔ سورہ شمس

۱۔ خورشید نے کی سورہ والشمس کی تفسیر^۳
انہیں نے اس مصرعہ میں قرآن کی سورہ شمس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ترتیب کے اعتبار سے جس کا شمار نمبر اکیانوے^۴ ہے۔ یہ سورہ پندرہ آیات پر مشتمل ہے۔ مضمون اور انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ بھی مکہ معظمہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی مگر اس کا نزول اس زمانہ میں ہوا جب مکہ میں رسول اللہ کی مخالفت خوب زور پکڑ چکی تھی۔^۵

۵۔ سورہ العادیات

۱۔ کس کی ثنا ہے سورہ العادیات میں^۶

۱۔ تفہیم القرآن : جلد ششم - ابوالاعلیٰ مودودی ص ۲۹۱

۲۔ مراۃ انیس : جلد سوئم - ذیل کشور ص ۱۵

۳۔ تفہیم القرآن : جلد ششم - ابوالاعلیٰ مودودی ص ۲۴۸

۴۔ مراۃ انیس : جلد چہارم - ذیل کشور ص ۱۹

انیس نے مذکورہ مصرعوں میں قرآن کی جن سورتوں کا ذکر کیا ہے ان میں فقط سورتوں کا حوالہ ہی نہیں دیا ہے بلکہ ان سورتوں کا نفس مضمون بھی مصرعوں کے معنی کے پس منظر میں محفوظ کر لیا ہے۔ سورتوں کے ذکر کو تلخیص کا قائم مقام بنا دیا ہے اور بغیر ان کے سمجھے ہوئے مصرعوں کی پوری تشریح یا تحسین ناممکن ہے۔



انیس نے اس مصرعہ میں قرآن کی سورہ والعدایات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ترتیب کے اعتبار سے جس کا نمبر شمار سوا ہے یہ سورہ گیارہ آیات پر مشتمل ہے۔ حضرت ابن عباس سے دو قول منقول ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ سورہ مکی ہے اور دوسرے یہ کہ یہ سورہ مدنی ہے۔ لیکن سورہ کا مضمون اور انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہ نہ صرف مکی بلکہ مکہ کے بھی ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہے دوسری مقتدر روایت یہ ہے کہ یہ سورہ جنگ سلاسل کے موقع پر حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

۶۔ سورہ نصر

سورہ نصر پے فتح و ظفر آیا تھا ۳

انیس نے اس مصرعہ میں قرآن کے سورہ نصر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ترتیب کے اعتبار سے جس کا نمبر شمار ایک سو دس ہے اور جو تین آیات پر مشتمل ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس کا بیان ہے کہ قرآن مجید کی آخری سورہ ہے۔ اس کے بعد کوئی مکمل سورہ حضور پر نازل نہیں ہوئی۔ ۴

۱۔ تفہیم القرآن : جلد ششم - ابوالاعلیٰ مودودی ص ۴۲۸

۲۔ تفسیر القرآن : جلد پنجم - ظفر حسن ص ۴۲

۳۔ مراۃ انیس : جلد اول - نائب حسین ص ۴۹

۴۔ تفہیم القرآن : جلد ششم - ابوالاعلیٰ مودودی ص ۵۱۲

انہیں اپنے دور کے متداول علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ انہیں متداول علوم میں جہاں منطق، فلسفہ، طب وغیرہ تھے وہاں تفسیر، تاریخ، سیر اور حدیث و فقہ بھی شامل تھے۔ انہیں کسی بنگاہ ان تمام علوم پر تھی لہذا یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ محدث تھے۔ لیکن انہیں اس نکتہ سے بخوبی واقف تھے کہ شعری اظہار انسانی زندگی کے ہر رخ کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے۔ چونکہ حدیث کا تعلق اسلام کے ان ضابطوں سے تھا جس کی تدوین انسانی معاشرے کے لئے لازم تھی۔ حدیث کا لفظ عربی زبان میں مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ گفتگو کرنا۔ خبر دینا۔ اچھا کلام کرنا اور نئی بات کو بھی حدیث کہتے ہیں۔

حدیث کا لفظ حدیث سے ماخوذ ہے۔ تحدیث کے معنی خبر دینا، ظہور اسلام سے پہلے اہل عرب حدیث کے لفظ کو اخبار کے معنی میں استعمال کرتے تھے۔ عربی محاورہ تھا۔ صَارَ حَدِيثًا یعنی فلان چیز ضرب المثل بن گئی ہے۔ قرآن مجید میں اس لفظ کو اسی مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے۔
 ”اللہ نے بہترین حدیث کتاب متشابہ کی شکل میں اتارا ہے“
 ”تو وہ لادیں اسی کے مثل کوئی ایک حدیث“

۱۔ المتجدد: اردو ترجمہ ص ۱۹۳

۲۔ غلام رسول۔ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ ص ۳۲۱

۳۔ قرآن: سورہ دہر۔ آیت ۲۳

۴۔ ”: سورہ طور۔ آیت ۳۴

بَابُ سُوْم

کلام انیس میں احادیث رسولؐ اور اقوال معصومینؑ

۱۴۹

بغیر حدیث کے قرآن کو سمجھنا اور اس کے احکام پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ اسی لئے خالق کائنات نے سرکارِ دو عالم کے ارشادات کی ضمانت لیتے ہوئے کہا کہ ”یہ اس وقت تک کلام نہیں کرتا جب تک کہ اس پر وحی نہیں ہوتی۔“ لے جس کا کھلا ہوا مفہوم ہے کہ رسول کا ہر قول پابند قرآن ہے اور اسی لئے سرکارِ دو عالم نے فرمایا کہ ”اگر میرا قول قرآن مجید کی آیت کے برعکس ہو تو اس کو میرا قول نہ سمجھنا۔ وہ میری حدیث نہیں ہو سکتی۔ میرا قول خدا کے قول کو رد نہیں کر سکتا۔“ لے

ابتداء میں لوگ حافظہ کی بنیاد پر زبانی حدیثیں یاد کر کے بیان کرتے تھے مگر بعد میں اس کی ترویج و تدوین ہو گئی اور پہلی صدی کی ابتدا سے اس فن نے بڑی اہمیت حاصل کر لی اور عظیم المرتبت محدث اور حافظ الحدیث بزرگ پیدا ہوئے۔

امت مسلمہ پر ان ذمہ داروں کا احسان ہے جو مصائب و آلام کے باوجود حقائق اسلام اور حدیث پیغمبر کو اپنے گلے سے لگائے ہوئے ہیں جن کا جمع کیا ہوا ذخیرہ احادیث آج بھی قرآن فہمی اور اسلام شناسی میں مددگار ثابت ہو رہا ہے۔

دین اسلام مکمل ضابطہ حیات کا نام ہے جو اپنے دامن میں ہر مسئلہ حیات کا حل رکھتا ہے اور یہ حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ رسول کے بعد بھی امت ایسے مسائل سے دوچار ہوتی ہے جس کا حل حدیث پیغمبر میں نہیں ملتا لہذا

لے قرآن: سورہٴ نجم - آیت ۴

لے اسرار الرحمن بخاری - تاریخ الحدیث ص ۴

۱۴۸

حدیث کی پانچ قسماً بیان کی گئیں ہیں -

۱ - حدیث صحیح

۲ - حدیث حسن

۳ - حدیث قوی

۴ - حدیث مؤثق

۵ - حدیث ضعیف

قرآن فہمی کے لئے احادیث پیغمبر کا مطالعہ کیوں ضروری ہے اس کی وضاحت قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے۔

”ہم نے آپ پر ذکر کو نازل کیا تاکہ آپ نازل کردہ کتاب کی تشریح کریں۔“ لے

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم کی حیثیت فقط ایک نامہ بر یا پیغام پہنچانے والے کی نہیں ہے کہ وہ قرآن لائیں اور امت کے حوالے کر کے چلے جائیں بلکہ آپ قرآن مجید کے شارح اور ترجمان بھی تھے۔ لہذا آپ کی ذمہ داری تھی کہ آپ قرآن کے قانون پر عمل درآمد کرائیں۔ قرآن مجید نے نماز قائم کرنے، حج بجالانے، زکوٰۃ ادا کرنے وغیرہ کا حکم تو دیا لیکن یہ نہیں بتایا کہ نماز کی کتنی کتنی ہوں گی۔ قیام و رکوع و سجود کی ترتیب کیا ہوگی۔ حج کے مناسک کیسے ادا ہوں گے۔ زکوٰۃ کا نصاب کیا ہوگا۔ یہ مسائل بغیر قول و فعل پیغمبر کے حل نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے

لے فروع کافی: (الثانی طبع جدید) ترجمہ سید ظفر حسن ص ۱۱

لے قرآن: سورہٴ نحل - آیت ۴۴

کے لئے وقف ہوتے ہیں جو خدا اور بندے کے درمیان ایک ضروری رابطہ کے طور پر پیدا کئے جاتے ہیں۔ ان میں ایک ملکوئی جذبہ ہوتا ہے جو خدا سے پیغام کو حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور ایک بشری جذبہ ہوتا ہے جو تک پیغام پہنچانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ان پہلوؤں کے ہم آہنگ ہونے سے جو شخصیت بنتی ہے اس کو نبی یا رسول کہتے ہیں۔ سلسلہ نبوت کے تمام ہونے پر یہی سلسلہ امامت کی شکل میں جاری رہتا ہے، یہاں تک کہ قیامت آجائے۔ نبوت میں خدا سے پیغام حاصل کیا جاتا ہے اور امامت میں حاصل شدہ پیغام کی حفاظت کا پورا پورا انتظام ہوتا ہے۔ ان دونوں منصب کے لئے جس جوہر کی دستوری ضرورت ہوتی ہے اس کو عصمت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عصمت ایک لطف پروردگار ہے جس کے بعد ترک اطاعت اور ارتکاب معصیت کی تحریک کا سد باب ہو جاتا ہے۔ علم و عمل صالح کی تکرار ایک ایسی طاقت پیدا کر دیتی ہے کہ انسان اختیار کا مل رکھنے کے باوجود گناہ نہیں کرتا اور اسی نمونہ اختیار کو خدا بندوں کے لئے اپنی حجت بنا دیتا ہے۔ حجت خدا کا اسی لئے ہر زمانے میں موجود ہونا بھی لازمی ہوتا ہے۔

عصمت کا امکان جہل کی نفی ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی علم سے شعور، انتشار و دشمن ہو کہ حقائق اس کی نگاہ میں بے حجاب ہوں اور وہ ذی شعور انسانوں کی رہنمائی کا دافعی اہل ہو۔ علم کے علاوہ اس نبوت میں کہ وہ خدا سے رہنمائی کی سند لے کے آیا ہے۔ اس کو قوت اعجاز بھی درکار ہوتی

لے شیخ سلیمان قندوزی حنفی - معالم العترۃ (نایع الودت) مترجم ملک محمد شریف ص ۶۹

امت کو اپنی صحیح رہنمائی کے لئے ایسے ارشادات کی ضرورت پڑتی ہے جن میں اتنی ہی قطعیت پائی جاتی ہو جو کلام رسول میں ہوتی ہے کلام میں چوں کہ یہ قطعیت تبھی پیدا ہو سکتی ہے جب تک کہ صاحب کلام معصوم ہو۔ وہ اپنی فکر و فراست میں بے خطا ہو اور اس کا بیان تذبذب اور شک و شبہ سے بے عیا ہو فقہ جعفری میں اسی لئے بعد رسول ایک ایسے ہی معصوم سلسلہ کی ضرورت کا اہتمام ہے جو اس قطعیت اور عصمت کی ضمانت لے سکے اور پیغمبر اسلام نے بھی جس سلسلہ کی واضح اور بالا اعلان نشانہ ہی کر دی۔ ہونا کہ امت کو حکم خدا تک پہنچنے کے لئے غیر معصوم ذرائع کا دست نگر نہ ہونا پڑے۔ نبی کے بعد جن افراد کا قول و عمل رسول کے قول و عمل کی تصویر ہے۔ فقہ جعفری میں انہیں کوائمہ معصومین کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور ختمی مرتبت نے ارشاد فرمایا کہ میں علی حسن و حسین اور اولاد حسین سے نو افراد پاک و معصوم ہیں یہ رسالت کے بعد امامت کے سلسلہ کا قائم رہنا اس لئے ضروری ہے تاکہ سیرت رسول کا تحفظ بھی ہوتا رہے اور آئندہ پیدا ہونے والے مسائل بھی حل ہوتے رہیں رسول کی نیابت وہی امام کر سکتے ہیں جن میں یہ چار صفات موجود ہیں۔ عصمت، علم، قوت اعجاز اور نص۔

۱۔ عصمت - خدا کے نظام ہدایت میں کچھ افراد انسانوں کی رہنمائی

لے شیخ سلیمان قندوزی حنفی مفتی اعظم قسطنطنیہ - معالم العترۃ (نایع الودت)

مترجم ملک محمد شریف - ص ۶۹

لے آقا حسن رضا ندیری - مکتب اہل بیت ص ۲۵

ہے تاکہ اس کی قوت کے سامنے عام انسان عاجز ہو کر یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ کچھ کمالات بہ زور بازو نہیں بلکہ یہ لطف پروردگار حاصل ہوتے ہیں جن کو خدا اپنا نمائندہ بناتا ہے انہیں کو یہ کمالات بھی حاصل ہوتے ہیں۔ یہ وہ افراد ہوتے ہیں کہ جن کے کردار کی جلالت پر خدا کی طرف سے آیہ تظہیر کی صفات ہوتی ہے اور ان کے نام کی شناخت میں حدیث رسول کی نصیحتیں سند کا کام کرتی ہے۔

اسی لیے فقہ جعفری میں قرآن و حدیث پیغمبر کے ساتھ ساتھ قول معصوم کو بھی حدیث کا درجہ حاصل ہے۔ وہ روایت جس میں قول معصوم فعل معصوم یا تقریر معصوم نقل کئے گئے ہوں حدیث کہلاتی ہے۔ قول و فعل کے معنی ظاہر میں تقریر کے معنی ہیں۔ کسی دوسرے کے کسی قول یا فعل پر جو معصوم کے سامنے ہوا۔ معصوم کا راضی رہنا اور رضامندانہ سکوت کرنا یہ واقعہ کربلا کا انحصار آیات قرآنی کے ساتھ ساتھ رسول کی ثقہ احادیث اور اقوال معصوم پر بھی ہے۔ انیس نے واقعہ کربلا کا پلاٹ اگر فقط فن شاعری کے حوالے کر دیا ہوتا اور ارشادات معصومین کی گرفت سے بالکل آزادی اختیار کی ہوتی تو ان کے مرانی بحیلات کا شاہکار تو ہو جاتے لیکن واقعہ کربلا کی صداقت کی تائید میں احادیث رسول اور اقوال معصومین کا دامن چھوٹ جاتا۔ انیس نے اپنی فکر کی پرواز کو مختلف زاویہ نظر عطا کرتے ہوئے

۱ قرآن: سورہ احزاب آیت ۳۳

۲ شیخ سلیمان قندوزی حنفی۔ معالم العترہ لابیائہ الودت (مترجمہ محمد شریف ۶۹۲ تا ۶۹۳)

۳ سید علی نقی: تدوین حدیث صف

فرمودات معصومین کی رہنمائی میں آگے بڑھایا ہے اور اس طرح شاعری میں واقعیت کا اہتمام رکھا ہے۔ تاکہ شاعری فن کے ساتھ ساتھ ایک تاریخی اور مذہبی دستاویز کا کام بھی دیتی رہے۔ تحلیلات کی رعنائی نے جمالیاتی حسن کو بھی تشنہ نہیں رکھا اور حدیث و ارشاد معصوم کی روحانی معنویت کو احساس کے پیکر میں ڈھال بھی دیا ہے۔ اس باب میں کلام انیس کا تجزیہ پہلے احادیث رسول اور بعد میں اقوال معصومین کی روشنی میں کیا گیا ہے۔

حدیث نور

۱ یہ پیشتر آدم سے بھی تمہا عرش پہ موجود لے
۲ مجھ سے روشن ہے فلک مجھ سے منور ہے زیریں لے
۳ پیدا ہوئے تھے یہ عوض خاک نور سے لے
۴ ایک نور کے دو حصہ کئے حق نے برابر لے
۵ اور پھر کئے ہر حصہ کے دو حصہ مقرر لے
۶ دو مکروں سے مخلوق ہوئے احمد و حیدر لے
۷ پیدا ہوئے دو حصوں سے سلطین پیمبر لے
۸ زہرا کو پھر اس نور سے تنہا کیا پیدا لے
۹ یوں بختن پاک کا نقشہ کیا پیدا لے

۱ مرانی انیس: جلد ۱۔ نول کشور صف

۲ " " : جلد ۱۔ " " صف ۹۴

۳ " " : " " ۱۔ " " صف ۴۳

۴ " " : " " ۲۔ " " صف ۴۴

انیس نے مندرجہ بالا مصرعوں میں رسول خدا کی اس حدیث نور کو پیش کیا ہے جو احادیث کی مختلف کتب میں مختلف اعتبار سے ملتی ہے۔

جابر ابن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ میں نے رسالت مآب سے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں سب سے پہلے خدا نے کس چیز کو خلق کیا۔ آنحضرت نے جواب دیا۔ جابر سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔ لے

جابر ابن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول نے فرمایا کہ خداوند عالم نے ہم کو ادر علی کو ایک ہی نور سے پیدا کیا۔ ادر وہ نور آدم کی پیدائش سے دو ہزار سال پیشتر خدا کی تسبیح و تقدیس کرتا تھا جب خدا نے آدم کو پیدا کیا۔ تو ہم آدم کی پشت میں ساکن ہوئے۔ ہم صلب طاہر اور شکم پاک سے ہوتے ہوئے نوح کے صلب میں آئے اور کچھ صلب ابراہیم میں آئے یہاں تک کہ عبد المطلب کی پشت میں منتقل ہوئے۔ پس وہ نور دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ ایک حصہ عبد اللہ کے صلب میں اور ایک حصہ ابوطالب کے صلب میں۔ میں صلب عبد اللہ سے نکلا اور علی صلب ابوطالب سے۔ اس کے بعد میرا ادر علی کا نور فاطمہ میں جمع ہو گیا اور پھر حسن و حسین پر در و کار عالم کے نور کے دو حصے ہیں۔ لے

میرا انیس نے مذکورہ مصرعوں میں حدیث نور کو اپنے کلام میں جس طرح نظم کیا ہے اس میں متن حدیث کا پورا پورا ترجمہ بھی ہے اور کلام کی

لے شیخ سلیمان قندوزی حنفی: معالم النثرہ (کتبایع المودت) ترجمہ لک محمد شریف

لے علامہ صاحب سنی المنفی کوکب درمی (مناقب مرتضوی) ترجمہ سید محمد سبطین ص ۱۵۳

لطف بھی۔ یعنی نہ کلام ترجمہ کی احتیاط پر اثر انداز ہوا اور نہ ترجمہ کی احتیاط کلام کی شیرینی اور سلاست پر۔

میرا انیس کے یہاں حدیث پیغمبر کو نظم کرنے میں جو اضافی خوبی محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ انیس نے مذکورہ مصرعوں میں تسلسل اور تجزیہ دونوں کو ہم آہنگ کر دیا۔ حدیث نور کی اہمیت کو انیس نے گہرائی سے محسوس کیا ہے۔ نور ایک مذہبی اصطلاح نہیں بلکہ نور ایک ایسی ہمہ گیر اصطلاح ہے جو ہر زمان و مکان کی فکر میں موجود ہے۔ علم چاہے موضوعی ہو یا معروضی دراصل ایک نور بیکراں کی ایسی موج ہوتی ہے جس کی تہہ میں لاشعوری اور نوری کارواں جس منزل تک پہنچے گا وہ بالآخر کسی نوری شخصیت پر منتہی ہو جائے گی۔ اس پولے سفر کو ادب اور فلسفے کی دنیا میں اصول سے ذات تک پہنچنے کے عمل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ابھی تک کائنات اس سفر میں سرگرداں ہے۔ لیکن بالآخر جہاں تک پہنچے گی اس کی روداد اسی حدیث نور میں مذکور ہے فرق فقط اتنا ہے کہ حدیث میں نور کا ذکر پہلے ہے شخصیتوں کا ذکر بعد میں اور انسان پہلے شخصیت (OBJECT) تک پہنچ کر نور تک پہنچتا ہے۔ میرا انیس نے متذکرہ بالا مصرعوں میں سے (اک نور کے دو حصے کے حق نے برابر) اور پھر کے ہر حصے کے دو حصے مقرر) بات کو خدا کے نور سے دو مصرعوں تک اصولی رکھا اور پھر اجزائے نور سے شخصیتوں کی تخلیق کی طرف اشارہ کر کے اس کے بعد کے مصرعوں میں اہل بیت کو حقیقت منتہا سے اصولی طور پر بہت قریب کر دیا ہے۔

~~~~~

## حدیث ثقلین

۱۔ دونوں یہ جدا مجھ سے نہ ہوں گے کبھی نہ ہمارے  
میں ساتھ تمہارے ہوں جو ساتھ لگے رہو گے  
مجھ سے اسی تقریب سے کوثر پہ ملو گے  
۲۔ قرآن کا اور آل محمد کا ساتھ ہے

میر انیس نے ان مصرعوں میں رسول کریم کی اس حدیث کو نظم کیا ہے  
جو حدیث ثقلین کے نام سے مشہور ہے۔ کتاب احادیث میں یہ حدیث ثقلین مختلف  
طریقوں سے وارد ہوتی ہے۔

۱۔ حبیب ابن ثابت اور زید ابن ارقم (یعنی یہ حدیث دونوں اصحاب  
سے منقول ہے) نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا "میں تمہارے درمیان دو  
چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ان دونوں سے اگر تم مضبوطی کے ساتھ وابستہ  
رہے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ جن میں ایک قرآن اور دوسری میری اولاد  
یعنی میرے اہلبیت۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے  
یہاں تک کہ یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں"۔

خم غدیر کا خطبہ :- زید ابن ارقم کہتے ہیں کہ ایک روز

۱۔ مرانی انیس : جلد ۲ - ذیل کشور ص ۶

۲۔ " : " ۴ " " ص ۶

۳۔ صبح ترمذی : ۲ " ۲۳۳

رسول خدا صلعم نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر مقام خم کے چشمہ یا پانی پر جو مکہ  
اور مدینہ کے درمیان میں واقع ہے خطبہ دیا۔ اول خدا کی حمد و ثنا کی پھر  
لوگوں کو نصیحت کی اور ثواب و عذاب کو یاد دلایا اور اس کے بعد فرمایا۔  
اے لوگو! آگاہ ہو میں بھی تمہارے مانند ایک آدمی ہوں (فرق صرف اتنا  
ہے کہ میں سب پر اس وحی الہی آتی ہے) اور وہ وقت قریب ہے کہ میں  
پروردگار کا بھیجا ہوا فرشتہ (موت) آئے اور میں خداوند تعالیٰ کے حکم کو  
قبول کر لوں (یعنی دنیا سے رخصت ہو جاؤں) سنو میں تمہارے درمیان  
دو بھاری چیزیں چھوڑنے والا ہوں۔ ان میں سے پہلی چیز خدا کی کتاب  
ہے جس میں ہدایت ہے تم خدا کی کتاب کو مضبوط پکڑ لو اور اس پر عمل کرنے پر  
مضبوطی سے قائم رہو اس کے بعد رسول خدا صلعم نے قرآن مجید کی طرف لوگوں  
کو کافی رغبت دلائی اور خوب ابھارا اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔  
میں تم کو خدا سے ڈراتا ہوں اور خدا کو یاد دلاتا ہوں کہ تم میرے اہلبیت کو  
کو نہ بھولنا اور یاد دلاتا ہوں کہ میں میرے اہلبیت کے حق کو نہ بھولنا۔ اور ایک  
روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے فرمایا خدا کی کتاب خدا کی رسی ہے جو شخص  
اس کو چھوڑ دے گمراہ ہو گا۔

۲۔ جابر بن انصاری اور ایان بن ثابت سے مروی ہے کہ در ذر عرفہ  
رسول منبر پر تشریف لے گئے اور توحید و حمد الہی کے بعد فرمایا کہ اے لوگو! میں  
تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم اس کی  
طرف مائل ہو جاؤ تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

۱۔ مشکوٰۃ شریف کامل : ص ۹۱ - ترجمہ آثار رفیق بلند شہری

۲۔ محمد صالح کشتی الترمذی السنی المصنف : کوکب دوی (مناقب مرتضوی) ترجمہ سید محمد سلیمان ص ۱۵۱

## حدیث قرطاس

۵۔ حال ان کا نظر آیا جو سلطان اعم کو  
فرمایا کہ لے آؤ دوات اور قلم کو  
تحریر تمہارے لئے کچھ کرنا ہے ہم کو  
تاراج ضلالت سے رکھو باز قدم کو  
واللہ عمل کر مرے لکھنے پہ کرو گے  
پھر حشر تلک تم کبھی گمراہ نہ ہو گے ۱

میرا میں نے اس بند میں حدیث قرطاس جو بین المسلمین ایک مشہور  
حدیث ہے اس کا ترجمہ کیا جو اصل عبارت کا مکمل ترجمہ ہے۔ حدیث قرطاس اس  
واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جب رسول کی زندگی کا آخری وقت آیا تو آپ  
نے قلم کا غدا اور دوات طلب فرمایا اور کہا کہ لاؤ ایک ایسی چیز لکھ دوں کہ  
تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔

آپ نے وفات سے تین روز پہلے فرمایا کہ میں تمہارے لئے  
ایسی چیز لکھوں گا کہ تم گمراہ نہ ہو گے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں کی طرف  
مخاطب ہو کر کہا کہ آنحضرت کو درد کی شکایت ہے اور ہمارے لئے قرآن  
کافی ہے۔ حاضرین نے کہا کہ رسول اللہؐ یہی باتیں کر رہے ہیں (نمود باللہ)  
روایت میں جس جسر کا لفظ ہے جس کے معنی ہڈیاں کے ہیں "۱" ۲

۱۔ مراثی انیس - نزل کشور - جلد ۲ ص ۵

۲۔ شبلی نعمانی: الفاروق - ص ۶۶ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۹ مشکوٰۃ شریف: جلد ۲ ص ۲۰

۳۔ احمد بن فضل بن محمد اپنی کتاب وسیلہ المآل میں لکھتے ہیں  
کہ محمد بن جعفر نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ رسول جب مرض الموت میں تھے  
تو ان کا کمرہ اصحاب سے بھرا ہوا تھا تو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ "لوگو میں تم سے  
بہت جلد رخصت ہونے والا ہوں۔ پہلے بھی تم سے کہہ چکا ہوں اور اب پھر  
کہتا ہوں کہ میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک  
کتاب اللہ اور ایک میری عمرت یعنی میرے اہلبیت" ۱  
۴۔ ایک روایت میں ہے کہ میں تم میں دو باتیں چھوڑ رہا ہوں۔  
اگر تم نے اس کی پیروی کی تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ۲

میرا میں نے مذکورہ بالا مصرعوں میں ان تمام حدیثوں کے نفس معنون کو  
نظم کرتے ہوئے حدیث میں لفظ "لن یفترقا" یعنی ہرگز ہرگز کے تاکید ہی لہجہ کو ادا  
کرنے کے لئے ایک ہی مصرعہ میں کبھی اور زہار، دونوں ایک ساتھ استعمال کیا  
ہے تاکہ تاکید کی شدت کا احساس باقی رہے۔ دوسرے مصرعوں میں  
'قرآن اور آل محمد کا ساتھ ہے' میں جو برستگی ہے اس سے فطری ہم آہنگی کا  
احساس پیدا کیا ہے کہ قرآن اور اہلبیت فطرتاً اتنا ہم آہنگ ہیں کہ ایک ہی  
حقیقت کی دو تعبیریں ہیں۔ اور انھیں تعبیروں کی تقریب کو رسول سے کوثر پر  
ملاقات کا وسیلہ بنایا ہے۔ یعنی استدلال، ترجمہ، حدیث اور فصاحت  
زبان سب کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔

۱۔ آغا محمد سلطان مرزا: البلاغ البین صفحہ اول و دوم ص ۵۸

۲۔ صواعق محرقة: ترجمہ اختر فتحپوری ص ۵۰

پھر رسول نے بطور وصیت یہ حدیث ارشاد فرمائی —

امت کی ہدایت کے لئے ایک ایسی تحریر سے متعلق ہے جو اس بات کی ضمانت ہے کہ جیسے کبھر ہوئے قبیلے کل رسول کی قیادت میں ایک امت میں تبدیل ہو گئے دیے ہی رسول کے بعد بھی اگر کبھرنے کا خطرہ پیدا ہوا تو اسی تحریر پر عمل امت کو متحد رکھ سکے گا۔ اور اگر تحریر کو نظر انداز کر دیا گیا تو سوائے افتراق اور انتشار کے اور کوئی دوسرا نتیجہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ تحریر میں رسول کیا لکھتے یہ تو علم رسول سے متعلق ہے۔ لیکن امت کو ہدایت کے لئے رسول کا قلم اور دوات طلب کرنا اور آخر عمر میں اسی مطالبہ کا امت کے سربراہ اور وہ

۲۲۳ له آغامحمد سلطان مرزا: البلاغ المبين. اول د سونم -

۲۲۶ - " " " " : " " " " " "

افراد کی طرف سے رد کیا جانا مستقبل میں امت اسلامی کی غیر معمولی تباہی کا آئینہ دار ہے اس پوری کیفیت کو لفظ 'سلطان ام'، اور اس کے فرمان کی عدم تعمیل کی امیجری میں پیش کردہ کے ایس نے تاریخی، مذہبی اور معاشرتی سطحوں کو ایک ساتھ متحرک کر دیا ہے۔

## حدیث کساء

کیا مرتبہ ہے صلے علی آل محمد

یہ پانچ بشر نور الہی سے بنے ہیں

آپ پختن پاک سے خالی ہے مدینہ ۷

۷ یوں بختن یا ک کا نقشہ کیا پیدا ۷۳

ان مصرعوں میں انیس نے پانچ بشر اور یحیٰ بن کے لفظ کو نظم کر کے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی بنیاد پر یحیٰ بن کا لفظ مشہور ہوا اور جو یحیٰ بن پاک کے نام سے جانے جاتے ہیں وہ محمد، علی، فاطمہ، حسن اور حسین ہیں اور جس حدیث میں ان پانچوں کا اکٹھا ذکر موجود ہے وہ حدیث کسا ہے۔

حَدِثِ کِساء کی امتیازی خصوصیت :-

فقہ جعفری میں معصوم کے قول و فعل کو اور تقریر (یعنی سکوت) کو

۱۔ مراثی انیس : جلد ۱ - نول کشور ص ۳۱

119 " " - 2 " : " " 2 "

$\frac{1}{2} \quad \frac{1}{2} \quad - \quad \frac{1}{2} \quad \frac{1}{2} \quad \frac{1}{2}$

حدیث کہتے ہیں۔ چوں کہ محمد مصطفیٰ، علی مرتضیٰ، فاطمہ زہرا، حسن مجتبیٰ اور حسین سید الشہداء سب معصوم تھے لہذا ان میں سے ہر ایک کا قول بھی حدیث کی حیثیت رکھتا ہے اور حدیث کسار وہ حدیث ہے جس میں سارے اقوال معصومین سمٹ آئے ہیں۔

جناب فاطمہ زہرا سے روایت ہے کہ ایک دن میرے بابا رسول خدا کھرے تشریف لائے اور کہا کہ اے بیٹی میں اپنے بدن میں ضعف محسوس کر رہا ہوں ذرا میری چادر لاکے میرے حوالے کر دو۔ ابھی میرے بابا چادر میں آرام ہی کر رہے تھے کہ میرا بڑا بیٹا حسن آیا اور سلام کیا۔ اور کہا مادر گرامی میں اپنے نانا کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ تمھارے نانا چادر کے نیچے آرام کر رہے ہیں۔ حسن چادر کے قریب آئے اور اپنے نانا سے اجازت لے کر چادر میں داخل ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد چھوٹا بیٹا حسین آیا۔ اس نے بھی بعد سلام وہی انداز اختیار کیا جو حسن کا تھا اور نانا کے ساتھ چادر میں داخل ہو گیا۔ پھر اس کے بعد ابوالحسن (حضرت علی) آئے اور نبی کے بارے میں پوچھا اور اجازت لے کر نبی کی چادر میں داخل ہو گئے۔ پھر میں بذات خود چادر کے قریب آئی، بابا سے اجازت لی اور میں بھی داخل رہا ہو گئی۔ جب پانچوں چادر کے نیچے آگے تو حضرت نے فرمایا ”پروردگار یہی میرے اہلبیت ہیں“۔<sup>۱</sup> یہ روایت مختلف الفاظ کے فرق کے ساتھ صحیح ترمذی اور مشکوٰۃ شریف میں بھی موجود ہے۔

۱۔ حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ

حضرت فاطمہ زہرا حضرت علی اور حضرت حسن اور حسین کو کملی میں لے کر فرمایا اے اللہ میرے اہلبیت ہیں اور میرے خاص الخاص لوگ ہیں ان سے نجاست کو دور رکھ اور ان کو خوب پاک و صاف کر دے۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ آپ نے فرمایا تم (اپنی جگہ) خیر پر ہو۔ (یہ حدیث حسن صصح ہے) اور اس باب میں جتنی روایتیں ہیں ان میں یہ سب سے اچھی ہے۔ اس باب میں حضرت انس، حضرت عمر ابن ابی سلمہ اور حضرت ابوالعمر سے بھی روایت ہے۔<sup>۲</sup>

۲۔ عائشہ کہتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صبح کے وقت ایک سیاہ نقش دار کملی اور حصے باہر تشریف لائے (غالباً صحن مکان میں) کہ آپ کی خدمت میں حسن بن علی حاضر ہوئے آپ نے ان کو کملی میں بٹھالیا پھر حسین ابن علی آئے ان کو کبھی اپنی کملی کے اندر بٹھالیا۔ پھر فاطمہ آئیں۔ آپ نے ان کو کبھی کملی کے اندر بٹھالیا۔ پھر علی آئے اور آپ نے ان کو کبھی کملی کے اندر داخل کر لیا اور یہ آیت پڑھی۔ انما یرید اللہ لیزہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔ یعنی اے اہل بیت خداوند تعالیٰ چاہتا ہے کہ گناہوں کی ناپاکی کو تم سے دور رکھے (مسلم) (مشکوٰۃ شریف)۔<sup>۳</sup>

انہی نے مذکورہ مصرعوں میں نور الہی کی وحدت کو لفظ یحییٰ میں سمیٹ کر حضرت الہی کے مظہر و بشری پیکر کے مابین ایک نہایت عمیق نظام ہدایت کو ایک مصرعہ میں نظم کر دیا ہے۔ اور اسی نظام کی آخری کڑی جو نہ کہ حسین کی ذات گرامی تھی لہذا حسین سے مدینہ کا خالی ہونا ایسا تھا جیسے ایک نورانی نظام سے مدینہ

۱۔ ترمذی شریف: جلد ۲ صفحہ ۴۰۲۔ اردو ترجمہ۔ حکیم مصباح الدین جامی۔

۲۔ مشکوٰۃ شریف کامل: جلد ۹۱ مترجمہ: آغا رفیق بلند شہری۔

۳۔ حدیث کسار: مرتبہ سید وزیر حسن ص ۱۵۱

انیس نے یقین کے ساتھ پاک کا لفظ استعمال کر کے جسم اور طہارت کے مابین اس مفروضہ کو اجاگر کیا ہے کہ تن یا جسم چونکہ مادی خواہشات کی پیدائش اور اس کی تکمیل کا ذریعہ ہوتا ہے جو انسان کو طہارت سے ہٹا کر کثافت کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔ لہذا تن یا جسم رکھتے ہوئے طہارت سے مخصوص ہو جانا اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ یہی وہ پانچ اجسام بشری ہیں جہاں مشیت الہی میں جسم کی کثافت حاصل نہیں ہو سکی اور طہارت کے اعلیٰ نمونے انہیں اجسام کی علیٰ تحریک سے پیدا ہوئے۔

میرا نیاں نے ان میں وہ حدیث رسولِ نظم کی ہے جو حدیثِ مؤدت کے نام سے مشہور ہے اور جس میں رسول نے وضاحت کی ہے کہ امت کے اعمال کی قبولیت کا دار و مدار اجر رسالت پر ہے اور اجر رسالت مؤدت اہل بیت رسول ہے اور بغیر ان کی محبت کے صراط سے گزرنا ناممکن ہے۔

امیر المؤمنین سے روایت ہے کہ قیامت کے دن سب اپنے اعمال لے کر آئیں گے۔ بس ان کے اعمال ان کو کچھ نہ دیں گے سوائے ان لوگوں کے اعمال کے جن کو میں اور علی خدا کے قبول کرنے کے بعد قبول کر لوں گا۔ یعنی عمل خدا کے لئے کیا ہے اور دل رسول اور علی کی محبت سے خالی ہے تو خدا اس کے اعمال کو قبول نہیں کرے گا۔ ۷

دوسرے مقام پر یہ حدیث یوں درج ہے:-  
امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے کہا کہ اے علی صراطِ مستقیم تیرا راستہ  
ہے جس کو تو چاہے برق کی طرح گزار دے اور جنتِ نعیم میں پہنچا دے اور جس  
کو تو چاہے اونٹن سے منہ جہنم میں بھیج دے۔ ۳۵  
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علی صراطِ مستقیم ہیں اور انھیں کی محبت پر  
باقی رہنا دنیا میں صراطِ مستقیم پر باقی رہنے اور آخرت میں صراط کو عبور کرنے  
کے مترادف ہے۔

۱ ایمان دشمنان علی ناقبول ہیں...  
۲ روزے ہوں یا نماز نہوں سے فضول ہیں  
۳ پھر کیا ادا زکوٰۃ بھی اگر حج سمیت کی  
۴ شرط قبولیت ہے ولا اہل بیت کی  
۵ ہے جس کے پاؤں حب علی کی بساط پر  
۶ ثابت قدم رہیں گے انھیں کے صراط پر

اے نائب حسین کے مطبوعہ میں 'فضول' کی جگہ 'بے اصول' درج ہے۔

۲۷ نایب حسین کے مطبوعہ میں لفظ 'ادا' کی جگہ 'ہوا' درج ہے۔

۳۷ مراثی انیس : جلد ۳ ص ۱۲۸

۳۷۰ مراثی ایس : جلد ۲ نول کشور صد ۲۷

۱۔ مراٹھا انیس : جلد ۴ - نو لکھ روپے ۶۲

۱۹ سید محمد صالح کشفی الترمذی السنی الحنفی کوکب دری (مناقب مرتضوی) ترجمہ سید محمد بسطین ص ۱۹

۱۹۴ " " " " " " " " " " " " " " " "

دید کہ آئیں بنی عبدالمطلب۔ اور حضرت علی نے ایسا ہی کیا۔ طعام پر بنی عبدالمطلب آئے۔ وہ کچھ کم و بیش چالیس آدمی تھے ان لوگوں میں آنحضرت کے چچا ابوطالب، حمزہ اور عباس بھی تھے۔ ان لوگوں نے طعام خوب سیر ہو کر کھایا جب کہ وہ صرف اتنا تھا کہ وہ ایک آدمی کے لئے ہی کافی ہوتا۔ اور جب نبی نے ان سے کچھ کہنا چاہا تو ابولہب نے کہا دیکھا۔ تمہارے ساتھ تھے تم پر کیسا سخت جادو کیا (اور سب چلے گئے) نبی نے حکم دیا کہ اے علی کل پھر تم اسی طرح طعام حاضر کرنا۔ لوگوں کو بلانا چنانچہ علی نے پھر دوسرے دن اسی طرح اہتمام کیا۔ جب لوگ کھانا کھا چکے تو نبی نے کلام کیا "میں عرب میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کے لئے اس سے بہتر پیغام لایا ہو میں تمہارے لئے دین و دنیا کا بہترین خیر لایا ہوں۔ مجھے خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ میں اس امر کی طرف بلاؤں۔ کون ہے جو امر رسالت میں میرا ساتھ دے گا۔ اور جو اس امر رسالت میں میرا وزیر ہو، میرا وصی اور میرا خلیفہ بھی ہو۔ وہ تمام لوگ خاموش رہے۔ حضرت علی کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں ان سب میں عمر میں چھوٹا ہوں لیکن یا رسول اللہ میں آپ کا وزیر بننے کے لئے تیار ہوں پس آل حضرت نے علی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا، اے لوگو یہ میرا بھائی، میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے۔ پس تم لوگ اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔

مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ میں اس طرح دعا کرتا ہوں جس طرح میرے بھائی موسیٰ نے دعا کی تھی، اے بار خدا میرے

لے تاریخ الفداء جز اول ص ۱۱۱ البلاغ المبین ص ۲۴۶ تا ص ۲۴۷

میرا میں نے مختصر الفاظ میں دنیا و آخرت میں فراط پر ثبات قدم رہنے کے لیے حب علی کی مشترک شرط ہونے کے مفہوم کو ادا کیا ہے اور یہ اشارہ کیا ہے کہ علی کی محبت شخصیت کی محبت نہیں اصول کی دریافت ہے۔ اب اگر مزاج میں اصول کی پابندی ہے تو علی سے محبت ایک فطری عمل ہو گا۔ اور یہی وہ عمل ہے جو صراط مستقیم پر ثبات قدم رکھے گا۔ چونکہ ثبات خدا عطا کرتا ہے اور یہی ثبات حب علی سے حاصل ہوتا ہے لہذا محبت علی بھی ایک الہی عطیہ ہے۔ میرا میں نے حب علی کا ذکر کرنے کے بعد مصرعہ میں ثبات قدم کو نظم کیا تاکہ یہ واضح رہے کہ محبت علی پر عمل ہی کا نام ثبات قدم ہے۔

## حدیث وصایت

۱ فرمایا مصطفیٰ نے کہ میں اور مراوصی  
تھے ایک نور خلقت آدم بھی جب نہ تھی اے  
۲ بھائی بھی یہ مرا ہے وصی بھی ہے یہ مرا  
انہیں نے مذکورہ مصرعوں میں رسول کریم کی اس حدیث کو نظم کیا  
ہے جو حدیث دعوت عیشہ کے نام سے مشہور ہے۔

رسول خدا تین سال تک پوشیدہ طور پر تبلیغ کرتے رہے اور جب یہ آیت نازل ہوئی کہ "اے رسول اپنے قرابت داروں کو ڈراؤ" تو رسالت مآب نے حضرت علی کو بلایا اور کہا کہ کچھ طعام تیار کرو اور دعوت

۱ مرا ثانی انیس : جلد ۲۔ نول کشور ص ۱۱۱

۲ " : جلد ۲۔ " ص ۱۱۱

کا حوالہ دیا تھا۔

## حدیث مدینۃ العلم

رسول کہتے تھے باز و پکڑ کے حیدر کا

خزینہ علم کا تو میں ہوں اور بایہ ہے

جسے پہنچنا ہو مجھ تک وہ اس سے راہ کرے

خطا کے اور ہیں رستے رہ صواب یہ ہے

انیس نے ان مصرعوں میں رسول کریم کی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا

ہے جو عالم اسلام میں حدیث مدینہ یا حدیث مدینۃ العلم کے نام سے مشہور ہے۔

جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ

"میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ جو شخص علم کا طالب ہو اسے

لازم ہے کہ وہ علم کے دروازے سے آئے۔"

اصحاب رسول میں جابر بن عبد اللہ انصاری، عبد اللہ ابن مسعود

عبد اللہ ابن عمر، انس بن مالک، عمر بن عاص اور تابعین میں الحناطی سلیمان

بن مہران، الاسدی بن عثمان سے یہ حدیث مروی ہے۔ شہاب الدین احمد

نے توضیح الدلائل میں حدیث مدینۃ العلم کو حضرت عباس سے نقل کرنے کے بعد

یہ لکھا ہے کہ یہ و فضیلت تھی جس کے سب اصحاب معترف تھے۔

۱۔ مراثی انیس: (سلام) جلد ۳۔ ذیل کشور ص ۹۶

۲۔ ملامد صالح سنی الحنفی کوکب دری (مناقب مرتضوی) مترجمہ محمد سبطین ص ۱۵۷

۳۔ آغا محمد سلطان مرزا: البلاغ المبین اول و دوم ص ۳۵۳

اہل سے میرے واسطے علی کو وزیر بنا جو کہ میرا بھائی ہے۔ میری پشت کو اس سے

قوی کر اور میرے کام میں اس کو شریک بنا۔

انس سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا۔ میرا بھائی

اور میرا وزیر میرے بھائی سے میرا خلیفہ ان سب لوگوں میں وہ ہے جس کو میں

اپنے بعد چھوڑوں گا اور وہ بہتر طریقہ سے میرے قرضوں کو ادا کرنے والا ہے

وعدوں کو پورا کرنے والا علی ابن ابی طالب ہے۔

انیس نے مذکورہ بالا مصرعوں میں وصایت نبی کے ذکر کے ساتھ

عالم انوار کا ذکر بھی کیا ہے تاکہ نبی کے وصی ہونے کا مسئلہ سیاسی اور سماجی

نہ ہو بلکہ فطری اصول سے طے کیا جائے جس کی دو حیثیتیں ہیں ایک عقلی اور دوسرا

عقیدتی۔ عقلی اس طرح کہ اگر نور کو کمال کا مترادف سمجھ لیا جائے تو نور کا

جانشین اسی طرح نور ہوگا۔ جیسے کمال کی جگہ پر کمال ہی آسکتا ہے۔

دوسرے اس طرح کہ رسول چونکہ عام بشری ارتقا (یعنی جہالت سے علم

اور ظلمت سے نور کی طرف) کے حامل نہیں لہذا اگر عقیدہ اس بات کو خلاف

عقل نہ سمجھتے ہوئے تسلیم کر لے کہ ایک سلسلہ بشریت نور سے شروع ہوا ہے۔

تو اسی نور کی دوسری کڑیوں کو وصی بننے کا اصولی حق حاصل ہوگا۔ چونکہ علی

کا بھائی ہونا نور رسالت میں شریک ہونا تھا۔ لہذا ان میں وصایت

کی اہلیت لازمی ہوگی۔ موسیٰ نے بھی وصایت کے لئے اہل بیت اور اخوت

۱۔ ملامد صالح سنی الحنفی کوکب دری (مناقب مرتضوی) مترجمہ محمد سبطین ص ۱۵۶

۲۔ شیخ محمد سلیمان حسینی بنی قنبر و زری حنفی۔ مفتی اعظم قسطنطنیہ معالم العترہ (ینابیع الود)

ترجمہ ملک محمد شریف - ص ۱۵۷

## حدیثِ محبت

جو دوست ہے اس کا وہ مرادوست ہے واللہ  
دشمن جو ہے اس کا مرادشمن ہے وہ گمراہ  
رتبہ سے علی کے میں تمہیں کرتا ہوں آگاہ  
جو اس سے بظنی ہوئے سکا کا فر ہے وہ بدخواہ  
جس کو کہ یقین اس کی امامت کا نہیں ہے  
قائل وہ محمد کی رسالت کا نہیں ہے ۲

۱۔ مشکوٰۃ شریف کامل : مترجمہ آغا رفیق بلند شہری ص ۹۱۱

۲۷ مراثی انیس : جلد ۲ - نول کشور ص ۷۷

جو ہے تمہارا دوست وہ ہے محبتی کا دوست  
جو محبتی کا دوست ہے وہ رفیق کا دوست  
جو رفیق کا دوست ہے وہ مصطفیٰ کا دوست  
جو مصطفیٰ کا دوست ہے وہ خدا کا دوست ہے

میرا نیاں نے ان دونوں بندہوں کی اس حدیث کو نظم کیا ہے  
میں سرکارِ دو عالم نے اپنے اور علی کے درمیان رشتہ محبت کی وضاحت  
کی ہے۔ اس حدیث کو حدیثِ محبت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ حدیث کتبِ احادیث  
مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ زیادہ بنِ مطرب سے روایت ہے کہ  
نے رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ "جس شخص کی یہ آرزو ہو کہ اس کی زندگی  
سری زندگی پر ہو اور اس کی موت میری پُر قائم ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ علی  
اور آپ کے بعد آپ کی اولاد سے محبت کرے۔" ۷

ابن عباس سے روایت ہے کہ — رسول اللہ نے فرمایا کہ اے علی وہ شخص بالکل جھوٹا ہے جو اس بات کا مدعی ہو کہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے اور تم سے بغض رکھتا ہے۔ ۳۷

جناب رسول خدا نے فرمایا کہ (یا علی، تمہارا دوست میرا دوست، میرا دوست خدا کا دوست ہے، تمہارا دشمن میرا دشمن اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے۔)۔

۱۔ مراٹھا انیس: جلد ۲۔ تول کشور ص ۳۴

۲۷ شیخ سلیمان تندوزی سنی الحنفی: معالم القبره (ینابیع المودت) مترجمہ ملک محمد شریف ص ۲۰۳

۲۰۸ " " " " " " " " " "

۴۹ آغا محمد سلطان مرزا: البلاغ المبين - ص ۲۴۹

جو ولائے علی کے اثرات کے نقطہ کمال کو ظاہر کرتی ہے۔  
امیر المؤمنین سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب مجھے معراج کی  
رات جبریل آسمان کی طرف لے گئے تو ہر آسمان پر فرشتوں نے مجھ سے ملاقات  
کی اور یہ بشارت دی کہ اے محمد اگر آپ کی امت علی ابن طالب کی محبت پر مجتمع  
ہو جاتی تو اللہ دوزخ کو پیدا ہی نہ کرتا۔<sup>۱</sup>

**مومن علی سے محبت کرے گا:**۔ زیر بن حبش کہتے ہیں کہ  
کہ علی نے کہا ہے قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑا (یعنی اکایا) اور ذی  
روح کو پیدا کیا کہ نبی امی صلعم نے مجھ کو یہ حکم دیا اور وصیت کی کہ مجھ سے  
(یعنی علی سے) صرف شخص محبت کرے گا (رکھے گا) جو مومن ہوگا۔ اور مجھ سے  
وہ شخص بعض وعدات رکھے گا جو منافق ہوگا۔<sup>۲</sup>

انیس نے مذکورہ بالا مصرعوں میں آتش جہنم کے سرد ہونے کا راز علی  
کی دوستی کو بتاتے ہوئے حدیث کی دواہم علامتوں یعنی 'جہنم' اور 'بغض علی'  
کے باہمی ربط کی ایک نازک حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ 'جہنم' علامت  
ہے اس عذاب کی جو قانوناً گناہوں کے ایک معین مقدار تک پہنچ جانے پر  
خدا کی طرف سے نافذ کیا جاتا ہے۔ اور علی کی محبت کا ادنیٰ اثر بھی ہے کہ  
وہ گناہوں کو اس مقدار تک نہیں پہنچنے دیتی کہ عذاب جہنم کا لزوم آئے  
آئے۔ لہذا اگر پوری خلقت اسی جہنم پر جمع ہو جاتی تو وہ جو جہنم بے مقصد ہو  
جاتا۔ اور خدا کسی بے مقصد شے کو باقی نہیں رکھتا۔ لہذا آتش جہنم بھی بھادی

۱۔ علامہ صالح سنی الحنفی کوکب درسی (مناقب مرتضوی) مترجمہ سید محمد سلیمان ص ۲۷۸

۲۔ مشکوٰۃ شریف کا مل ص ۹۱ مترجمہ آغا رفیق بلند شہری۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول نے فرمایا کہ علی کی دوستی  
ایسی نیکی ہے کہ اس نیکی کے ہوتے ہوئے کوئی بدی ضرر نہیں پہنچا سکتی اور علی  
کی دشمنی ایک ایسا گناہ ہے کہ اس گناہ کے ہوتے ہوئے کوئی نیکی بھی فائدہ  
نہیں پہنچا سکتی۔<sup>۱</sup>

انیس نے ان مصرعوں میں محبت اور ہدایت کے باہمی ربط پر مشتمل  
حدیث کے اساسی مفہوم کی رعایت رکھی ہے۔ محبت کا مرکز انسان کا قلب  
ہے اور ہدایت کا تعلق انسان کی عقل سے ہے عقل جب دنیا کے مختلف  
مکاتب فکر سے دوچار ہوتی ہے اور ان کے درمیان غلط اور صحیح کا امتیاز  
کرتے ہوئے اس راہ کو دریافت کر لیتی ہے جو نجات کی یقینی راہ ہو تو اسی  
راہ کی دریافت اور علی کی محبت کا اتحاد قلب و عقل کے دو الگ الگ  
عمل کو ایک ہم آہنگی عطا کر کے ایک تاریخی باب کھول دیتا ہے۔ انیس نے  
محبت کے نفسیاتی اور ادبی پہلوؤں کو رسالت اور امامت سے جوڑ کر محبت کو  
قانون ہدایت سے ہمکنار کر دیا ہے۔

## حدیث کمال محبت

دشمن نہ ہوتا اگر کوئی زوج بتول کا

کر تا کہ بھی نہ خلق جہنم کو پھر خدا

انیس نے ان دو مصرعوں میں رسول کی اس حدیث کو نظم کر دیا ہے

۱۔ علامہ صالح سنی الحنفی کوکب درسی (مناقب مرتضوی) مترجمہ سید محمد سلیمان ص ۱۶۸

۲۔ رائی انیس : جلد ۲ - نول کشور ص ۳۸

تیرا باطن میرا باطن، تیرا ظاہر، میرا ظاہر ہے اور اے علی ایساں تیرے خون اور گوشت میں اس طرح ملا ہوا ہے جس طرح میرا گوشت اور خون میرے جسم سے ملا ہوا ہے۔  
دوسرے مقام پر یوں بھی یہ حدیث نظر آتی ہے۔  
”دستور الحقائق میں منقول ہے رسول نے علی سے فرمایا۔ تیرا خون میرا خون ہے، تیرا گوشت میرا گوشت ہے، تیرا نفس میرا نفس ہے اور تیری روح میری روح ہے۔“

انیس نے مذکورہ مصرعوں میں رسول اور علی کے خونی رشتہ کی قرابت کو فکر و شعور کے اتحاد کے پیرائے میں پیش کرنے کے لئے رسول کی حدیث کا سہارا لیا ہے۔ لفظ اشتباہ اس لئے استعمال کیا ہے کہ خونی قرابت کے باوجود فکر و نظر میں بھی قربت ہو ضروری نہیں۔ فکر کا خون کی قرابت سے کوئی لازمی رشتہ نہیں ہوتا۔ لیکن یہاں دو الگ الگ جسم ایک دوسرے سے اتنا قریب بلکہ ایک ذات ہیں کہ جو رسول کی فکر ہے وہی علی کی اور چونکہ گوشت و پوست اور خون سے تحلیل ہو کر ہی انسان کا نظریہ، اس کا شعور اور اس کی فکر بنتی ہے۔ لہذا خون سے خون، گوشت سے گوشت اور فکر سے فکر بھی اسی طرح ہم آہنگ ہیں جیسے خیال سے خیال اور ارادہ سے ارادہ مربوط ہو۔ اور چونکہ خیال و ارادہ کا محور نفس ہوتا ہے۔ اس لئے جس طرح گوشت و پوست، فکر و نظر اور خون میں ہم آہنگی ہے اسی طرح نفس میں بھی یکسانیت ہوگی۔

۱۔ شیخ سلیمان قندوزی حنفی۔ معالم القترہ (ینایح المودت)

۲۔ مترجمہ ملک محمد شریف ص ۲ تا ص ۳

۳۔ ملاحظہ ص ۱۰۱ سنن الحنفی کوکب دری مناقب مرتضوی۔ ترجمہ سید محمد سبطین ص ۱۶۲۔

جاتی۔ انیس نے لفظ علی براہ راست نہیں استعمال کیا بلکہ علی کا ذکر ’زوج بتول‘ کی حیثیت سے کیا ہے۔ تاکہ یہ بھی یاد کیا جاسکے کہ بتول فاطمہ کا لقب ہے اور ’فاطمہ کے معنی جہنم سے چھڑانے والی ہے‘، اسی نزاکت کے پیش نظر انیس نے مصرعوں کو کہا ہے۔ ”دشمن نہ ہوتا اگر کوئی زوج بتول کا۔“ ورنہ مصرعہ یوں بھی ہو سکتا تھا کہ ”دشمن نہ ہوتا اگر کوئی شیر الہ کا۔“ شیر الہ کی جگہ ’زوج بتول‘ رکھ کر انیس نے اپنی معلوماتی احتیاط کا ثبوت دیا ہے۔

## حدیث: لِحَمِّكَ لَحْيِي وَنَفْسُكَ لِنَفْسِي

۱۔ خون سے جو بہم خون شہنشاہ عرب تھا

۲۔ ہاں لٹک لٹکی یہی کہنے کا سبب تھا

۳۔ دیکھے حدیث کو جسے کچھ اشتباہ ہے

۴۔ اس پر حدیث نفسک نفسی گواہ ہے

انیس نے ان مصرعوں میں سرکارِ دو عالم کی اس طویل حدیث کو نظم کیا ہے جس میں رسول نے فرمایا: ’علی کا خون میرا خون ہے، علی کا گوشت میرا گوشت، علی کی جنگ میری جنگ، علی کی صلح میری صلح وغیرہ وغیرہ۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اے علی تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خون میرا خون، تیری روح میری روح،

۱۔ علامہ مجلسی: بحار الانوار۔ جلد ۳۔ مترجمہ سید حسن امداد ص ۲۱

۲۔ باقیات انیس: اکبر حیدری۔ جلد اول ص ۱۱۱

۳۔ مرآۃ انیس: جلد ۲۔ ذیل کشور ص ۳۱

فرمایا مصطفیٰؐ نے کہ میں اور مراد علی  
تھے ایک نور، خلقت آدمؑ بھی جب نہ تھی  
میں سے لئے ہے اگرچہ رسالت کا مرتبہ  
تین اس میں پر فضیلتیں مجھ سے بھی ہیں سوا  
اک یہ کہ حق نے جیسا برادر اسے  
میں سے لئے نہیں ہے کوئی مجھ سے دوسرا  
بی، بی مجھے نہ مالک روز جزا ملی  
زوجہ علی کو فاطمہ سی پار سالی  
بیٹے طے حسین و حسن سید حبلی  
ایسے پسر کہاں ہیں رسالت پناہ کے

انہیں نے مندرجہ بالا مصرعوں میں رسول کی اس حدیث کو نظم کیا ہے جو حضرت علی کی امتیازی شان کو نمایاں کرتی ہے اور جو حدیث فضیلت کے نام سے موسوم ہے۔

نام سے موسوم ہے۔  
شرف النبی میں ابو الخراسانی سے روایت ہے کہ رسول نے فرمایا کہ یا علی تجھ کو تین فضیلتیں ایسی دی گئی ہیں کہ خلقت میں کسی کو نہیں دی گئیں ہیں اور نہ تجھ کو عطا ہوئی ہیں۔ اول یہ کہ تجھ کو مجھ جیسا خسر دیا گیا اور میرا خسر مجھ جیسا نہیں ہے۔ دوم یہ کہ

میری بیٹی فاطمہ جیسی عورت تیری زوجہ ہے۔ اور مجھ کو ایسی زوجہ نہیں ملی اور سو گم یہ کہ تجھ کو حسن اور حسین فرزند عطا کئے گئے ہیں اور مجھ کو ایسے فرزند اپنے صلب سے نہیں ملے انیس نے مذکورہ بالا مصرعوں میں حضرت علی کی فضیلت کے ان امتیازی پہلوؤں کو حدیث رسول کی روشنی میں نمایاں کیا ہے جو آنحضرت میں نہ تھے یا جمع نہیں ہو سکتے تھے۔ آپ بحیثیت باپ کے فاطمہ جیسی بیٹی رکھتے تھے لیکن بحیثیت شوہر کے کسی معصوم خاتون سے آپ کا عقد نہیں ہوا۔ آپ کا کوئی معصوم بھائی دلیا نہ تھا جیسا علی کو آپ کی ذات میں میسر تھا۔ آپ کو اولادِ نرینہ میں جو بیٹے ملے اور بعد میں جن کی رحلت بھی ہو گئی، ان میں حسن اور حسین کی طرح معصوم اولاد کوئی نہ تھی۔ یہ وہ امتیازات تھے جن میں علی آپ سے منفرد تھے۔ اگرچہ یہ فضائل بھی یہ وسیلہ آنحضرت کو حاصل ہوئے تھے۔ انیس نے فضائل میں علی کی امتیازی حیثیت کا تذکرہ کرتے ہوئے افرادِ اہل بیت کے القاب کو نظم نہیں کیا ہے بلکہ اسم ذات کو نظم کیا ہے۔ القاب میں فاطمہ کا کوئی ایک لقب ہی نظم ہو سکتا تھا۔ حسین و حسن کے بعض پہلوؤں پر روشنی پڑ سکتی تھی۔ لیکن اسم ذات میں تمام فضائل کے جمع ہو جانے کی ضرورت پوری ہو گئی اور امتیاز کا کوئی پہلو جو ان نسبتوں سے پیدا ہوتا ہے، تشنہ نہیں رہ گیا۔ اسم ذات کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ نام زمین کے عالمِ ابداع سے بالاتر آسمانوں پر معین کئے ہوئے نام تھے۔ اور جب نام آسمان سے آتا ہے تو نام بجائے خود کردار کی عظمتوں کی علامت اور کردار کی جہارت کا ضامن بھی ہو جاتا ہے۔ القاب کا تعلق کردار کے ظاہر ہونے کے بعد ہے اور نام کا تعلق ظہور کردار کے پہلے علم الہی کی بنیاد پر ہوتا ہے لہذا انیس نے اسمائے ذات کو استعمال کر کے

حدیث کے وزن کو برقرار رکھا۔

## حدیث خیر

۵ فرمایا شام کو یہ پیغمبر نے یوں پکار  
بھیجوں گا کل اسے جو مراد و ستار ہے  
کڑا رہے وہ شخص نہ غیر فرما رہے

انہیں نے ان مصرعوں میں رسول کی اس حدیث کو نظم کیا ہے جو آپ نے  
تاریخ اسلام کی مشہور جنگ جنگ خیر کے موقع پر حضرت کی شان میں اس وقت  
ارشاد فرمایا جب لشکر کے دوسرے سردار ناما کام ہو کر واپس پلٹ آئے تھے۔ یہ  
حدیث معتبر کتب احادیث میں مختلف انداز سے موجود ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ روز خیر جب مرحب لڑنے کے لئے  
نکلا تو آنحضرت نے ابو بکر کو ہاجرین کے لشکر کا علم بردار بنا کر بھیجا۔ علم کا پھر براہین  
تھا۔ وہ پلٹ آئے۔ اس کے بعد حضرت عمر کو بھیجا۔ یہی صورت ان کے لئے بھی  
پیش آئی۔ آخر کار حضرت نے فرمایا کہ کل علم اس کو دوں گا جو کرا اور غیر فرما کر آئے گا۔

سہیل بن سعد کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: خیر میں یہ علم اس کو  
دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ فتح نصیب کرے گا۔ جو اللہ اور اس کے رسول سے  
محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ حضرت علی

۱۔ مرآۃ انیس : جلد ۲ - نول کشور ص ۲۷

۲۔ مناقب ابن شہر آشوب : (مجموعہ الفضائل) مترجمہ سید ظفر حسن آغا محمد سلطان مرزا

البلارغ المبین اول و دوم ص ۳۲۸، ۳۹۷ تا ۳۹۸

خیر کے میدان میں آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ لعاب دہن رسول سے فوری طور پر  
شفا یاب بھی ہو گئے اور خیر کی فتح حضرت علی کے ہاتھوں نصیب ہوئی۔ ۱  
فتح خیر کی عظمت :- سہیل بن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کے  
دن فرمایا کل میں یہ جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں سے خداوند  
تعالیٰ خیر کو فتح کرائے گا اور وہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھے گا۔  
اور اللہ اور اللہ کا رسول اس سے محبت کرے گا۔ جب صبح ہوئی تو تمام لوگ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ امید لے کر حاضر ہوئے کہ یہ جھنڈا انہیں کو ملے گا جب سب  
لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے پوچھا علی ابن ابی طالب کہاں ہیں۔ ۲ لوگوں نے عرض  
کیا یا رسول اللہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کوئی جا کر ان کو بلالائے  
چنانچہ ان کو بلا کر لا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا  
اور وہ ابھی ہو گئیں تر گویا دکھتی ہی نہ تھیں پھر آپ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔ علی  
نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ان لوگوں سے یعنی دشمنوں سے اس وقت تک لڑوں  
جب تک وہ ہماری مانند (مسلمان) نہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور اپنی فطری  
نرمی اور راستگی سے کام لو۔ جب تم میدان جنگ میں پہنچ جاؤ تو پہلے دشمنوں  
کو اسلام کی دعوت دو (یعنی اسلام کی طرف بلاؤ) اور پھر بتلاؤ کہ اسلام قبول کرنے  
کے بعد ان پر خدا کا کیا حق ہے۔ خدا کی قسم اگر تمہاری تحریک و تبلیغ سے خداوند تعالیٰ  
نے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دی تو تمہارے لئے مٹرخ اونٹوں سے بھی بہت  
بہتر ہو گا۔ ۳

۱۔ صحیح مسلم : جلد ۴ - ص ۱۰۹

۲۔ مشکوٰۃ شریف کامل : ترجمہ آغا رفیق بلند شہری ص ۹۱

ۛ شمر نہ ہو تو جو سارے نیستارے رقم کروں

دریا اگرچہ پارے سیاہی سے ختم کردوں

عشرہ عشر ہو نہ قیامت کے دن تلک ۳۷

انہیں نے ان مصرعوں میں رسول کی اس حدیث کو نظم کیا ہے جس کے الفاظ آیات قرآنی سے مشابہت رکھتے ہیں اور جو قرآن ناطق حضرت علی کی فضیلت میں رسول نے فرمایا ہے۔ رسول نے ایک مقام پر حضرت علی اور قرآن کے باہمی ربط پر ایک اور حدیث ارشاد فرمائی ہے جس میں کہا ہے کہ ”قرآن علی کے ساتھ ہے اور ادر علی قرآن کے ساتھ ہے“ جس سے حدیث بالا کا ضمنی تعلق ہے یعنی قرآن کی ہمہ گیری میں جو آیت آئی ہے وہی ہمہ گیری علی کی فضیلت میں بھی حدیث کی شکل میں موجود ہے۔

عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اگر سارے دنیا

۱۷۔ نائب حسین کے مطبوعہ میں رقم کے بجائے 'قلم' درج ہے۔

" " سم " " " "

۳۔ مراٹھی انیس : جلد ۲۔ نول کشور۔ ص ۲۷

۴۴ قرآن : سورہ کہف - آیت ۱۰۹

۵۔ شیخ سلیمان قندوزی سخی الحنفی: معالم العترہ (بیابان المودت) مترجم ملک محمد شریف ضلہ

۶ قرآن سورہ لقمان آیت ۲۶

”جب مسلسل کئی دنوں کے بعد خیر کا در فتح نہیں ہوا تو آنحضرت نے اپنی زبان معجزہ بیان سے ارشاد فرمایا کہ کل میں علم اس کو دوں گا جو مرد ہو گا، کمرار ہو گا، غیر فزاد ہو گا۔ اور وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہو گا۔ اور خدا اور اس کا رسول اس کو دوست رکھتے ہوں گے۔“ اے

انیس نے مذکورہ مصرعوں میں دو باتوں کو یکجا کیا ہے۔ پہلی بات جنگ اسلام میں سپاہی کی شان اور دوسرے اس شان کا بلند آہنگ کے ساتھ اعلان۔ شان کے سلسلہ میں یہ ذکر ہوا کہ سپاہی کے لئے پہلی شرط ہے۔ رسول کا حقیقی دوست ہونا۔ دوسری شرط یہ ہے قیام دین میں جم کر لڑنا (کراہ ہونا) تیسری شرط ہے لڑتے لڑتے اگر آثار شکست بھی بظاہر پیدا ہو جائیں تو پیٹھ نہ دکھانا (فراہ نہ ہونا) اس لئے کہ اسلام کا سپاہی عقیدہ کی حقانیت کی علامت کے طور پر میدان میں اترتا ہے۔ حقانیت رسول کی دوستی سے حاصل ہوتی ہے اور اسی حقانیت پر ثبات و ولولہ جنگ سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر سپاہی کراہ نہ ہوا اور میدان سے فرار اختیار کرے تو وہ نہیں گویا حقانیت نے فرار اختیار کر لیا۔

یہی وہ کلیدی شرائط تھے جن کا اعلان باواز بلند ضروری تھا کہ کفر و اسلام کی ساری جنگیں علی کے جہاد کو نمونہ عمل بنائے بغیر نہ لڑی جائیں ورنہ سوائے رسوائی، شکست اور پسمانی کے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اعلان لفظ "پکار" کے ساتھ ہوا تاکہ اس کی اہمیت کا آہنگ بھی ملحوظ رہے۔

۱۰ ملا محمد صالح حسنی الحنفی کوکب درسی (مناقب مرتضوی) مترجمہ سید

محمد بسطین ص ۲۱۹ -

سیا ہی بن جائیں اور درخت قلم بن جائیں اور انسان کا تپا اور جن محاسب بن جائیں تو اسے ابوالحسن تمھارے فضائل نہ شمار ہو سکیں گے۔<sup>۱۵</sup>

انیس نے مذکورہ مصرعوں میں یہ بات کہنا چاہا ہے کہ چونکہ قلم کا تذکرہ کتابت و اصل حقائق کو الفاظ میں محفوظ کر لینے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ لیکن کبھی حقائق کا حجم اور اس کے ابعاد اتنے لامحدود ہوتے ہیں کہ الفاظ کا دامن کوتاہ اور عبارت کی وسعتیں تنگ ہو جاتی ہیں۔ جب کسی حقیقت کا پھیلاؤ یہ لامحدود کی کیفیت پیدا کر لیتا ہے تو اس ہمہ گیری کے اظہار میں الفاظ کی عاجزی کا ذکر آنا لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کی اسی کیفیت کا اظہار خود قرآن میں بھی انھیں الفاظ میں ملتا ہے کہ اے میرے رسول کہہ دو ان لوگوں سے، کہو کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے واسطے سمندر بھی سیا ہی بن جائے تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں ختم ہوں سمندر ہی ختم ہو جائے گا۔<sup>۱۶</sup>

چونکہ علی بھی ایک عملی اور ناطق قرآن کی حیثیت سے پیش کئے گئے ہیں۔ لہذا حدیث نے انھیں الفاظ میں علی کی لامحدود فضیلتوں کا ذکر کیا جن الفاظ میں قرآن کا ذکر خدا نے کیا ہے۔

## حدیث غدیر

۱۔ شہرہ ہے شش بہت میں حدیث غدیر کا بیت کو ہاتھ اٹھا تھا صیغہ و کیر کا<sup>۱۷</sup>

۲۔ سید علی حیدر: نفس رسول: حصہ چہارم: ص ۱۰۵

۳۔ شیخ سلیمان قدوری سنی الحنفی: معالم العزہ (مناہج المودت) مترجمہ ملک محمد شریف عثا

۴۔ قرآن: سورہ کہف - آیت ۱۰۹

۵۔ مراثی انیس: جلد ۲ - نول کشور ص ۲۳

انیس نے ان دو مصرعوں میں رسول مقبول کی اس حدیث کو نظم کیا ہے کہ جب آں حضرت نے آخری حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کر کے غدیر خم کے میدان میں بھرے مجمع میں منبر پر جا کر یہ اعلان کیا تھا کہ جس کا جس کا میں مولا ہوں اس کا اس کا یہ علی مولا ہے۔ اس حدیث غدیر کو احادیث کی معتبر کتب نے معتبر راویوں کی زبانی نقل کیا ہے۔

حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کا میں مولا (آقا) ہوں اس کے علی بھی مولا ہیں"۔<sup>۱۸</sup> محمد بن جریر طبری نے روایت کی ہے کہ ابوالفضل عامل بن واصلہ سے کہتے ہیں کہ زید بن ارقم نے کہا کہ جب رسول خدا حجۃ الوداع سے واپس ہوئے اور غدیر خم میں تشریف لائے تو حکم دیا کہ زمین کو صاف کیا جائے، پس خیمے نصب ہوئے۔ آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا کہ میں عنقریب رحلت کر جاؤں گا۔ میں تمہارے درمیان دو چیزیں مساوی چھوڑے جا رہوں۔ ایک قرآن اور دوسرے اہلبیت۔ یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات ہو جائے اور اس کے بعد فرمایا کہ مومنین کا مولا میں ہوں پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی بھی مولا ہے اور علی کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور کہا خدایا دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے۔ ابوالفضل عامر کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ کیا تم نے اپنے کانوں سے نہیں سنا تو انہوں نے جواب دیا کوئی ایسا نہ تھا جس نے اپنی دونوں آنکھوں سے آنحضرت کو نہ دیکھا ہوا در دونوں کانوں سے یہ کلمات نہ سنے ہوں۔<sup>۱۹</sup>

۱۸۔ ترمذی شریف: جلد ۲: (اردو ترجمہ) ص ۳۷

۱۹۔ آغا محمد سلطان مرزا: البلاغ المبین اول و دوم ص ۳۷

## حدیث مع الحق

زوج بتول پاک کو بھجواتا نہیں

حق تو یہ ہے کہ حق کو وہ پہچانتا نہیں

انیس نے ان مصرعوں میں حدیث مع الحق کو نظم کیا ہے۔

”حضرت ابو ذر سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا، علی حق کے ساتھ

ہے اور حق علی کے ساتھ ہے۔“

امیر المومنین سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا۔ خدا علی پر رحمت

نازل کرے اور حق کو ادھر ادھر موڑنا جدھر جدھر علی مرے جائیں۔

علاوہ بریں خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد جلد ۴ ص ۲۱۱ میں ابواب

غلام حضرت ابو ذر سے حضرت ام سلمیٰ کی بیان کردہ جو حدیث ہے اس

میں یہ الفاظ ہیں :-

”علی مع الحق والحق مع علی ولن یفترقا حتیٰ

یوردا علی الحوض یوم القیامۃ“

یعنی رسول نے فرمایا :-

”علی حق کے ساتھ ہیں اور حق علی کے ساتھ ہے اور یہ دونوں ایک

دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ دونوں ساتھ ساتھ میرے

۱۔ مرآۃ انیس : جلد ۲ - نول کشور ص ۳۹

۲۔ مناقب ابن شہر آشوب (مجموعۃ الفضائل) مترجمہ سید ظفر حسن ص ۳۴۵

۳۔ صحیح ترمذی : جلد ۲ ص ۳۳۵ - مناقب مرتضوی ص ۲۶۶

”جب قرآن کی یہ آیت یا ایہا الرسول بلغ ما نزل ہوئی تو مقام غدیر جو مکہ اور مدینہ کے مابین ہے، رسول خدا منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا جس شخص کا میں مولا ہوں بس یہ علی اس کا مولا ہے۔“

یہ روایت غدیر، اعیان المیت، تفسیر الکبیر، تفسیر نیشاپوری، ریاض النضرہ در منشور، اخبار الدول جیسی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔

انیس نے مذکورہ مصرعوں میں حدیث غدیر کو ”شہرہ شش جہت“ اور ”بیت

صغیر و کبیر“ کے ساتھ مربوط کر کے پیش کیا ہے۔ یعنی شہرت کے لئے جتنے دس کال

سوچے جاسکتے ہیں وہ سب اعلان غدیر میں موجود تھے۔ دن کی روشنی مجمع کی

کثرت، رسول کا اعلانیٰ اہتمام، نفسیات انسانی پر حکمت اعلان کی گرفت امت

سب ہی کا یکجا ہونا۔ لہذا فطرتاً اس حدیث کو زبان زد خلایق بھی ہونا چاہئے

تھا اور امت کو اس پر عمل پیرا بھی ہونا چاہئے تھا۔ اب اگر اس حدیث کی شہرت

کو دبا بھی دیا جائے تو بھی امت کے لاشعور سے یہ حدیث مٹائی نہیں جاسکتی اور

علی کی ولایت کو ضمیر سے کھرچا نہیں جاسکتا۔ چونکہ میدان غدیر دراصل اعلان ولایت

و امامت کے لئے منتخب کیا گیا تھا اور امام چونکہ کسی ایک جہت سے متعلق نہیں بلکہ

ساری کائنات کا امام ہوتا ہے اور ساری کائنات شش جہت میں محیط ہے

لہذا انیس نے اس مصرعہ

شہرت تھا شش جہت میں حدیث غدیر کا

میں شش جہت کی ترکیب لفظی میں اس حقیقت کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔

۱۔ ملاحظہ صانع سنی الخنفی کوکب دری (مناقب مرتضوی) مترجم سید محمد بسطین ص ۱۲۴

۲۔ ملک محمد حیدر - خطبہ غدیر ص ۴

انیس نے اس مصرعہ میں اس حدیث کو نظم کیا ہے جس میں رسول نے علی کی دوستی کو ایمان کا جزو دلائفک بنایا ہے۔  
ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا "نہیں دوست رکھے گا علی تجھ کو لیکن مومن۔ اور نہیں تجھ سے بغض رکھے گا لیکن منافق۔ علی کی محبت مومن کے ایمان کی سترخی ہے۔" لے  
ام سلمہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے علی کی طرف دیکھ کر فرمایا "جھوٹا ہے وہ جو مجھے دوست رکھتا ہو اور علی سے بغض رکھتا ہو" لے

**منافق علی سے محبت نہیں رکھتا :-** ام سلمہ کہتی ہیں "رسول خدا صلعم نے فرمایا۔ علی سے منافق محبت نہیں رکھتا اور مومن علی سے بغض و عداوت نہیں رکھتا۔" لے

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ ہم لوگ یعنی انصار منافقوں کو ان کے حضرت علی سے بغض رکھنے سے پہچانتے تھے کوئی شخص حضرت علی سے بغض رکھتا ہم سمجھ لیتے کہ منافق ہے۔ اس کے ایک راوی ابو ہریرہ عیدی کے حق میں شیعہ نے کلام کیا ہے۔ لے

انیس نے مذکورہ مصرعہ میں ایمان کے لطیف جوہر کا مخزولائے علی

پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے قیامت کے روز۔ لے  
انیس نے مذکورہ مصرعوں میں حق کی معرفت کا انحصار بقول حدیث علی کی معرفت پر رکھا ہے۔ اور مزید یہ کہ علی کا نام براہ راست نہیں بلکہ زوج بتول کے حوالہ سے لیا ہے۔ یعنی علی کی معرفت میں ان کی زوجہ معصومہ جناب فاطمہ کی معرفت بھی ایک دستوری خبر کی حیثیت رکھتی ہے۔ علی اور فاطمہ کے معصوم ازدواج سے پوری ایک نسل امامت یا عصمت کا تعلق ہے اور اس طرح پورے سلسلہ امامت کی معرفت کا بھی ضمنی قرینہ مضمر ہو گیا ہے۔ جو انیس کی دین شناسی اور حدیث شناسی کی دلیل ہے۔

دوسرے مصرعے میں صوقی آہنگ کے علاوہ حق کو دومرتبہ دوامیازی معنوں میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔ پہلے حق کا مفہوم ہے حقیقت کسی حقیقت کی گہرائی تک پہنچ سکے کی عاجزی اور دوسرے حق کا مفہوم ہے۔ ذات پر درگاہ یعنی معرفت پر درگاہ کا اگر کوئی حق ادا ہو سکتا ہے تو اس کا کامل ترین ذبیحہ علی کی ذات کا عرفان ہے۔ اگر یہ عرفان نہیں ہے تو خدا شناسی کا ممکن حق ادا نہیں ہو سکتا۔ دونوں مصرعے اپنی سلاست، آہنگ اور بلاغت معنوی کے ساتھ حدیث شناسی میں انیس کی ژرف نگاہی کا ثبوت ہیں۔

## حدیث ایمان

ایساں جسے کہتے ہیں تو لائے علی ہے ۲

لے آغاز محمد سلطان مرزا: البلاغ البین اول دسوم ۲۹۵  
لے مناقب ابن شہر آشوب: (مجمع الفضائل) مترجمہ سید ظفر حسن ۴۲۹  
لے مشکوٰۃ شریف کامل: مترجمہ آغا رفیق بلند شہری ۹۱  
لے ترمذی شریف: اردو ترجمہ۔ جلد ۲ ص ۳۷

لے خطیب بغدادی: تاریخ بغداد۔ جلد ۱۲ ص ۳۲  
لے مرانی انیس: جلد ۲۔ نول کشور ص ۱۳

کو قرار دیا ہے اور دونوں کو ایک ہی حقیقت کے دو الگ الگ ناموں کی طرح پیش کیا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ایمان محکم ہو جاتا تو اس انسانی شکل کا نام علی ہوتا اور اگر علی کی ذات معنی میں تحلیل ہو جاتی تو ایمان بن جاتی۔ درمیان میں لفظ تو لا اس فطری کشش کا نام ہے جو حق شناس مزاج میں از خود پیدا ہو جاتا ہے۔ چوں کہ انسان جب مصنوعیت کی طرف پروا نہ کرتا ہے تو مشاہدات کا سہارا لیتا ہے۔ اور یہ بات طے ہے کہ ایمان غیب کا موضوع ہے اور علی کی شخصیت مشاہدہ میں مسلم ہے لہذا عقل شر کے لئے ایمان کی قریب ترین منزل ذات علی ہے جو تو لا کے قدموں سے طے ہوتی ہے۔ اس مصرعہ میں انیس کا ہجرت سادگی اور قطعیت کا حامل ہے۔ اس سے ان کی ذاتی معرفت کے اظہار پر فنی قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

## حدیث سفینہ

فرماتے تھے رسول خدا شاہ کائنات ہے نوح کا سفینہ جہاں میں علی کی ذات ہے انیس نے ان مصرعوں میں اس حدیث سفینہ کو نظم کیا ہے جس میں علی کی ذات ناخدا کے کشتی نجات ہے۔

”رسول اللہ نے فرمایا“ اے علی تیری مثال اور تیرے فرزندوں کی مثال جو ائمہ ہیں، نوح کی کشتی کے مانند ہے۔ جو نوح کی کشتی میں سوار ہوا تھا نجات پا گیا تھا اور جس نے اس کشتی کو چھوڑ دیا تھا وہ ہلاک ہو گیا تھا۔“

۱۔ مراثی انیس : جلد ۲ صفحہ ۳۵۵ نول کشور

۲۔ شیخ سلیمان قندوزی سنی الحنفی: معالم العزہ (نایب المودت) ترجمہ ملک محمد شریف صفحہ ۲۰

اہلبیت نوح کی کشتی کے مانند ہیں :- ابو ذر کہتے ہیں کہ انہوں نے کعبہ کے دروازے کو پکڑ کر یہ بیان کیا کہ میں نے نبی صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے۔ اسکاہ ہو، میرے اہل بیت تمہارے لئے کشتی نوح کے مانند ہیں۔ جو شخص کشتی میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو کشتی میں سوار ہونے سے رہ گیا وہ ہلاک ہوا۔ انیس نے مذکورہ مصرعوں میں نوح کے سفینہ کو ذریعہ بنا کر علی کی فضیلت کا اظہار دونوں مصرعوں میں کائنات، اور جہاں، کے الفاظ استعمال کر کے تلخ کے مفہوم کی توسیع و تعمیم کی ہے۔ سفینہ نوح قوم نوح کے لئے واحد ذریعہ نجات تھا۔ لیکن قوم زمان و مکان کے لحاظ سے ایک محدود تصور کا نام ہے اور نجات کا مسئلہ ہمہ گیر مسئلہ ہے اس لئے کائنات میں مسئلہ نجات کا حل علی کی ذات پر ہے جو مختلف زمان و مکان میں سفینہ نجات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ رسول کو شاہ کائنات کہہ کر ان کے فرمان سے ذات علی میں نجات کے حل کی ہمہ گیر کشتی تصور پیدا کیا ہے۔

## حدیث البوت

یوں امت رسول پر ہے حق مرتضیٰ  
حق جس طرح سے ہوتا ہے بیٹوں پہ باپ کا  
انیس نے ان مصرعوں میں رسول کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے جس میں رسول نے علی کی ذات کو امت کا باپ قرار دیا ہے۔

۱۔ مشکوٰۃ شریف کامل: ترجمہ آغا رفیق بلند شہری۔ صفحہ ۹۲۳

۲۔ مراثی انیس : جلد ۲ نول کشور صفحہ ۳۹

انہیں نے اس مصرعہ میں رسول کی اس حدیث کو نظم کیا ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ شفیعہ روز بسزا ہے۔ "طالقان نے محمد بن جریر طبری سے اور جریر طبری نے امام محمد باقر سے اور امام محمد باقر نے جابر ابن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو میری بیٹی فاطمہ ایک ناقہ پر سوار ہو کر میدان حشر میں آئے گی اس کے داہنی جانب ستر ہزار فرشتے اور بائیں جانب ستر ہزار فرشتے ہوں گے جبریل اس ناقہ کی ہمارے تھامے یاواز بلند کریں گے کہ اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کرو تاکہ فاطمہ بنت محمد کی سواری میدان سے گزر جائے۔ اس وقت کوئی صدیق کوئی رسول کوئی نبی اور کوئی شہید ایسا نہ ہوگا جو ان کی آواز کو سن کر اپنی آنکھیں نہ بند کرے۔ آپ بارگاہ الہی میں آواز بلند کریں گی کہ اے پروردگار آج میں اپنی ذریت اور اپنے چاہنے والوں کی شفاعت چاہتی ہوں پس اللہ عزوجل کی طرف سے آواز آئے گی آج کہاں ہیں فاطمہ کی اولاد اور ان کے چاہنے والے۔ پس وہ لوگ اس شان سے آئیں گے کہ چاروں طرف سے رحمت کے فرشتے حلقہ کئے ہوں گے فاطمہ ان سب کے آگے ہوں گی اور ان سب کو داخل جنت کریں گی۔" لے

اس نے اس مصرعہ میں لفظ شفاعت سے 'ماں' کو جو ذکر حدیث میں ایک

جذبہ ذاتی DIMENSION پیدا کر دیا ہے۔ عفو و درگزر عمتا کا خاص صفت ہے۔ ماں کا دل جذبہ بخشش سے معمور ہوتا ہے اور ہر اولاد اس شفقت کی محتاج ہوتی ہے سب سے بڑا گناہ اپنے خالق کی سرکشی سے پیدا ہوتا ہے اور گناہ جنت میں جانے سے روک دیتے ہیں جب تک کہ شفاعت ان موانع کو ختم نہ کر دے۔ ایسے نازک

لے علامہ مجلسی: مجاز لا نوار۔ جلد ۳۔ مترجم سید حسن امداد ص ۲۳

'اربعین' میں جابر ابن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول نے فرمایا کہ علی کو حق اس امت پر ایسا ہے جیسا باپ کو حق اپنے بیٹے پر ہوتا ہے لے انہیں نے مذکورہ مصرعوں میں قرآن کے اس قطعی ارشاد کو پیش نظر رکھا ہے کہ "محمد تم میں سے کسی ایک کے باپ نہیں ہیں۔" لے یعنی خونی رشتہ کے اعتبار سے کسی کے باپ نہیں بلکہ روحانی اعتبار سے پوری امت کے باپ ہیں۔ چونکہ روح کا مرتبہ خون سے زیادہ ہے اس لئے رسول کی ابوت ہر اس ابوت سے بڑھ کر ہے جس کی بنیاد خون پر ہوتی ہے اور چونکہ علی بھی اس نور میں شریک ہیں جس نور سے نبی کی تخلیق ہوئی ہے اسی لئے روحانیت میں شریک ہیں اور ان کا بھی امت پر وہی حق ہے جو باپ کا بیٹے پر ہوتا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر امت علی کو بھلا دے یا ان کے احترام میں دانستہ بخل کرے تو گویا اولاد نے باپ کا حق ادا نہیں کیا۔ جب مادی باپ کی حق تلفی پر انسان عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے تو روحانی باپ کی حق تلفی پر کتنا سنگین گناہ ہوگا۔

انہیں نے ان دونوں مصرعوں میں لفظ حق، کو استعمال کر کے حسن تکرار کے ساتھ ساتھ اسلام میں حقوق و فرائض کے توازن کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔

## حدیث شفاعت

ماں ایسی کہ سب جس کی شفاعت کے ہیں محتاج ۳۵

لے شیخ سلیمان قندوزی عینی الحنفی: معالم العترہ (ینابیع المودت) مترجم ملک محمد شریف ص ۱۹

۳۵ قرآن: سورہ احزاب۔ آیت ۴۰

۳۶ مراثی انیس: جلد ۱ نول کشور ص ۱۵



انیس نے ان مصرعوں میں رسول کی اس حدیث کو نظم کیا ہے جو  
حسن و حسین کے سردار بہشت ہونے کو ثابت کرتی ہے۔ بعد اللہ ابن عمر سے روایت  
ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ حسن و حسین جو انان جنت کے سردار ہیں اور ان کے باپ  
ان سے افضل ہے۔

حدثنا محمد بن موسى الواسطي ثناء المعلي بن عبد الرحمن  
ثنا ابن ابي ذئب عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول الله :-  
”الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة وابوهما خير منهما“<sup>۱</sup>  
ترجمہ : ہم سے بیان کیا محمد ابن موسیٰ واسطی نے (اس سے کہا) معلیٰ  
ابن عبد الرحمن نے (اس نے کہا) ہم سے بیان کیا ابن ابي ذئب نے نافع کی سند  
سے۔ اس نے حضرت (عبداللہ) ابن عمر کی سند سے کہ انھوں نے کہا۔ ”حسن و  
حسین جو انان اہل جنت کے سردار ہیں اور ان کے باپ ان سے افضل ہیں۔“<sup>۲</sup>  
انیس نے مذکورہ مصرعوں میں دنیا کی سرداری پر آخرت کی سرداری  
کو برتری دیتے ہوئے اظہارِ تفخر کے ساتھ امام حسن و حسین کی انفرادیت کا اظہار  
کیا ہے۔ دنیا میں کوئی ملک ہوا اور کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو جنت کی جگہ کی طول و عرض  
کے مقابلہ میں بیچ ہونا چاہیے۔ لہذا ہر اعتبار سے دنیا کی سرداری پر جنت کی  
سرداری کو فوقیت حاصل ہے اور یہ سرداری وہ ہے جس پر جنتا فخر کیا جائے  
اتنا کم ہے۔ انیس نے مصرعوں کے بعد آہنگ میں سرداری کے افتخار اور اسی

۱۔ سید محمد رضی : شہادت کبریٰ ص ۲۱ - سنن ابن ماجہ ص ۱۲ - نیایح المودت ص ۲۸

۲۔ سنن ابن ماجہ ص ۱۲

۳۔ سید علی حسنین شیفہ - مقام تفضلی ص ۱۳

ذریعہ نظم کیا ہے۔ چونکہ نبی خدا اور بندوں کے درمیان کی ایک دستوری  
کڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہذا یا تو نبی اس وقت تک زندہ رہے جب تک دستور  
نافذ رہے یا وہ مصلحتاً اٹھایا جائے تو دوسرا نبی اس کے فریضہ کو آگے بڑھائے  
جب نبی کی حیثیت آخری نبی کی ہو اور دستور کو مستقبل کی طویل عمر بھی ملے کرنا ہوا اور  
رسول کو مصلحتاً اٹھایا بھی جا رہا ہو تو فریضہ ہدایت کو پورا کرنے اور کمالِ خاتمت  
کو اجاگر کرنے کے لئے ایک ایسے سلسلہ امامت کی ضرورت ہے جو ذاتِ رسول  
کے استمرار اور توسیع کی ضرورت کو اتنی ہم آہنگی سے پورا کرے کہ وہ رسول سے  
ہو جائے اور رسول خود کو اس سے ہونے کی سند دیدے اور اس کی خوشی  
خدا اور رسول کی خوشی اور اس کی ناراضگی خدا اور رسول کی ناراضگی قرار  
پائے۔ حسین محمد کے اسی استمرار و توسیع کی ایک اہم کڑی تھی۔ جسے انیس نے سادی  
زمین میں نہایت جامع طور پر نظم کیا ہے۔ نواسہ تو نانا سے ہوتا لیکن نسلی اعتبار  
سے نانا نواسہ سے نہیں ہوتا۔ پھر بھی رسول کا یہ کہنا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں  
حسین سے ہوں اس حقیقت کی طرف ذہن کو متوجہ کرتا ہے۔ اگر شخصیت حسین کی بقا  
کا سبب ذاتِ رسول ہے تو مقصد رسول کی بقا کی ضمانت قربانی حسین ہے۔

## حدیث سیادت

۱۔ میں ہوں سردارِ شبابِ جنِ خلد بریں  
۲۔ سرداری فردوس کا افسر ہیں بخشا

۱۔ مراثی انیس : جلد ۱ - نول کشور ص ۹۴

۲۔ مراثی انیس : جلد ۱ - نول کشور ص ۱۵۱

حدیث پیغمبر نے اسی اندیشہ کو حقیقت سے ہم کنار کر دیا ہے اور یہ واضح کر دیا ہے کہ زمین کا قرار مادی توازن کے ساتھ ساتھ روحانی معنوی اور اخلاقی توازن سے بھی ربط رکھتا ہے یہ طے ہے کہ زمین ہوا، معصوم گنہگار ہی بستے ہیں اور قرار کے لئے عدل و عصمت کی شرط ہے۔ لہذا لاکھوں گنہگاروں کے مقابلہ میں جب تک ایک معصوم توازن ہیما نہ ہوگا زمین کے قرار کی پوری توجہ مشعل ہوگی۔ اسی لئے رسول نے فرمایا کہ یہ کائنات اگر ٹھہری ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ اس میں ایک معصوم اور ذی شعور پیکر عدل موجود ہے جو۔ کائنات میں خدا کی حجت کا فریضہ انجام دیتا ہے کبھی قدرت یہ کام رسول کی ذات سے لیتی ہے جیسا کہ قرآن نے سراغ دیا ہے "اے پیغمبر جب تک تم ان کے درمیان رہو گے ہم عذاب نازل نہیں کریں گے" لے اور قدرت بھی کام کبھی امام معصوم سے لیتی ہے اور آخری امام وہ ہے جس کا لقب قائم آل محمد ہے اسی لئے انیس نے قائم کا لفظ استعمال کیا ہے جو قیام کائنات اور امام قائم دونوں پر محیط ہے۔

## حدیث دعا

عرش اعظم کو ہلاتی تھیں دعائیں ان کی ۲  
انیس نے اس مصرعہ میں رسول کریم کی یہ حدیث نظم کی ہے  
"عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول نے فرمایا کہ چار شخصوں کی دعائیں رو نہیں ہوتیں اور ان کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان کی

۱ قرآن: سورہ انفال - آیت ۳۳

۲ مراثی انیس: جلد اول - نائب حسین ص ۲۰۸

کی فوقیت کو محفوظ کیا ہے۔

## حدیث حجت

۱ قائم جو ہے زمین تو انہیں کے قدم سے ہے لے  
انیس نے اس مصرعہ میں رسول کی اس حدیث کو نظم کیا ہے جس میں آپ نے بقائے کائنات کا ضامن وجود امام قرار دیا ہے۔ رسول نے فرمایا کہ اگر زمین پر کوئی حجت خدا نہ گیا تو زمین مع اہل زمین کے دھنس جائے گی۔ ۲

انیس نے مذکورہ مصرعہ میں فلسفہ کے اس موضوع کی طرف اشارہ کیا ہے جو ہر دور کے ادب و فکر میں ایک موضوع بحث رہا ہے اور جسے برٹرینڈ رسل نے بھی اپنے فکری مضامین میں پھیرا ہے اور وہ یہ ہے کہ آفاق میں آیا فقط ایک مادی نظام ہے جو کائنات کو روکے ہوئے ہے یا اس کا تعلق اخلاقی نظام سے بھی ہے۔ یعنی زمین و آسمان کے موجودہ نظام کی تعبیر فقط مادی ہے یا ظلم و عدل کی قوتوں سے بھی اس کا تعلق ہے۔ چوں کہ اکثر زمین زلزلوں کے جھٹکوں، آندھیوں، سیلابوں اور ناگہانی آفتوں کی زد میں اس وقت آئی ہے جب تاریخی شواہد اور ریکارڈز کی بنیاد پر زمین پر اخلاقی زبوں حالی بڑھ گئی ہے اور گناہوں میں بالعموم اضافہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ اہل فلسفہ نے زمین کے قرار کا ایک تعلق اخلاق و عدل کے توازن سے بھی قائم کیا ہے۔

۱ مراثی انیس: جلد ۴ - تول کشور ص ۲۸۵

۲ شیخ سلیمان قدوزی سنی الحنفی: معالم العترہ (تنبیہ المودت) مترجمہ ملک محمد شریف ص ۶۹

۳ Burt BERTRAND RUSSEL - VALUE OF PHILOSOPHY ESSAY P. 16

## حدیث رد البلاء

۱۔ صدقہ کروہیں کہ بلا ان کی ہوئے رد

انیس نے اس مصرعہ میں رسول کی اس حدیث کو نظم ہے جس میں رسول نے صدقہ دینے کی تعلیم دی ہے۔ چونکہ "صدقہ دینے سے بلا و مصیبت رد ہو جاتی ہے" دوسرے مقام پر یہ حدیث یوں ہے: "ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ سات ایسے شخص ہوں گے جن پر اللہ کا سایہ ہوگا۔ (۱) امام عادل۔ (۲) وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھا ہو۔ (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد سے باہر نکلنے کے بعد بھی یاد خدا سے خالی نہ ہو۔ یہاں تک کہ پھر مسجد میں آئے۔ (۴) وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے لئے جنت کی اور اسی پر جمع ہوئے۔ (۵) وہ آدمی جس کو عورت نے براؤں کی طرف بلایا ہو۔ جو صاحب منصب بھی ہو اور صاحب جمال بھی مگر اس آدمی نے جواب دیا ہو میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (۶) وہ آدمی جس نے تنہائی میں خدا کو یاد کیا ہو اور آنکھوں سے آنسو بہائے ہوں۔ (۷) وہ شخص جس نے راہ خدا میں یوں صدقہ دیا ہو کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے میرا ایسے نے مذکورہ مصرعہ میں صدقہ کی مذہبی حیثیت کو ملحوظ رکھا ہے جس کے بارے میں رسول نے بتایا کہ بلاؤں کے سدباب کرنے کے لئے غریب و مسکین کی امانت میں اپنے مال کا ایک حصہ نکال دینا صدقہ کہلاتا ہے اور یہ عمل خدا کو

۱۔ مرآۃ انیس : جلد ۲ : نول کشور ۲۵۶

۲۔ لوائح الاحزان : مترجمہ سید نجم الحسن ص ۱۰۰

۳۔ انتخاب حدیث : مرتبہ محمد جعفر شاہ ندوی ۱۳۸-۱۳۹

آوازیں عرش الہی تک پہنچتی ہیں۔ اول باب کی دعا بیٹے کے حق میں 'دوم' مظلوم کی بددعا ظالم کے حق میں۔ سوئم عمرہ کرنے والے کی دعا واپسی تک۔ روزہ دار کی دعا افطار تک۔ لے

انیس نے مذکورہ مصرعہ میں دعا کی روحانی قوت کو نظم کیا ہے۔ اس دنیا میں جب مظلوم بے سہارا ہوتا ہے تو اس کا سب سے بڑا سہارا خدا کی ذات ہوتی ہے اور اس ذات سے رابطہ دعا ہی سے قائم ہوتا ہے۔ یعنی دعا روح کی ایک ایسی پرواز ہے جو عرش تک بلند ہوتی ہے اور فریاد رسی کے غیبی نظام کو اپنا قلعہ تحفظ بناتی ہے۔ دعا کرنے والا جتنا صالح ہوتا ہے اتنا ہی اس کی دعا میں اثر ہوتا ہے۔ صالح ہونے کے آخری منزل کا نام معصوم ہونا ہے لہذا معصوم کی دعائیں سب سے زیادہ اثر ہوتی ہیں۔ عام مومن بھی چونکہ ایک بندہ صالح ہوتا ہے لہذا دنیا کے ظلم و جور کے درمیان جب اسے اپنے ایمان کے دفاع میں سہارے اور اسلحے کی ضرورت ہوتی ہے تو دعا کو ہی اپنا اسلحہ بنانا ہے۔ اور یہی وہ اسلحہ ہے جس کا حلقہ اثر RANG مدارائے افلاک عرش کی بلندی تک ہے۔ اسی لئے میرا ایس نے شخصیت کی بلندی کا پیمانہ دعاؤں کے اثر کو قرار دینے ہوئے کہا ہے کہ وہ ایسے با معرفت بندے تھے کہ ان کی دعا عرش اعظم کو ہلا کر رکھ دیتی تھی۔

۱۔ اصول کافی (الثانی) جلد ۱۔ کتاب الدعاء۔ مترجمہ سید ظفر حسین ص ۵۰

۲۔ صحیفہ کاملہ : مترجمہ مفتی جعفر حسین - ص ۲۲

اس لئے پسند ہے کہ زمین پر غریب و فقیر بندے کی مدد کا ایک راستہ فراہم ہو جاتا ہے۔ لہذا بلاؤں کو صدقہ سے روکو۔ انیس نے رسول کی حدیث کے پس منظر میں بجائے مال کے جان دینے کی پیش کش کر کے مصائب کے وزن کو بڑھا دیا ہے یعنی دین پر بلا و مصیبت کی شدت اتنی تھی کہ دین سے بلاؤں کو رد کرنے کے لئے اہل معرفت اپنی جانوں کا صدقہ دینے پر راضی تھے۔ لیکن دین پر مصیبت کو دیکھنے پر آمادہ نہیں تھے۔ انیس نے صدقہ کے لفظ سے اشارہ و قربانی کا ایک نیا افق پیدا کیا ہے۔

## حدیث فقر و قناعت

کریم مجھ کو عطا کر وہ فقر دنیا میں

کہ جس کو فقر رسالت آب سمجھے ہیں

انیس نے ان دونوں مصرعوں میں رسول کریم کی اس حدیث کو نظم کیا ہے۔ جس میں رسول نے اپنی ذات کے لیے وجہ افتخار فقر و قناعت کو قرار دیا ہے۔ "مول کریم کا ارشاد ہے کہ میرا فقر ہی میرا خسر ہے"۔

انیس نے مذکورہ مصرعوں میں "فقر کو بطور "عطا" طلب کیا ہے۔ عطا خدا کی وہ دین ہے جو اس کے عام احسان سے بالاتر ہو ا کرتی ہے۔ خدا کا ہر احسان عطا نہیں کہلاتا۔ بلکہ خاص خاص نعمتوں کو عطا کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ "عطا سے" فقر "کا تعلق تبھی با معنی ہو سکتا ہے۔ جب فقر میں کوئی خاص نعمت چھپی ہو۔ اور یہ بات طے ہے کہ فقر استغنا کی ضد ہے۔ استغنا میں مال و منال کا مفہوم ہے

لے مرا ثی انیس : جلد ۴ نول کشور ص ۱۴۵

لے جامع الاخبار (تحفہ رضویہ) مترجم سید ظفر حسن ص ۱۴۵

اور فقر میں مال سے بے نیازی اور فقط ذات پروردگار کی نیاز مندی ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ مال و منال کی خدا کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے کہ اس پر فخر کیا جائے۔ پیغمبر دراصل اسی فخر کو اپنے لئے مایہ ناز سمجھتا ہے اس لئے کہ اس میں ذات الہی پر انحصار کا لازمہ وال خزانہ ہے اور یہی خزانہ انسانیت کی تمام تر بلندی کا ضامن ہے۔ انیس نے لفظ "کریم"، "عطا" اور "فقر" کے بظاہر متضاد مفہوم کی گہرائی میں اتر کر معنوی استحاد پیدا کیا ہے۔ اور تضاد سے حسن معنی میں چار چاند لگا دیا ہے۔ اور ذات رسول کو کائنات کی ضرورت سے بے نیاز اور خدا کا سب سے بڑا نیاز مند بندہ قرار دیا ہے۔

## حدیث محن

آرام کی جگہ نہیں یہ دار مصیبت

مومن کے لئے رنج ہے کافروں کے رخت

انیس نے ان مصرعوں میں رسول کریم کی اس حدیث کو نظم کیا ہے۔ جو دیگر ائمہ طاہرین سے بھی مروی ہے جس میں رسول نے بے ثباتی دنیا بقلائے عقبی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔"۔

انیس نے مذکورہ مصرعوں میں ایمان اور امتحان کے باہمی ربط کو نظم کیا ہے۔ مومن وہ ہوتا ہے جو اپنے شعور ایمان سے آخرت کی ایسی حقیقتوں

لے مرا ثی انیس : جلد ۲ - نول کشور ص ۲۲

لے علامہ مجلسی : بحار الانوار - جلد ۱ مترجم طیب آغا جزی مری ص ۱۳۹

کو مان لیتا ہے جو کافر کی نگاہ میں فقط افسانہ ہوتی ہیں۔ مومن خدا، رسول اور امام کی مجموعی ہدایت کی رہنمائی میں مشاہدات سے ماورا اپنی حیات کی تمام منزلوں کو پیش نظر رکھتا ہے۔ کافر انھیں منازل کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ لہذا دونوں اسی دنیا میں رہتے ہوئے بھی اپنا اپنا لائحہ عمل مرتب کرتے ہیں۔ مومن کے یہاں پابندی، حلال و حرام، صبح و غلط، جاوے جا، اطاعت و عبادت کی دشواریاں بطور امتحان سراٹھاتی ہیں۔ اور ایک رنج و زحمت پر مشتمل مصیبتوں پر ڈال دیتی ہیں۔ کافر انھیں ذمہ داریوں سے خود کو آزاد کر لیتا ہے اور نسبتاً راحت میں رہتا ہے۔ مومن کا سرمایہ اس کی آخرت اور کافر کی کجراکشاہی دنیا ہوتی ہے۔ ایک اپنی دنیا کو دیران اور آخرت کو آباد کرتا ہے۔ دوسرا عارضی وقفہ حیات کو دنیا میں آباد اور دائمی قیام کو دیران کر لیتا ہے۔ انیس مومن، کالفاظ استعمال اسی جگہ کیا ہے جو عالمی ادب میں سچائی کے لئے رنج اٹھانے والے کردار کا، DIVINE JUSTICE سے ہوتا ہے۔

## اقوال معصومین

### قول حضرت علی:

ع دنیا کو وہ دیندار سمجھتے تھے گزرگاہ اے  
انیس نے اس مصرعہ میں حضرت علی کے اس مشہور قول کو نظم کیا ہے جو

اے مراثنی انیس : جلد اول - نول کشور ص ۳۲

مختلف کتب اقوال معصومین میں پایا جاتا ہے چونکہ فقہ جعفری میں جملہ ائمہ طاہرین کا قول حدیث کی حیثیت رکھتا ہے لہذا یہ قول کتب احادیث میں بھی موجود ہے۔ مولائے کائنات ارشاد فرماتے ہیں "دنیا ایک دوسری منزل کے لئے پیدا کی گئی ہے"۔ دوسرے مقام پر یہ قول اس طرح نظر آتا ہے "مستقل قرارگاہ کی طرف دنیا اک گزرگاہ ہے"۔

اسلام نے دین و دنیا کے توازن کی عکاسی کی ہے کہ نہ مسافر راستے سے الگ ہوتا ہے اور نہ راستے کو منزل بناتا ہے۔ بلکہ دنیا میں اتنا شامل ہوتا ہے جو سامان سفر ہینا کرنے کے لئے ضروری ہو اور اتنا الگ بھی رہتا ہے جتنا منزل سے غافل نہ رہنے کے لئے ضروری ہے۔ کامیاب اسی کی حیات ہے جو دنیا کو گزرگاہ سمجھے منزل نہیں۔

### قول حضرت علی:

ع دنیا مقام رنج و مصیبت ہے اے بہن سہ  
انیس نے اس مصرعہ میں حضرت علی کے اس قول کو نظم کیا ہے جس  
میں آپ نے فرمایا کہ "دنیا ایک ایسا گھر ہے جو بلاؤں سے گھرا ہوا ہے  
اور فنا کے لئے مشہور ہے۔"

اے نبی البلاغہ : ترجمہ مفتی جعفر حسین خطبہ نمبر ۶۳ ص ۹۱۸

اے نبی الاسراء : جلد ۲ - مرتبہ سید غلام حسین رضا آقا ص ۹۲

اے مراثنی انیس : جلد ۳ - نول کشور ص ۱۲

اے نبی الاسراء : جلد ۲ - مرتبہ سید غلام حسین رضا آقا ص ۹۲

انہیں نے اس مصرعہ میں تسکین کا ایک ایسا پہلو نکالا ہے جو ایک ہی وقت میں ایک غم زدہ بہن کے لئے تسکین صبر بھی ہے اور ذریعہ تسکین بھی۔ بھائی کی مظلومی بیکسی اور مصیبت پر ایسی بہن جس نے ہمیشہ اپنے بھائی کی سلامتی کی دعا کی ہو کیسے صبر کرے لیکن جب اسے یہ سمجھا دیا جائے کہ یہ مصیبت مصیبت نہیں بلکہ وجود دنیا کا مقصد ہے تو بہن جذبات سے بلند ہو کر نگاہ معرفت سے مصائب پر دوبارہ نظر کرنے کے لیے آمادہ ہو سکتی ہے۔ اور بھائی کی جانب سے اس حقیقت پسند اور اطمینان بخش جواب سے نہ صرف یہ کہ مطمئن ہو جائے بلکہ اپنے مصائب کو برداشت کرنے کا حوصلہ بھی پیدا کر سکتی ہے۔

## قول حضرت علی :-

ہاں تو شہ آخرت ہٹا کر لے

غافل تھے دنیا سے سفر کرنا ہے

انہیں نے ان مصرعوں میں حضرت علی کے اس قول کو نظم کیا ہے جو مختلف الفاظ میں مختلف کتب میں نظر آتا ہے۔ "امیر المومنین حضرت علی ہر روز نماز عشاء کے بعد فرمایا کرتے تھے: "اے بندگان خدا سفر آخرت پر آمادہ رہو۔ اس مٹ جانے والی دنیا سے دل نہ لگاؤ اور اپنے اعمال نیک جو تمہاری راہ آخرت کا توشہ ہیں اپنے ساتھ لے لو"۔

انہیں نے اس مصرعہ میں "سفر" توشہ "آخرت" اور "غفلت" کے تصورات

سے ایک مربوط موضوع آفرینی کی ہے۔ دنیا ٹھہرنے کی نہیں بلکہ سفر کرنے کی جگہ ہے۔ سفر کا ایک مقصد ہوتا ہے۔ سفر کی ایک تیاری ہوتی ہے۔ یہ بات کہ دنیا میں ٹھہرنا نہیں ہے۔ سب مانتے ہیں لیکن کہاں جانا ہے۔ اس پر غفلت ہے اور کیا تیاری کرنا ہے اس پر غفلت ہے اور غفلت احساس نہ ہونے کی بیماری ہے اور احساس نہ ہونا معرفت نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ اور معرفت نہ ہونا ایمان کی کمزوری اور رسول اور امام سے بے حس ہونے کا نتیجہ ہے۔ لہذا اس بسیط موضوع میں انہیں نے لفظ "غافل" پر زور دے کر حیات کی بے ثباتی کے عالمی احساس کو ایک مبسوط نظام حیات و ممت کی طرف موڑ دیا ہے۔ انہیں کے یہاں بے ثباتی پر فقط احساس تا سبب نہیں بلکہ اسے گوارا کرنے کا عزم اور اس عزم کی تہ میں ایک منقول مقصد بھی ہے اور یہی انہیں کے بلند شاعر ہونے کی پہچان ہے۔

## قول امام حسین :-

شاہ فرماتے تھے ایسے ہیں ہمارے انصار

نانا صاحب کے بھی اس طرح کے انصار نہ تھے

انہیں نے ان مصرعوں میں امام حسین کے اس قول کو نظم کیا ہے جس میں آپ نے اپنے باوفا اصحاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "میں اپنے رفقاء و اعزاء سے زیادہ وفادار اور پرہیزگار کسی دوسرے کے اعزاء اور رفقاء کو نہیں پاتا۔"

۱۔ مراثی انیس: (سلام) جلد ۴ نول کشور ص ۴۵

۲۔ شیخ احمد صین خاں: تاریخ احمدی ص ۲۴۴

۱۔ مراثی انیس: جلد ۲ (رباعی) نول کشور ص ۹۴

۲۔ ہنج الاسرار: جلد ۱ - مرتبہ سید غلام حسین رضا آقا ص ۵۴

انیس نے اس مصرعہ میں امام حسین کے اس قول کو نظم کیا ہے جس میں آپ نے اپنی غربت اور مظلومیت کا مرثیہ پڑھا ہے اور فرمایا ہے کہ ”مجھے پس گردن سے ذبح کیا گیا۔“ لے

انیس نے ظلم کی بربریت کا ایک ایسا پہلو نظم کیا ہے جو ایک ہی وقت میں ظلم کی انتہا اور شوق بندگی کی معراج بھی ہے۔ حسین سجدہ میں تھے اور آپ کی گردن کی پشت پر خنجر ظلم چل رہا تھا۔ حسین کا سجدہ بندگی کی معراج بھی ہے ظالم کے ظلم و بربریت کی انتہا بھی۔ حسین کے ’مذبح قفا‘ ہونے کا تذکرہ معصوم کی زبان پر اس لئے آیا ہے کہ اس ظلم نے ان کے شوق بندگی کو بھی پورا نہیں ہونے دیا۔

## قولِ امام حسین

اکبر ترے الم سے جگر چاک چاک ہے  
جب تو نہ ہو تو باپ کے جینے پر خاک ہے لے  
انیس نے ان مصرعوں میں امام حسین کے اس قول کو نظم کیا ہے جو آپ نے اپنے جوان فرزند کی لاش پر بطور مرثیہ پڑھا ہے کہ ”اے بیٹا تیرے بعد زندگانی دینا پر خاک ہے۔“ لے

انیس نے ضعیف باپ کی عمر میں جوان بیٹے کے وجود کی اہمیت کو نمایاں کیا ہے، بالخصوص جب جوان بیٹا سعید نیک اور صالح ہو تو باپ کی جسمانی

لے لوائح الاحزان: جلد ۱ - مرتبہ سید نجم الحسن ص ۲۵۱

۲۵ مرثی انیس: جلد اول - نول کشور ص ۲۳۲

۳ علامہ مجلسی: بحار الانوار - جلد ۱ - ترجمہ سید طیب آغا جزی ائری ص ۲۶۵

## قولِ امام حسین :-

۱ جب پیاس لگے یا درہے پیاس ہماری لے  
انیس نے اس مصرعہ میں امام حسین کے اس قول کو نظم کیا ہے جو آپ نے وقتِ آخر اپنے فرزند امام زین العابدین سے بطور وصیت کہا تھا کہ ”اے بیٹا جب مدینہ واپس جانا تو میرے دوستوں کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ جب تم رنج و مصائب میں مبتلا ہو تو ہمارے مصائب و غربت کو یاد کر لینا اور جب خوشگوار پانی پینا تو ہماری پیاس کو نہ بھولنا۔“ لے

انیس نے اس مصرعہ میں انسانیت کے رگ احساس کو چھیر دیا ہے حسین نے اپنی وصیت میں پیاس کا ذکر کر کے یہ محسوس کرا دیا ہے کہ جسے پوری کائنات پر سب سے زیادہ حق حاصل تھا وہی اپنے وطن میں حصول آب کے حق سے محروم رکھا گیا۔ لیکن پیاسا رہ کر بھی اس نے دین کے ہر پیاسے کی پیاس کا خیال رکھا۔ وصیت میں ’جب پیاس لگے‘ کی قید نے وصیت کو اور زیادہ ذی اثر بنا دیا ہے۔

## قولِ امام حسین :-

۱ مذبح قفا تشنہ دہن صابر و شاکر لے

۲ مرثی انیس: جلد ۳ - نول کشور ص ۲۵۲

۳ شیخ احمد حسین خاں: تاریخ احمد ص ۳ لوائح الاحزان جلد ۱ ص ۲۳۳

۴ مرثی انیس: جلد ۳ - نول کشور ص ۱۶۵



اے جعفر ہم نے سنا ہے کہ تم حسین کے غم میں شعر خوب کہتے ہو! میں نے عرض کی جی ہاں یا ابن رسول اللہ۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ کوئی شعر امام حسین کے مرثیہ میں پڑھ جعفر کہتا ہے جب میں نے مرثیہ پڑھا تو حضرت اس قدر روئے کہ قطرہ ہائے اشک ریش مبارک پر جاری ہوئے اور جو لوگ حاضر تھے رونے لگے اور فرمایا اے جعفر قسم ہے خدا کی اس جگہ ملائکہ مقربین بھی حاضر تھے۔ جو اشتیاق تم نے پڑھے انھوں نے بھی سنے اور ہم سے زیادہ روئے اور فرمایا حق تعالیٰ نے تیرے لئے اس وقت سے بہشت واجب کیا۔ اور تیرے گناہوں کو عفو کیا اور پھر فرمایا کہ جو شخص مرثیہ حسین میں ایک شعر کہے اور روئے اور لائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے بہشت واجب کرتا ہے اور اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ لے

میرا نیت نے مذکورہ مصرعوں میں آل محمد کے مداحوں کی مدح سرائی جن لفظوں میں کی ہے اسے اگر تبصرے کی نظر سے دیکھا جائے تو نتیجہ کے طور پر جو بات سامنے آئے گی وہ یہ مدح گستران آل محمد کا شمار صاحبان ایمان میں ہوگا وہ طیب و طاہر ہوں گے اور اللہ اور رسول کی دوستی کا دم بھریں گے۔ ان کے دشمنوں سے بیزار رہیں گے۔ ان کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا اور جو چھوٹے چھوٹے گناہ مجبوراً یا نادانستہ طور پر ان سے سرزد ہوں گے خدا سے معاف فرما دے گا۔ اس لئے کہ جنت تو مومنین اور نیکو کاروں کے لئے ہے۔

جملہ اصناف سخن میں ایک صنف قصیدے کی بھی ہے جس کا رواج اگرچہ آجکل بہت کم ہے لیکن کل جب کہ دربار شاہی آراستہ تھے۔ مذکورہ صنف کا ایک امتیازی مقام تھا اس لئے کہ اس کے وساطت سے شعراء سلاطین وقت کی

خوشنودی حاصل کرتے تھے۔ لیکن سلاطین کے ساتھ جب دربار بھی معدوم ہو گئے تو اس کا اثر قصیدے پر بھی پڑا اور رفتہ رفتہ شعراء اس سے دست کش ہوتے گئے۔ قصیدے کے زوال کا سبب سے نمایاں سبب قصیدہ کا زوال پذیر افراد اور زوال پذیر علما سے مربوط ہونا تھا۔ نتیجہ میں فانی افراد اور فانی علما کے دم توڑتے ہی قصیدے کی سانسیں بھی اکٹھڑ گئیں۔

لیکن وہ قصاید جو غیر فانی افراد اور باقی رہنے والے علاقے سے وابستہ رہے وہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ آج بھی باقی ہیں اور سچی دنیا تک باقی رہیں گے۔ اس لئے کہ سلاطین کی مدح و ثنا کرتے وقت بس ان کی ذات اور ان کی ذات سے حاصل ہونے والے فوائد سامنے رہتے تھے لیکن الہی نمائندوں کی مدح و ثنا کرتے وقت جہاں ان کے کردار کی عظمتیں سامنے رہتی ہیں وہاں جلال پروردگار بھی شاعر کی فکر کو محیط رکھتی ہے وہ اپنے مدح کی مدح کسی صلہ کی تمنائیں نہیں کرتا بلکہ کردار کی بلندی سے متاثر ہو کر مدح سے اپنے والہانہ لگاؤ کا اظہار کرتا ہے۔

قول امام جعفر صادق :-

اسرارِ لدنی میرے سینے میں نہاں ہیں  
یا ائی نہ اماں رازِ الہی کی امیں نے

۲۹  
۳۴



## بَابُ پَهَارِ

امام نے انصار حسین کے لئے حرم کے اندر جو جذبہ فداکاری پیدا ہو گیا تھا اس میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا جذبہ فطرتاً شامل تھا۔ جو حرا اپنا جوان بیٹا قربان کر سکتا ہے وہ اپنے ماں باپ بھی بٹا کر سکتا ہے اور یہی وہ جذبہ اخلاص ہے جو میدان شہادت میں حق کے جاں نثاروں کو پیش کرتا ہے اور انہیں کے جسم سے بہنے والے ہر قطرہ خون میں احساس کی وہ تڑپ ہوتی ہے جو اس خاک کی طینت کو اپنے اخلاص سے طیب و طاہر کر دیتی ہے کہ دار ضرور دہشتی ہوتے ہیں لیکن ان کے اندر جو تعمیری رُوح ہوتی ہے وہ زمان و مکان کے حدود سے آگے نکل جاتی ہے۔ انیس نے ان مصرعوں میں ہر دور کے جذبہ ایثار و اخلاص کو اور ہر اس زمین کو جہاں یہ اخلاص کام آجائے خراج تحسین پیش کیا ہے۔



## کلام انیس میں فقہی مسائل

- ۱۔ توحید : پورے عالم کی خالق و مالک فقط ایک ذات پروردگار ہے۔
- ۲۔ عدل : وہ پروردگار اپنے افعال میں عادل ہے کوئی برا کام کرتا نہیں، اور کسی اچھے کام کو نظر انداز نہیں کرتا۔
- ۳۔ نبوت : بندوں کی ہدایت کے لئے وہی موصوم انبیاء بھیجتا ہے۔
- ۴۔ امامت : ہدایت کو قائم رکھنے کے لئے بعد رسول وہی سلسلہ امامت کو جاری رکھتا ہے۔

۵۔ قیامت : بندوں کے اعمال کی جزا و سزا کے لئے وہ ایک دن سب کو زندہ کرے گا۔

فقہ جعفری کے اعتبار سے دین اسلام میں فروع دین کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

- ۱۔ عبادات - بندوں کا اللہ سے رابطہ یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس، جہاد وغیرہ۔

- ۲۔ معاملات - بندوں کا بندوں سے رابطہ یعنی تجارت، زراعت، نکاح، خلافت، میراث، قصاص وغیرہ۔

فقہ جعفری میں فکر و استدلال کی آزادی ہے جس میں قانون اسلام کو قبول کرنے کے قبل مختلف مسائل و مباحث کی تفہیم ضروری ہے مگر کسی کے درغلانے پر اصل عقیدہ قبول کر لینا حرام ہے۔ اپنی عقل سے طے کرنا ہو گا کہ خدا ایک ہی ہو سکتا ہے (توحید)، ظالم نہیں ہو سکتا (عدل)، بندوں کو گمراہی میں نہیں چھوڑ سکتا (ضرورت نبوت و امامت)، نیکوں کو نظر انداز نہیں کرتا اور برائیوں کو بغیر پریشانی نہیں چھوڑ سکتا (عقیدہ قیامت)۔ اس طرح واضح ہے کہ عقیدہ عقلی دلائل و براہین اور منطقی استدلال کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ فرد کسی عقیدہ کو قبول کرنے کے قبل ذاتی فکر و عمل میں آزاد ہے۔ لیکن کسی عمل کو قبول کرنے کے بعد ذاتی فکر و عمل کی آزادی ختم ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ عقیدہ ایمان و ایقان کا نام ہے جس کا مرکز و

کلام انیس میں مذہبی عناصر کے تجزیہ میں اس حقیقت پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ انیس فقہ جعفری پر عالمانہ دسترس رکھتے تھے۔ چونکہ انیس کا فکری محور اسلامیات ہے لہذا میرا انیس نے عہد و مہبود کے رابطہ حیات و کائنات کے رموز و اسرار کو شاعرانہ محاسن کی احتیاط کو مد نظر رکھتے ہوئے یوں پیش کیا ہے کہ فنی کاری حقیقت نگاری کی آئینہ دار بن گئی ہے۔ مد نظر ہے کہ مذاہب عالم کی بنیاد اس نظریہ پر قائم ہوتی ہے کہ کائنات اور انسان کا رابطہ کیا ہے؟ کائنات کا خالق و مالک کون ہے؟ اس کی تخلیق کا کیا مقصد ہے؟ اس میں انسان کا کیا مرتبہ ہے؟ کائنات کا تصور مذہب کے تصور سے جدا تصور نہیں۔ دنیائے مذاہب کے مقاصد پر نظر ڈالی جائے تو یہ احساس ہو گا کہ مذہب کے بنیادی مقاصد سماج کی شیرازہ بندی، افراد کے باہمی ربط و اشتراک، اخوت و برادری اور انسانی حقوق وغیرہ پر مبنی ہے۔ اسلام کے نزدیک کائنات خارجی حقائق کا مجموعہ ہے۔ اس کی صحیح معرفت اس رب الارباب اطاعت و فرمانبرداری پر موقوف ہے جو وجود کا سرچشمہ ہے لیکن ہمگا ہوں سے پوشیدہ ہے۔ وہی سرچشمہ وجود خالق کائنات بھی ہے اور مدبر کائنات بھی۔ اسلام نے خالق و مخلوق کے رشتے کو زبردست معنویت عطا کرتے ہوئے اسے شعور کا جزو بنا دیا ہے۔ جس میں ایک طرف خالق کا مخلوق سے رابطہ اور دوسری طرف سماج کا افراد سے۔ چونکہ اسلام بنی نوع انسان کی فکری و اخلاقی اصلاح کیلئے احکام و ضوابط کے مجموعے اور اس سے وابستہ ہدایت اور علم کا نام ہے اس لئے اسلامی تعلیمات کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں ایک کا نام اصول دین اور دوسرے کا نام فروع دین ہے۔ اصول دین کا تعلق اور فروع دین اعمال سے وابستہ ہوتے ہیں عقیدہ کسی حقیقت کو عقل کی میزان پر پرکھ کر کسی دلیل کے مان لینے کا نام ہے۔ فقہ جعفری کے اعتبار سے دین اسلام میں اصول دین پانچ ہیں۔

محور عام افراد نہیں بلکہ کردار معصومین ہے جو کسی عقیدے کے بنیادی مباحث عوامل اور کیفیات کی توضیح و تشریح کرتے ہیں اگر عام افراد کی ایجاد بندہ کو عقیدے کا جڑ بننے کی اجازت دیدی جائے تو عقیدہ مختلف اور متضاد تصورات کی آماجگاہ بن جائے گا جس میں ہر طرح کے افراط و تفریط کی گنجائش پیدا ہو جائے گی۔ اسلامی عقائد کے اعتبار سے قرآن آخری کتاب الہی ہے جس نے اپنے قبل کے تمام صحیفوں کو منسوخ کر دیا۔ قرآن کے ذریعہ نافذ کردہ الہی قانون دائمی اور ابدی ہے جس پر عمل کیا جانا چاہئے۔ جیسا رسول میں قرآنی قانون کا معیار و میزان رسول کی ذات اقدس ہے لیکن وفات رسول کے بعد یہی ذمہ داری امامت کو منتقل ہو جاتی ہے۔ منطقی اعتبار سے رسالت کے بعد امامت کی ضرورت اس لئے ہے کہ امام اپنے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں عمل کی دعوت دیتا ہے اور جب امامت اپنی آخری منزل تک آئے تو لازمی ہوتا ہے کہ کسی کو نائب امام کا تقرر کرے۔ فقہ جعفری کے اعتبار سے رسول اور امام کا معصوم ہونا ضروری ہے جو گناہوں سے صرف مبرا ہو بلکہ سہو و دسیان سے بھی پاک ہو۔ اس مسئلہ کی تفصیل اپنی جگہ پر پیش کی جا چکی ہے۔ لیکن اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ امام آخر الزماں کے نائب کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے البتہ نائب امام کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا لازم ہے۔

۱۔ فقیہ ہو۔ حکم خدا کو قرآن و حدیث اور اقوال معصومین سے معلوم کرنے کی سب سے زیادہ استعداد رکھتا ہو۔

۲۔ اپنے نفس کا برابر محاسبہ کرتا ہو۔

۳۔ اپنی خواہشات کی مخالفت کرنے کی روحانی طاقت کا مالک ہو۔

۴۔ اپنے امام کے امور کا سب سے زیادہ مطیع ہو۔

ایک جامع شرائط عالم دین کو مرجع وقت یا علم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

دور غیبت میں فروع دین میں احکام پر عمل کرنے کے لئے تین صورتوں میں سے کسی ایک کا اختیار کرنا ضروری ہے۔

۱۔ مجتہد ہو۔ قرآن، احادیث رسول اور اقوال معصومین پر ایسی گہری نظر رکھتا ہو کہ مسائل کا استنباط کر کے فتویٰ دے سکے۔

۲۔ اگر خود مجتہد نہ ہو تو کسی دوسرے مجتہد کی تقلید کرے۔

۳۔ اگر مجتہد یا مقلد نہ ہو تو احتیاط پر عمل کرے۔ اس کا عمل اتنا وسیع ہو کہ عمل کرنے کے بعد اسے یقین ہو جائے کہ فریضہ شرعی ادا ہو گیا۔

لیکن ہر شخص کے لئے آسان نہیں ہے کہ اپنی بیشتر زندگی علم دین کی مستند تحصیل میں گزار کر مجتہد یا احتیاط پر عمل کرنے والوں میں شمار ہو سکے۔ اس لئے دین کو صحیح طور پر جاننے کے لئے دینی مسائل میں علمائے دین کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔ چونکہ اعمال کی صحت تقلید کے بغیر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

واقعات کر بلا کو قرآنی فلسفہ حیات کی علی تعبیر و تشریح کی عظیم ترین درس گاہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ جن میں قرآنی درسیات سے اسلامی عقائد و اعمال کو مشاہدات و تجربات کی میزان میں پیش کیا گیا ہے۔ عبادت، قناعت سے لیکر ایثار و شہادت تک اسلام کے تمام فکری و عملی درس کو مجاہدین یاہ خدائے اپنے کردار و عمل میں پیش کر کے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔

میر انیس کا موضوع سخن ان افراد کی سیرت و کردار ہے جن کی زندگیاں اسلامی فقہ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہیں۔ اس لئے کلام انیس کی فقہی بصیرت میں ادبی اور فنی بلندیاں معجزہ نہ سہی سحر حلال لازمی طور پر نظر آتی ہیں۔ کلام انیس کا یہ موضوع نہیں ہے کہ معصیتوں میں گرفتار انسان کا فطری رد عمل کی اہمیت ہے بلکہ اسے انتہائی آلام و مصائب کے درمیان

اپنے پیشوا کی نظر میں کیا ہونا چاہئے۔ فکر انیس ان افراد کے درمیان خط امتیاز کھینچتی ہے جو مصائب و آلام کی منزل میں شکوہ کرتے نظر آتے ہیں اور دوسری طرف وہ لوگ جو لذت صبر حاصل کرنے کے لئے مصیبتوں کا استقبال کرتے ہیں۔

کلام انیس کا کمال ہے کہ کہیں سے یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ فکری فضا میں ادبی بیج یا ادبی فضا میں فقہی اظہار نامناسب ہو گیا ہے۔ بلکہ موضوع کی ہمہ گیری انیس کو مختلف موضوعات و تعبیرات تک لے جاتی ہے اور شاعر فقہ کے شک راستہ پر تخلیقی خسرام کی دشواری کے باوجود نہایت کامیابی سے گزر جاتا ہے۔ اور انسانی قدروں کے اظہار میں فنی ہم آہنگی کا شیرازہ نہیں بکھرنے پاتا اور غیر اسلامی فکر رکھنے والا قاری بھی قیام و قعود رکوع و سجود سے یوں مانوس ہو جاتا ہے کہ یہ اعمال فقہی نہیں بلکہ شرافت کردار کی علامت ہیں۔

میر انیس نے واقعہ نگاری میں انسانی وجدان و ضمیر کو اپنا رہنما بنایا ہے واقعات کے کردار کو قادی بھی اپنی داخلی بصیرت سے دیکھتا ہے اور پھر محسوس کرتا ہے کہ کمر ہلا کے افراد کی ستیر ہر دور کے صالح معاشرے کی تشلیل کے لئے ایک مستقل ضرورت ہے۔ انیس نے اپنے کمال فن کے دوش پر درد و ادھر بلا کو اتنا بلند کیا کہ واقعہ کمر ہلا سلسلہ کے حدود زمان اور میدان کمر ہلا کے حدود مکان سے نکل کر ایک ابدی اور آفاقی سرمایہ ادب بن گیا۔ اس لئے مناسب ہو گا کہ کلام انیس میں فقہی مسائل کا جائزہ لینے کے قبل ان فقہی اصطلاحات کی مختصر توضیح و تشریح پیش کر دی جائے جو کلام انیس کے مطالعہ میں اہم و ناگزیر ہے۔

### فقہی اصطلاحات

۱۔ واجب : وہ عمل جس کا کرنا لازم ہے اور نہ کرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔

۲۔ محسن علی بنی۔ فلسفہ نماز ص ۲۴ تا ۲۵

۲۔ حرام : وہ عمل جس کا نہ کرنا لازم ہے اور نہ کرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔  
۳۔ مستحب : وہ عمل جس کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں کوئی عذاب نہیں ہے۔

۴۔ مکروہ : وہ عمل جس کے نہ کرنے میں ثواب اور کرنے میں کوئی عذاب نہیں ہے۔

۵۔ مباح : وہ عمل جس کا کرنا اور نہ کرنا دونوں میں نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے۔

۶۔ حاکم شرع : وہ مجتہد جس کا حکم شرعی احکام کے اعتبار سے نافذ ہو۔

۷۔ آب کر : پانی کی وہ مقدار جو ۳ باشت چوڑائی ۳ باشت لمبائی، اور ۳ باشت گہرائی میں سما سکے۔ وزن کے اعتبار سے ۳۷۸۰ گرام ہو۔

۸۔ آب قلیل : وہ پانی جو کمرے کم ہو اور زمین سے بھی نہ نکل رہا ہو۔

۹۔ آب مضاف : وہ پانی جو کسی چیز سے حاصل کیا گیا ہو جیسے عرق گلاب یا وہ پانی جو کسی چیز میں اس طرح غلوٹ ہو جائے کہ پانی نہ کہا جاسکے جیسے شربت وغیرہ

۱۰۔ آب مطلق : وہ پانی جو کسی چیز سے غلوٹ نہ ہو اور اگر ہو بھی تو اس طرح نہ ہو کہ اسے عرف عام میں پانی نہ کہا جاسکے۔

۱۱۔ فرض : واجب کے ہم معنی

۱۲۔ استطاعت : فریضہ حج کے ادا کرنے کے لئے مالی، بدنی اور سفر کی سہولت کا ہونا۔

۱۳۔ قصد قربت : پروردگار کی قربت اور رضا حاصل کرنے کا قصد کرنا۔

۱۴۔ قصداً: کسی ایسے عمل کا بجا لانا جو اس کے خصوصی وقت میں ادا نہ کیا جاسکا۔

۱۵۔ فردی : وہ نماز جو انسان انفرادی طور پر جماعت کے بغیر پڑھے۔

۱۶۔ سنت : قول رسولؐ، فعل رسولؐ اور سکوت رسولؐ — اور وسیع تر قبضہ میں قول معصومؐ، فعل معصومؐ اور سکوت معصومؐ۔

۱۷۔ کفارہ : کسی امر واجب کے ترک کرنے یا اس کے صحیح طور پر ادا نہ کرنے سے مرتب ہونے والے گناہ کی تلافی کے لئے شرعی معاوضہ۔

متذکرہ بالا فقہی اصطلاحات کی روشنی میں کلام انیس کا جائزہ لیا گیا ہے اور اہم فقہی مسائل سے متعلق میر انیس کے زاویہ نظر کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ ذیل میں بعض اہم اور ناگزیر فقہی مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔

# عبادت

۱۷ جب رات عبادت میں بشر کی شہ دیں نے  
۱۸ ذکر حسین حق کی عبادت سے کم نہیں

میر انیس نے عبادت کے فریضہ کو جس مفہوم کے ساتھ نظم کیا ہے وہ انداز اسلامی احکام میں عبادت کو ایک مخصوص انداز سے متعارف کراتا ہے۔ دنیا میں دو قسم کے مذاہب پائے جاتے ہیں جن میں کچھ وہ ہیں جن کے یہاں خدا کا تصور کسی نہ کسی شکل میں پایا جاتا ہے اور کچھ وہ ہیں جہاں خدا کا کوئی تصور نہیں۔ جن مذاہب

۱۸۵

یہ محسن علی بنحفی۔ "فلسفہ نماز" ص ۱۱

۱۳ سے قرآن : سورہ شوریٰ آیت ۱۳

۱۔ برائے انیس : نول کشور - جلد ۲ ص ۲۱۱

120     "     "     "     "     "     "

وضو

۷ تجدید و ضوکر کے پھرے نہر سے غازی ۱۷

۷ یانی نہ تھا و ضو جو کریں وہ فلک آب ۷

یہ انیس نے مذکورہ مصرعوں میں اسلامی فقہ میں نماز کے لئے وضو کے ناگزیر ہونے کو ملحوظ رکھا ہے اس لئے کہ وضو سے انسان کو ایک خاص طہارت کا احساس ہوتا ہے اور یہی احساس داخلیت کی پاکیزگی کا صامن ہے۔ وضو نماز کے لئے شرط لازم ہے۔ نیت کے بعد وضو میں واجب ہے کہ مضمحلہ ہاتھ دھوئے جائیں اور سر کے اگلے حصہ اور یاؤں کے اوپر والے حصہ پر مسح کیا جائے۔

میر انیس نے اس مصرعہ میں "تجدید و ضو کر کے پھرے نہر سے غازی"

دضو کے ساتھ لفظ تجدید نظم کر کے خاصان خدا کے ایک مخصوص طرز عمل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چونکہ خاصان خدا وہ ہوتے ہیں جو با وضو ہونے کے باوجود ذریضہ کی ادائیگی کے وقت تجدید وضو فرماتے ہیں۔ میر انیس نے تجدید وضو کہہ کے کربلا والوں کی اس معراج بندگی کا ذکر کیا ہے جہاں فقط واجب ہی پر نہیں بلکہ مستحبات پر بھی بھرپور عمل ہو رہا ہے۔ انیس کی نظر میں کربلا والے کمال بے نیازی اور پابندی مشیت الہی کا اس منزل پر فائز ہیں کہ وضو کے لئے تو پانی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں مگر بعد وضو دریا کی طرف سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ اسی لئے میر انیس نے اس حقیقت کی ترجمانی اپنے الفاظ میں

۱۔ مراٹھی انیس۔ نول کشور۔ ج ۱ ص ۵۶

400 20 - 1 1 1 1 1

۳۳ سید ابوالقاسم خوئی۔ توضیح المسائل، ص ۳۴

پیش کرتے ہوئے یہ نہیں کہا کہ - 'تجدید و صحو کر کے چلے نہر سے غازی'۔ بلکہ چلے کی جگہ پھر لے کہا تاکہ 'چلے آنے' اور منہ پھیر لینے کا فرق واضح ہو جائے۔

انیس نے دوسرے مصرعہ میں (پانی نہ تھا وضو جو کریں وہ فلک ماب) پانی کے ساتھ وضو کا ذکر کیا۔ چونکہ وضو کے لئے پانی ضروری ہے اس لئے لفظوں کے اعتبار سے ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے پانی کا ذکر پہلے کیا وضو کا بعد میں۔



بنکے حرم سے کر کے تیمم امام پاک  
پر تھی رخنوں پہ خاک تیمم سے طرفہ آپ

پرستیِ رخوں پہ خاکِ تیم سے طرفِ آب ۷۲

میرانیس نے اسلامی فقہ کے نقطہ نگاہ سے داخلہ پاکیزگی کے لئے پانی کے میسر نہ ہونے کی صورت میں خاک سے تیمم کرنے اور خاک آلود چہرے کے معنوی حسن کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ خاک پر تیمم کیا جائے۔ اعضاء تیمم پیشانی اور دونوں ہاتھ اگر نجس ہوں تو جہاں تک ممکن ہو انہیں پاک کرے اور اور انگوٹھی وغیرہ کبھی اتار لے۔ پھر نیت کرے اور دونوں ہتھیلیوں کو تیمم کی چیز پر مارے۔ اس کے بعد دونوں ہتھیلیوں کو پیشانی پر اس طرح کیٹینے کہ دونوں ہتھیلی نیچے آجائیں اور پھر دہسنے ہاتھ کی پشت پر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو پھیریں اسی طرح بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے گٹے سے ہتھیلیوں کے سرے تک ہاتھ پھیریں۔

۱۔ مراٹھا نیس۔ نول کشور۔ جلد ۱ ص ۱۱

4th 2nd " " 4th

۳۰ سید ابوالقاسم خولی۔ توضیح المسائل ص ۲۷

چونکہ خیمام اہلبیت میں پینے کے لئے پانی نہیں تھا۔ تاریخین اس حقیقت کی گواہ ہیں تو وضو کے لئے پانی کہاں سے ممکن ہوتا۔ اسی لئے انیس نے تیمم کا ذکر کر کے اس مصرعہ میں (منکھ) حرم سے کر کے تیمم امام پاک (تیمم کے ساتھ امام پاک کا ذکر کر کے خاک کے پاک ہونے کی صفت بھی مد نظر رکھی ہے اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ خاک بظاہر صاف نہ ہونے کے باوجود انسان کی پاکیزگی پر اثر انداز نہیں ہوتی بلکہ اسے مزید پاک بنا دیتی ہے اور درحقیقت تیمم کے بارے میں شیطانی دوسوسہ کا ایک جواب بن جاتی ہے۔

میرا انیس نے اس مصرعہ میں (پر تھی رخنوں پہ خاک تیمم سے طرہ آہ) خاک کے ساتھ چہرے کی آب و تاب کا ذکر اس لئے کیا کہ یہ خاک تیمم ہے جس سے چہرہ خراب اور آلودہ ہونے کے بجائے ایک مقدس اور بھرپور آب و تاب کا حامل نظر آتا ہے اور وہ چہرہ نگاہ خدایں محترم ہو جاتا ہے۔

نماز

ۛ مصروف ہوئے طاعت خالق میں نمازی ۛ  
 ۛ فارغ ہوئے نماز جب قبلہ انام ۛ  
 ۛ زاہد بھی، مجاہد بھی، نمازی بھی جری بھی ۛ  
 میرا نیس نے مذکورہ مصرعوں میں جنگ کی نفسیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے عام

۱۔ علامہ ہروی۔ مواظۃ حسنہ، ص ۹۴۔ سید یاقوت نقوی تاریخ ائمہ فقہ، سید غلام عسکری۔ پیاس ص ۲۲

۵۶ مراثی انیس : نول کشور - جلد ۴ ص ۵۶

سے " " " " ۷۶

٣٣٤ جلد ١ " " " "

بشری تقاضوں پر دین کی بقا کے اساس کو غالب رکھنے والوں کے حسن جہاد میں نماز کو بطلان  
استعارہ پیش کیا ہے۔ فروع دین میں اول نماز ہے جس کے بارے میں پروردگار  
قرآن میں ارشاد فرماتا ہے اَقِمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُسْرِكِينَ (نماز قائم  
کرد اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ) نماز مسلمان اور کافر کے درمیان ایک خط فاصل  
کھینچتی ہے۔ نماز ہر حال میں واجب ہے۔ بیمار، مسافر، امیر، فقیر، مرد، عورت سب  
پر یہ فریضہ ہر حالت میں کسی نہ کسی شکل میں ادا کرنا ضروری ہے۔ زمانہ غیبت امام  
میں چھ نمازیں واجب ہیں ۱۔ نماز پنجگانہ ۲۔ نماز آیات ۳۔ نماز طواف  
واجب ۴۔ نماز نذر عہد، قسم، اجارہ ۵۔ نماز والدین (جو بڑے بیٹے پر واجب ہے۔  
۶۔ نماز میت۔

نماز میت۔  
میرانیس نے اس مصرعہ (مصرف ہوئے طاعت خالق میں نمازی) کو یوں نہیں کہا کہ 'مصرف ہو طاعت خالق میں نمازی' بلکہ ہوا 'کے بجائے' ہوئے' استعمال کیا۔ چوں کہ لفظ ہوا 'فرداً فرداً' یعنی نمازِ فردی کا تصور پیدا ہوتا ہے اور اور ہوئے' سے نمازِ جماعت کا۔ رسول برحق یا امام معصوم موجود ہو تو اس کی موجودگی میں بغیر ان کی اجازت کے ان کی اقتداء سے الگ نماز قائم کرنا حرام ہے۔ میدانِ کربلا میں امام حسین علیہ السلام موجود ہو تو یہ کیسے ممکن ہے کہ حق کے پرستار اور اہل علم و معرفت نماز کو فردی یا الگ نمازِ جماعت کے ساتھ پڑھتے واجب ہے کہ نمازِ امام کی اقتداء میں ادا کی جائے۔ انیس نے اس مصرعہ لفظ 'ہوئے' کا احتمال کر کے امام وقت کی اقتداء میں قائم ہونے والی نمازِ جماعت کی اہمیت اور نمازِ ادا

۱۰ قرآن: سورہ روم، آیت ۳۱  
۱۱ سید ابوالقاسم خوئی، توضیح المسائل ص ۷۹



کو نظم کیا ہے کہ مجاہدین اسلام جہاد کرتے کرتے زخموں سے چور ہو جاتے ہیں اور زمین پر گرنے لگتے ہیں تو رو بہ قبلہ ہونے کی احتیاط کو بھی مد نظر رکھتے ہیں تاکہ سجدہ بھی ادا ہو جائے اور اگر اس عالم میں دم بھی نکل جائے تو آخری وقت رو بہ قبلہ ہونے کا فریضہ بھی انجام پاسکے اور ضمناً اس بیکیسی کی طرف بھی اشارہ ہے کہ کوئی دوسرا رو بہ قبلہ کرنے والا نہیں تھا۔ لہذا اگر تے گرتے اپنی ذمہ داری کا لحاظ رکھا اور قبلہ رو زمین پر تشریف لائے۔

## قیام وقعود

وہ تشخّص وہ تضرع وہ قیام اور وہ قعود لے

سیدھے کبھی الف کی طرح تھے دھو خوش خصال ۲

میر انیس نے واقعہ کو ملا کے مرکزی کردار میں قیام وقعود کی فقہی اصطلاحوں سے وہی کام لیا ہے جو شاعر اپنے تخلیقی اظہار میں استعاروں سے لیتا ہے۔ واجبات نماز میں قیام دوسرا رکن واجب ہے جس کے معنی ہیں کھڑے رہنا۔ کھڑے ہو کر قیام کی حالت میں تکبیرۃ الاحرام کہنا اور کھڑے ہونے کی حالت سے رکوع میں جانا رکن نماز ہے اسے عمد آ یا سہو ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ سب سے نماز میں قعود مسجدوں کے بجالانے اور تشہد پڑھنے کے لئے فطر تا عمل میں آتا ہے۔ قعود کے لفظی معنی بیٹھنے کے ہیں لیکن نماز کی اصطلاح میں نمازی کے بیٹھنے کی اسی ہیئت کو قعود

لے مرا ثانی - نائب حسین - ج ۱ ص ۴۰۹

۲ - ذیل کشور - ج ۱ ص ۱۱۰

۳ - سید ابوالقاسم خوئی: توضیح المسائل - ص ۱۰۶

کہتے ہیں -

میر انیس نے اس مصرع میں (وہ تشخّص وہ تضرع وہ قیام اور قعود) کر بلا دلوں کی نماز کے مخصوص عالم محویت اور خالق کے سامنے اس بندگی سے لرز جانے کی کیفیت کو تشخّص تضرع اور قیام وقعود کے الفاظ کے ساتھ لفظ وہ کی تکرار کا اضافہ کر کے نظم کیا ہے۔ لفظ وہ سے پیدا ہونے والے درجہ محویت اور اخلاص بندگی کے کمال کو تباری کے تصور پر چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے کہ لفظ وہ میں اس لامتناہی حقیقت کو ادا نہ کرنے کی عاجزی سے عجیب تاثر پیدا ہوتا ہے۔

میر انیس نے اس مصرعہ میں (سیدھے کبھی الف کی طرح تھے وہ خوش خصال) حالت قیام کی اس شرط کا اعلان کیا ہے جس میں نمازی کا کھڑا رہنا ضروری ہے۔ شاعر نے سیدھے کی وضاحت کے لئے کسی دوسری سیدھی چیز کی مثال نہیں دی بلکہ لفظ 'الف' سے تشبیہ دی۔ کیوں کہ قیام نام ہے یا دالہی میں اللہ کے سامنے سیدھے کھڑے ہونے کا اس لئے ایمیں نے لفظ 'الف' کہہ کے قادری کے ذہن کو متوجہ کیا کہ تم اس اللہ کے سامنے کھڑے ہو جس کے نام کا آغاز بھی الف سے ہوتا ہے اور ابجد نے اعتبار سے حرف الف کا عدد ایک ہوتا ہے لہذا شاعر کا مقصد یہ ہے کہ مصلیٰ پر اسی ایک واحد و راکیتا کے تصور نے اس طرح نمازی کو کھڑا کر دیا ہے جیسا ایک کے عدد نے الف کو قیام عطا کیا ہے۔

## رکوع

جسک جاتے تھے رکوع میں گاہے بشکل دال لے

لے مرا ثانی - ذیل کشور - ص ۱۱۰

میں دھلی ہوئی ہیں جو میدان جہاد میں بھی دوران جنگ ایسا طرز اختیار کرتے ہیں جو عبادت معلوم ہوتا ہے اور عبادت میں بھی ایسا انداز اختیار کرتے ہیں جو جہاد معلوم ہوتا ہے اسی مناسبت کے پیش نظر انیس نے لفظ محراب استعمال کیا۔ چونکہ محراب کا لفظ 'حرب' سے بنا ہے جس کے معنی جنگ کے ہیں اور محراب وہ جگہ ہے جہاں جنگ کی جائے۔ چونکہ مسجد کی محراب ٹھیک ہوتی ہے اور اس کی ہیئت کذائی نمازی کو بارگاہ الہی میں بھٹکنے کی دعوت دیتی ہے اور رکوع کا عمل جسم کے جھکاؤ کا نام ہے لہذا انیس یہ کہنا چاہتے کہ اگر کر بلا والوں کا رکوع نہ ہوتا تو آج نہ یہ محراب ہوتا نہ مسجدیں۔ آج بھی محراب دیکھ کر ان کا رکوع یاد آتا ہے اور ان کے رکوع کی بدولت آج تک محراب کی شان و شوکت قائم ہے۔

میرا نیس نے (وہ تزلزل وہ دعائیں وہ رکوع اور وہ سجدہ) میں تزلزل اور رکوع دونوں کا ذکر کیا ہے جب کہ رکوع کے لئے یہ لازم ہے کہ قراء و سکون میں انجام دیا جائے لیکن یہ کربلا والوں کا ثبات قدم تھا کہ ایسے زلزلہ خیز ماحول میں جہاں جسم و روح دونوں متزلزل ہو جائیں وہاں بھی رکوع کی ادائیگی میں اسی ثبات قدم اور سکون قلب سے کام لیا کہ رکوع کی شرعی ہیئت پر شکن نہ آسکی۔ دل جلال الہی سے لرزتا رہا اور خیم حکم الہی سے انتہائی سکون و قراء کی کیفیت میں رہا۔

خم ہو گئے سجد میں گہہ صورت ہلال اے  
سجدے کے لئے خاک پہ تھک جاتے تھے شبیرؑ

۱۔ مراٹھ انیس : نو لکھور۔ جلد ۱ ص ۱۱

۴۳۲

۱۔ محراب کی طرح سے جھکے تھے رکوع میں اے  
۲۔ وہ تزلزل وہ دعائیں وہ رکوع اور وہ سجود اے  
میر انیس نے ان مصرعوں میں نماز کی ہیئت کے اس رکن کی تصویر کشی  
کی ہے جو اسلامی عبادت کی ایک امتیازی شان ہے جس کو اصطلاح فقہین رکوع  
کہتے ہیں۔ رکوع اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کے طرز عبادت میں شامل نہیں  
رکوع واجبات نماز میں جو تھما رکن واجب ہے۔ یہ تمام نمازوں کی ہر رکعت میں  
ایک بار واجب ہے۔ اسی رکن کی مناسبت سے رکعت کی اصطلاح پیدا ہوئی۔  
رکوع میں پانچ باتوں کا لحاظ رکھنا بے حد ضروری ہے۔ ۱۔ اس قدر  
جھکنا کہ ہتھیلیاں گھٹنوں تک پہنچ سکیں۔ ۲۔ صدر رکوع میں پہنچنے کے بعد  
ذکر رکوع کرنا۔ ۳۔ دوران ذکر سکون و قرار کا ہونا۔ ۴۔ رکوع سے سر اٹھا کر  
کھڑے ہونا یعنی سجدے پہلے قیام۔ ۵۔ حالت قیام میں اطمینان کا ہونا۔  
میر انیس نے اس مصرعہ میں (جھکا جاتے تھے رکوع میں گلہ بے شکل دال)  
رکوع کی تشبیہ دال کے حرف سے اس لئے دی ہے کہ نمازی حالت رکوع میں  
اتنا خم ہوتا ہے کہ ہتھیلیاں گھٹنوں تک پہنچ جاتی ہیں لیکن اس کے پورے جسم  
سے کوئی دائرہ نہیں بنتا سوائے دال کے جو کسی خم دار حرف سے مشابہ ہو سکے۔  
انیس نے اس مصرعہ میں (محراب کی طرح سے جھکے رکوع میں) ان  
مجاہدین راہِ خدائی بندگی کا ذکر کیا ہے جن کی بندگیاں سراپا رضائے الہی کے سانچے

۱۔ مراثی ایس : نول کشور - جلد ۲ - صفحہ ۳۸۶

۴۷ " " : نائب حسین۔ جلد ۱۔ صفحہ ۴۰۹

سید ابوالقاسم خاوی: توضیح المسائل صفحہ ۱۰۷-۱۰۸

وقت قرار کی حالت میں ہونا۔ ۶۔ جب تک ذکر ختم نہ ہو جائے ساتوں اعضاء کو زمین پر رکھے رہنا۔ ۷۔ پہلے سجدے سے سر اٹھا کر بیٹھنا پھر دوسرے سجدے کے لئے بٹھک جانا۔

میر انیس نے مندرجہ مصرعوں میں (سجدے کے لئے خاک پہ جھک جاتے تھے میر سجدے میں اور دعائیں ہیں اور حق کا ذکر ہے، ختم ہو گئے سجدہ میں گہر صورت ہلال سجدہ بھی اسی خاک سے ممتاز رہے گا) کر بلا والوں کی اس عظمت سجدہ کا ذکر کیا ہے جہاں ہجوم الم کے ماحول میں بھی زمین اور آسمان کے متزلزل ہونے کے باوجود حیات و موت کی کشمکش میں بھی کوئی مجاہد فرض کی ادائیگی سے غافل نہیں ہے۔ نگاہوں کے سلسلے دشمن کا لشکر ہے لیکن خاصانِ خدا سر سجدے میں رکھ کر یاد الہی میں ڈوب کر اپنے خالق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہیں۔ اور دورانِ مناجات مہیتوں کے ٹٹنے کی دعا نہیں ہے بلکہ دعا ہے تو بہ زبان قرآن یہ ہے کہ۔ ”الہی ہم پر صبر کو اندیل دے اور ہمارے قدموں کو ثبات عطا کر۔“ لے

میر انیس نے اس مصرعے میں (سجدہ بھی اسی خاک سے ممتاز رہے گا) ایک عظیم نکتہ کی طرف قاری کے ذہن کو متوجہ کیا ہے۔ چونکہ خاک پر سجدہ کرنا مستحب ہے اور اگر خاک خاک شفا ہو تو سجدہ کا ثواب اور بڑھ جاتا ہے۔ خاک شفا وہ خاک کہ بلا ہے جس میں بہتر مجاہدین اسلام کا طیب و طاہر ہو شامل ہے۔ خاک شفا ہے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر روایات میں موجود ہے۔ اسے میت کے ساتھ قبر میں رکھنا فشا قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔ ”امام رضا سے منقول ہے کہ جو شخص خاک شفا کی تسبیح کو ہاتھ میں لے کر ذکر الہی کرے تو پروردگار اس کے

لے قرآن: سورہ بقرہ آیت ۲۸۵

۱۔ سجدے میں اور دعائیں ہیں اور حق کا ذکر ہے لے  
۲۔ سجدے کا اشتیاق جو تھا قبلہ و گھر سے لے  
۳۔ سجدہ بھی اسی خاک سے ممتاز رہے گا لے  
۴۔ ماؤں کے ساتھ سجدے میں بچے بھی جھکتے تھے لے

میر انیس نے مذکورہ مصرعوں میں اسلامی عبادت کے اس اہم ترین جزئی منظر کشی کی ہے جو بندے کے جذبہ تسلیم کا اظہار ہے اور جسے فقہ کی اصطلاح میں سجدہ کہا جاتا ہے جہاں بندہ خود کو پروردگار کے حوالے کرنا حاصل زندگی تصور کرتا ہے نماز کے ارکان میں سجدہ پانچواں رکن واجب ہے۔ ہر رکعت میں دو سجدے واجب ہوتے ہیں۔ اور یہ دونوں سجدے مل کر نماز کا رکن بنتے ہیں۔ ان دونوں میں سے کسی سجدے کو سہواً یا عمداً چھوڑ دینے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ سجدے کے واجبات سات ہیں۔ ۱۔ اس قدر جھکنا کہ پیشانی اور پاؤں ایک سطح پر آجائیں۔ ۲۔ سات اعضاء کا زمین پر رکھنا یعنی پیشانی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں کے انگوٹھے۔ ۳۔ زمین یا زمین سے لگنے والی ان چیزوں پر سجدہ کرنا جو کھائی یا پہنی نہ جاتی ہوں۔ ۴۔ ذکر سجدہ۔ ۵۔ ذکر سجدہ کرتے

|    |                      |               |                 |          |
|----|----------------------|---------------|-----------------|----------|
| ۱۔ | مراثی انیس :         | نزل کشور -    | جلد ۱           | صفحہ ۸۵  |
| ۲۔ | ” ” :                | ” ” -         | جلد ۲           | صفحہ ۱۲۴ |
| ۳۔ | ” ” :                | ” ” -         | جلد ۱           | صفحہ ۵۵  |
| ۴۔ | ” ” :                | ” ” -         | جلد ۲           | صفحہ ۲۸۳ |
| ۵۔ | سید ابوالقاسم غوثی : | توضیح المسائل | صفحہ ۱۸         |          |
| ۶۔ | ” ” :                | ” ” -         | صفحہ ۱۰۹ تا ۱۰۷ |          |

آب رخ مومن کی طرح پاک ہے یہ خاک  
غربت میں رواۃ تن صد چاک ہے یہ خاک  
ہر در و کا درماں تہہ افلاک ہے یہ خاک  
اکسیر جہاں گدہ ہے یہ خاک ہے وہ خاک  
سجدہ بھی اسی خاک سے متاثر ہے گا  
جو اس پہ جھکے گا وہ سرفراز ہے گا

میرا نیت نے اس مہرہ میں (ماؤں کے سجدہ میں بچے بھی جھکتے ہیں) واقعہ کر بلا میں ماؤں کے ذاتی کردار کی بلندی اور ان کی آغوشِ تربیت کے پروردہ بچوں کی حیرت انگیز نفسیات کو لفظ سجدہ میں نظم کر دیا ہے۔ بچے اپنے دورِ کمسنی میں ماؤں کو اپنے رزق کا مصدر سمجھتے ہیں اور نعمت دنیا پانے کی فریاد ماں سے

۱. شیخ عباس قمی : مفاتیح الجنان - ترجمہ شیخ اختر عباس ص ۴۴۳

مراثی انیس : نول کشور ج ۱ - ص ۵۵

ہی کرتے ہیں۔ ماں کو پورا کر دے تو مطمئن ہو جاتے ہیں اور ماں سوال رو کر دے تو بچل جاتے ہیں لیکن کربلا سے وہ بچے ماں کی نہ جانے کون سی تربیت کے ڈھالے ہیں کہ دنیا کی ہر نعمت سے کہیں زیادہ نعمتِ بندگی پر مطمئن ہو گئے ہیں اور جس انہماک سے ماؤں کی بزرگی سجدے میں بھٹک رہی ہے اس کی انہماک سے بچوں کا بچپن بھی شوقِ بندگی میں ماؤں کے ساتھ مصروفِ سجدہ ہے۔

فنون

۱۔ حق سے دعا قنوت میں شر کے جام کی ۱  
۲۔ ہاتھ ان کے جب قنوت میں اٹھے سوئے خدا ۲

میرا نیت نے مذکورہ مصرعوں میں حق و باطل اور الٹائی اور بابت حق و صداقت کے دل کی قوت کا راز "حق" سے دعا کو قرار دیا ہے۔ فقہی اصطلاح میں نماز کی حالت میں خدا سے مدعا طلب کرنے کو قنوت کہا جاتا ہے۔ ہر نماز کی دوسری رکعت میں دوسری سورہ پڑھنے کے بعد اور رکوع میں جانے سے پہلے قنوت کا پڑھنا مستحب ہے۔ قنوت میں دونوں ہاتھ متھ کے برابر اٹھائے جاتے ہیں، پھیلیاں آسمان کی طرف ہوتی ہیں، مگر انگوٹھے کھلے ہوتے ہیں۔ اور اس کے بعد کوئی بھی دعا پڑھی جا سکتی ہے یہاں تک کہ صرف ایک دفعہ سبحان اللہ کہے تو یہ بھی کافی ہے۔ روایات میں ہے کہ جناب ابوذر غفاری نے مرسل اعظمؑ سے پوچھا کہ "یا رسول اللہ! میں نماز کون سی

۱۱۰۔ مراٹھا انیس : نول کستور - ج ۱ ص ۱۱۰

۴۳ : " " - ج - ۴ ص - ۴۳

۳ سید ابوالقاسم خوئی: توضیح المسائل، ص ۱۱۴ تا ۱۱۵

## تہجد

یہ شور کب تھا اشہد ان لا الہ کا لے  
میر انیس نے مذکورہ مصرعہ میں تہجد کے جزوی حصہ کو نظم کر کے کلمہ شہادتین  
سے پیدا ہونے والی کیفیت کو اجاگر کیا ہے۔ تہجد واجب نمازوں کی ہر دوسری رکعت  
دونوں جہدوں سے اٹھانے کے بعد اور نماز کی آخری رکعت میں سلام پڑھنے کے پہلے واجب  
ہے۔ اور وہ کلمہ شہادتین 'اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ' و اشہد ان محمد عبدہ  
و رسولہ ﷺ ہی ہے۔

میر انیس نے اس مصرعہ میں یہ شور کب تھا اشہد ان لا الہ کا کلمہ شہادتین کے  
ساتھ لفظ شور کو اس لئے جوڑ دیا کہ کربلا حق و باطل کی جنگ کا میدان ہے لشکر حسین کی طرف  
سے برابر اللہ کی وحدانیت کی گواہی کا لغزہ بلند ہو رہا ہے تاکہ بعد میں کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ  
لشکر نبی کو نہیں معلوم کہ مد مقابل آنے والے حق کے پرستار اور توحید کے علمبردار ہیں۔ انیس  
نے لفظ شور نظم کر کے حسین کی حقانیت کا بین ثبوت پیش کر دیا ہے۔ یہاں اس مصرعہ  
میں کب کا لفظ پوری تاریخ حق و صداقت سے سوال کر رہا ہے کہ اگر کلمہ توحید کو  
بلند کرنے کا یہ دلولہ نبی یا ولی خدا کے کسی عہد میں ہو تو تاریخ بتائے اور اگر تاریخ  
خاموش رہ جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ نہ کلمہ توحید یوں بلند ہوا ہے اور کربلا دلولہ  
کے علاوہ اس کلمہ کو بلند کرنے والے نہ پیدا ہوئے ہیں نہ ہوں گے۔

لے مرآۃ انیس : نول کشور، ج ۳، ص ۱۲۸

لے سید ابوالقاسم خولی : توضیح المسائل، ص ۱۱۴

ہے تو آپ نے فرمایا جس میں سب سے طویل قنوت پڑھا جائے لے

میر انیس نے اس مصرعے (حق سے دعا قنوت میں کوثر کے جام کی) میں کربلا  
والوں کی پاکیزگی اور جہاد نفس کا ذکر کیا ہے جہاں ہنگاموں کے سامنے فرات کا دریا  
بہہ رہا ہے مگر دریا سے دشمنوں کے پہرے پھٹنے کی دعا نہیں ہے بلکہ جام کوثر کی تمنا  
اس لئے ہے کہ آب دنیا وقتی تشنگی مٹا سکتا ہے لیکن آب کوثر سے لذت دوام والہ  
ہے اور ان کا یہ عمل وعدہ الہی پر پھر پورا ایمان کی علامت بھی ہے۔ چونکہ پورے دکانے  
دنیا کو منزل امتحان اور آخرت کو اجر عظیم عطا کرنے کی منزل قرار دیا ہے۔  
میر انیس نے اس مصرعہ میں (ہاتھ ان کے جب قنوت میں اٹھے سوئے خدا)  
جس نکتہ کو واضح کیا ہے وہ اس کے بعد والے مصرعہ (خود ہو گئے فلک پہ اجابت کے  
باب وا) سے مل کر قول مصوم کی ترجمانی کرتا ہے۔ روایات میں ہے کہ جب کوئی مرد  
مومن خلوص نیت سے اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ بلند کر کے کچھ مانگتا ہے تو باب اجابت  
کھل جاتے ہیں لیکن مقررہ تقویٰ کی گئی ہے اس کا معیار عام مومنین کے اخلاص سے  
کہیں زیادہ بلند ہے۔ عام مومنین جب خلوص سے ہاتھ کو بلند کر کے کچھ مانگتے ہیں تو  
باب اجابت کھل جاتے ہیں لیکن یہاں انیس نے اس مصرعہ میں (خود ہو گئے فلک پہ  
اجابت کے باب وا) لفظ خود و نظم کر کے عام مومنین اور کربلا والوں کے اخلاص عمل کے  
درمیان اس امتیاز کو واضح کر دیا کہ یہ وہ ہیں جن کے لئے باب اجابت منتظر ہے کہ  
کب ان کے ہاتھ اٹھیں اور کب وہ واجائے۔

لے سید نجم الحسن : الفحاری ص ۱۴۷

لے اصول کافی (کتاب الدعاء) مترجمہ سید ظفر ص ۴۷۴



حسین کو شہادت کی لازوال بیاد نصیب ہوئی اور سب سے بڑھ کر خدا اور رسول کی ایسی رضا مل گئی کہ حسین کا دل مطمئن ہو گیا۔ نعمات کی یہ پوری فہرست ایک طرف ہے اور زحمات کی وہ پوری فہرست ایک طرف جس میں مصیبت ہی مصیبت ہے لیکن اگر امام حسین کے قلب پر مصائب کا احساس نعمت کے احساس پر سبقت لے جاتا تو محل صبر ہوتا جائے شکر نہیں۔ حسین کے ظرف کی بلندی کو انیس نے لفظ شکر سے واضح کیا۔ اور میر انیس نے اس مصرعہ میں دس شکر کے سجدے کو بھیجے قبلہ عالم لفظ دس استعمال کر کے یہ بات پیدا کی ہے کہ گویا حسین کہہ رہے ہوں کہ بار مصائب اٹھانے میں کامیابی ملنے اور اتمام نعمت ہونے پر شکر کی ادائیگی میں تاخیر مناسب نہیں۔

## مصافحہ

آئے مصافحہ کو جو انان تشنہ کام لے  
میر انیس نے مصافحہ کے عمل کو مذکورہ مصرعوں میں اس انداز سے نظم کیا ہے کہ واقعہ کربلا انہوت کی درس گاہ نظر آتا ہے۔ جذبہ اخوت سے ایک برادر مومن سے ہاتھ ملانے کے عمل کو شریعت کی اصطلاح میں مصافحہ کہتے ہیں۔ نماز کی ادائیگی کے بعد ایک نمازی کا دوسرے نمازی سے مصافحہ کرنا مستحب ہے۔ مصافحہ ہر مومن کے اندر اخوت کا جذبہ پیدا کرتا ہے جو دل کے صفحہ کو کدورتوں کے داغ سے پاک کر کے اسے سادے صفحہ کی طرح اخلاص و محبت کا ایک پاکیزہ نمونہ بنا دیتا ہے۔  
میر انیس نے اس مصرعہ میں آئے مصافحہ کو جو انان تشنہ کام (تین الفاظ

لے مراثی انیس۔ نول کشور۔ ج ۴۔ صفحہ ۷۶

میں انسانی قدر کی عظمت کو نفسیات کے تین مرحلوں سے گذارا ہے۔  
۱۔ 'مصافحہ' میں جذبہ اخوت کا چھپا ہوا نفسیاتی پہلو۔  
۲۔ 'جو انان' میں جذبات کی تیزی کا نفسیاتی پہلو۔  
۳۔ 'تشنہ کام' میں پیاس کی شدت سے پیدا ہونے والے فقدان ہوش کی نفسیات۔

جو انی اور پیاس نفسیاتی اعتبار سے دو قسم کی دوہری تشنگی ہے۔ ایک کا تعلق وفور جذبات سے اور دوسرے کا تعلق محرومی آب سے۔ دونوں کے مجموعی غلبہ میں انسان اپنے ہوش و حواس کا توازن کھو بیٹھتا ہے اور پھر اس سے انسانی شرافت و فرائض کے واجبات کا ادا ہونا امر محال ہو جاتا ہے۔ لیکن میر انیس نے 'جو انان' اور تشنہ کام کے ساتھ مصافحہ کا ذکر کر کے کربلا کے جوانوں کے اس کمال ہوش مندی کی نشاندہی کی ہے۔ جہاں پیاس کی گرمی اور شعلہ شباب سے اخوت کا احساس ختم نہیں ہوتا بلکہ اس کا سن عمل دو چند ہو جاتا ہے جب مصافحہ جیسے امر مستحب پر ان کا شعور اتنا بیدار ہے تو امر واجب پر احساس کتنا قوی ہوگا یہ اندازہ لگانا مشکل ہے۔

## خضوع و خشوع

مصرف موبہ میں خضوع و خشوع میں لے  
انیس نے خضوع و خشوع کی قرآنی اصطلاح کو اردو زبان میں یوں نظم کیا ہے کہ خضوع اور خشوع کے الفاظ کی فقہی جلالت کو بھی باقی رکھا ہے اور محل استعمال کے اعتبار سے معنویت کو بھی نہیں جانے دیا ظاہری اعضاء و جوارح کے جھکنے کو خضوع کہتے ہیں اور رب

لے مراثی انیس۔ نول کشور۔ ج ۲، ص ۳۸۶



سے ہے توڑنا روزے کا گنہ آپ ہیں آگاہ !<sup>۱</sup>

میر انیس نے روزہ کی اہم ترین عبادت کے ذکر میں قرآنی احکام پر عمل کو کم داروں کا جزو بنانے پر زور دیا ہے جس کی بدولت روزہ فقر و قناعت کا مضمون بن جاتا ہے۔ اسلامی عبادات میں روزہ نماز کے بعد فریضہ کی حیثیت رکھتا ہے روزہ دار کا مرتبہ نگاہ پروردگار میں اتنا بلند ہے کہ حدیث قدسی میں پروردگار ارشاد فرماتا ہے کہ "روزہ صرف میرے لئے ہے اور اس کی جزائیں ہوں" یہ وہ فریضہ ہے جو تنہائی میں بھی ہر شے کے موجود ہونے کے باوجود انسان کو اس کے استعمال سے روکے رہتا ہے۔ روزہ خوف خدا کی بہترین تربیت کا نام ہے۔ "روزے سے مراد طلوع صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب یعنی وقت نماز مغرب تک ان تمام نوباتوں سے بچنا جو روزے کو باطل کر دیتی ہیں"۔<sup>۲</sup>

میر انیس نے اس مصرعہ (کل روزہ ماہ رمضان رکھیں گے ہم بھی) میں ماہ رمضان کے روزوں کی مناسبت اور شوق بندگی کی منظر کشی کی ہے اور اس کے آگے روزہ توڑنے کو گناہ قرار دیتے ہوئے یہ مصرعہ کہا ہے (ہے توڑنا روزہ کا گنہ آپ ہیں آگاہ) تاکہ سنتی روزوں اور واجب روزوں کا فرق نمایاں ہو جائے کفارہ کا قانون سنتی روزوں کے ٹوٹنے پر عائد نہیں ہوتا۔ یہ انیس کی بالغ نظری تھی کہ خالی رمضان کے روزے نہیں کہے بلکہ ماہ رمضان کے روزے کی بات کی کیونکہ قرآن مجید میں رمضان نہیں بلکہ شہر رمضان آیا ہے۔ اس سے شاعر کی فکر پر قرآنی الفاظ کا اثر ترتیب الفاظ کی حد تک پایا جاتا ہے۔

۱۔ مراۃ انیس : نول کشور، ج ۱، ص ۳۳

۲۔ سید ابوالقاسم خونی، توضیح المسائل، ص ۱۶۹

۳۔ قرآن سورہ بقرہ آیت ۱۸۵

## نیت

نیت میں ہے افطار کریں نانا کے ہمراہ !<sup>۱</sup>  
میر انیس نے نیت کو اسی مفہوم میں نظم کیا جو ہر عمل میں خدا کا بندوں سے مطالبہ ہے یعنی نیت کا دار و مدار اخلاص پر ہو یا کاری پر نہیں۔ نیت نام ہے فقط دو خیالات کے مجموعہ کا اول یہ خیال رہنا چاہئے، کون سا عمل کر رہے ہیں۔ دوم یہ کہ کس کے لئے کر رہے ہیں۔ نیت کے لئے الفاظ کو زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں صرف ارادہ ہی کافی ہے۔

میر انیس نے اس مصرعہ (نیت میں ہے افطار کریں نانا کے ہمراہ) میں نیت افطار کے ساتھ نانا کی ہمراہی کا تذکرہ کر کے اسلام کے ایک امتیازی پہلو کو اجاگر کیا ہے اسلام میں نیت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ عمل خیر میں دو صورتوں کا امکان ہوتا ہے یا تو عمل خیر کرنے کی توفیق حاصل ہو جائے یا عمل کرنے کا شرف مجبوراً نہ حاصل ہو لیکن دل میں عمل خیر کرنے کی نیت پیدا ہو جائے تو نیت ہی حصول ثواب کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اگر نانا کے ساتھ افطار کا عملی شرف نہ بھی مل سکے تو اس عمل کی نیت ہی سے نفس کی طہارت اور قلبی کا اندازہ ہوتا ہے۔

## افطار

نیت میں ہے افطار کریں نانا کے ہمراہ !<sup>۲</sup>

۱۔ مراۃ انیس : نول کشور، ج ۱، ص ۳۴

۲۔ " " " " " " " "



۱۔ کیے ہیں پابادہ میں حج اس نے مدینہ سے ۱۰  
۲۔ عمرہ سے دیا حج کو بدل سرور دیں نے ۱۱

میر انیس نے مذکورہ بالا مصرعوں میں اسلام کی اجتماعی عبادت حج کو اس طرح نظم کیا ہے کہ کہیں سے شاعر کے موضوع سخن میں تسلسل متاثر نہیں ہو سکا جب کہ الفاظ کا انتخاب بھی فریضہ حج کی مناسبت سے کیا گیا ہے۔ حج وہ رکن واجب ہے جس کے بارے میں قرآن مجید میں حکم پروردگار یوں ہے۔ ”لوگوں پر حج بیت اللہ واجب ہے، اگر وہ صاحب استطاعت ہیں“ حج بیت اللہ کا فریضہ عمرہ میں صاحب استطاعت پر ایک بار واجب ہے۔ مرسل اعظم نے فرمایا اگر کوئی بغیر کسی عذر شرعی کے حج کو ترک کر دے اور مر جائے تو اس کی موت نصرانی یا یہودی کی ہوگی۔ میر انیس نے اس مصرعہ میں (اعدلے گذرنے نہ دیئے حج کے بھی ایام) چند فقہی امور کو ملحوظ رکھا ہے۔ حج کے بھی ایام کہہ کر حج کے مخصوص ایام کی طرف اشارہ کیا ہے جن کا تعلق ماہ ذی الحجہ کی ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ تاریخوں سے ہے۔ میر انیس نے اس مصرعہ میں (عمرہ سے دیا حج کو بدل سرور دیں نے) دوسری فقہی حقیقت کو مدنظر رکھا ہے۔ عمرہ ہر زمانہ میں ہو سکتا ہے اور احرام باندھنے کے بعد عمرہ واجب ہو جاتا ہے لہذا حالات اگر ناسازگار ہوں اور حرمت کعبہ پر آج آنے کا کوئی خطرہ ہو تو حج کو عمرہ

۱۔ مراۃ انیس (اسلام) نول کشور ج ۲، ص ۳۵۷  
۲۔ ”نابہ حسین ج ۳، ص ۹“ (نول کشور کے یہاں مصرعہ یوں ہے ”عمرہ سے دیا حج کو بدل سرور دیں نے“ یعنی کیا، درج ہے بجائے دیا، کے جوہر کتابت ہے)

۳۔ قرآن: سورہ آل عمران: آیت ۹۷

۴۔ سید زیشان حیدر جواد، احکام شرعی۔ ص ۷۲

سے بدل دینا چاہئے تاکہ فریضہ بھی ادا ہو جائے اور کعبہ کا تقدس بھی محفوظ رہ جائے۔

## احرام

۱۔ کھولا پسر فاطمہ نے باندھ کے احرام لے  
میر انیس نے احرام کی اصطلاح کو اس طرح نظم کیا ہے کہ احرام باندھنے کی ضرورت اور کھول دینے کی مجبوری کا نفسیاتی احساس پیدا ہوتا ہے۔ حج تمتع کے اعمال میں پہلا عمل ہے۔ احرام باندھنا یعنی دو کپڑے جس میں ایک لنگی جو ناف سے زانو تک ڈھانک دے اور دوسرے چادر جو دونوں شانوں کو ڈھانک لے لے  
میر انیس نے اس مصرعہ میں (کھولا پسر فاطمہ نے باندھ کے احرام) احرام باندھنے کے بعد کھولنے کا ذکر اس لئے کیا کہ فقہی اعتبار سے بغیر احرام باندھے حدود حرم میں داخلہ حرام ہے۔ امام حسین احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہوئے جب حج کے لئے حالات ناسازگار نظر آئے تو تقدس حرم کے پیش نظر عمرہ کو حج کا بدل قرار دے کر فریضہ عمرہ کی ادائیگی کے بعد احرام کھول دیا۔ انیس نے اس مصرعہ میں ”پسر فاطمہ“ پر زور دیکر ایک بات پیدا کی ہے کہ احرام باندھ کر حدود حرم میں داخل ہو جانے کے بعد بغیر حج کی ادائیگی کے احرام کھول کر واپس چلا جانا کسی جہاد نفس سے کم نہیں حج کرنے سے اسے محروم ہونا پڑے جس کی سیرت سے احکام اسلام کو دوام ملا۔ یہ ضبط نفس وہی کر سکتا ہے جس کے گھرانے کا شعار یہ رہا ہو کہ اپنے حق کا چھین جانا گوارا کر لے مگر خور و نری نہ ہونے دے۔ انیس نے یہاں ”پسر فاطمہ“ کہہ کر اسی تائیدی جہاد نفس

۱۔ مراۃ انیس: نول کشور، ج ۱، ص ۲۳

۲۔ سید احمد علی مابدی، احکام حج، ص ۲۳

میرائیس نے مذکورہ مصرعہ میں طواف، کا لفظ یوں نظم کیا ہے کہ طواف کا عمل ایک کار مستحب بھی معلوم ہوتا ہے۔ طواف عمرہ کے ارکان میں ہے جو ایک رکن و واجب کی حیثیت رکھتا ہے۔ معصومین کے روضہ ہائے اقدس کا طواف ایک امر مستحب ہونے کے باوجود ثواب عظیم کا درجہ رکھتا ہے۔ میرائیس نے اس مصرعہ میں (قدسی طواف کرنے کو آتے ہیں صبح و شام) لفظ طواف، فقہی علامت کے طور پر نظم کیا ہے کیوں کہ طواف بھی ایک اظہار بندگی کا نام ہے اور وہ مخلوق جس کو پروردگار نے بے نفس پیدا کیا ہے جس کا کام اطاعت و عبادت الہی ہے اس کو اصطلاح قرآن میں ملک کہتے ہیں۔ انیس نے لفظ طواف کو قدسی کے لفظ سے مربوط کر کے آخر میں صبح و شام کا ذکر کر دیا تاکہ اس تسلسل طواف کے ساتھ یہ منظر سامنے آجائے کہ ساکنان عرش بھی فرش پر آکر مصروف بندگی ہیں۔ انیس نے اس مصرعہ میں لفظ آتے نظم کر کے یہ بات پیدا کی ہے کہ جب آپ کے طواف کرنے والے معصوم ملک ہیں تو جن کے گھر کا طواف کیا جا رہا ہے یہ وہ معصومین ہوں گے جو اگر نہ ہوتے تو نہ عرش و کرسی ہوتے نہ تخلیق ملائکہ یعنی ملک کی عصمت صدقہ ہے ان ارباب عصمت و طہارت کا۔

## زکوٰۃ

پھر کیا ادا زکوٰۃ بھی گرج سمیت کی لے  
میرائیس نے مذکورہ مصرعہ میں زکوٰۃ کی فقہی اصطلاح کو اس حسن سے نظم کیا ہے کہ بیان کی سلاست میں کوئی فرق نہیں پیدا ہو سکا۔ اسلام کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس نے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق الناس کی ادائیگی پر بھی زور دیا ہے نماز

لے مراٹھ انیس : نول کشور، ج-۳، ص-۱۱۹

کا ذکر کیا ہے جہاں اپنے حق کی بربادی گوارا ہے مگر کلمہ اسلام کی تباہی گوارا نہیں اسی لئے انیس نے اس مصرعہ میں حسین کا ذکر کرتے ہوئے جناب فاطمہ کا حوالہ دیا ورنہ 'پسر فاطمہ' کی جگہ 'پسر مرتضیٰ' کا فقرہ نظم ہو سکتا ہے۔

## عمرہ

عمرہ سے دیا ج کو بدل سرور دیں لے  
میرائیس نے مذکورہ مصرعے میں عمرہ کا ذکر کرتے ہوئے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے جب امام حسین نے حج کو عمرہ سے تبدیل کر دیا تھا۔ عمرہ تمتع کے اعمال پانچ ہیں۔ ۱۔ احرام باندھنا، ۲۔ طواف، ۳۔ دو رکعت نماز طواف، ۴۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی، ۵۔ تقصیر۔

میرائیس نے (عمرہ سے دیا ج کو بدل سرور دیں لے) اس مصرعہ میں اس فریضہ کی ادائیگی کا ذکر کیا ہے جو وحد و حرم میں داخل ہو جانے کے بعد لازم ہو جاتی ہے۔ اگر انسان ایسے دنوں میں مکہ پہنچے جو ایام حج نہ ہوں تو حرم کی حرمت کا تقاضہ یہ ہے کہ عمرہ کا فریضہ انجام دیا جائے۔ انیس نے مذکورہ مصرعہ میں امام حسین کے اس عمرہ کی ادائیگی کا ذکر کر کے فقط ایک تاریخی حقیقت نہیں پیش کی بلکہ اپنی فقہ شناسی کا ثبوت بھی دیا ہے۔

## طواف

قدسی طواف کرنے کو آتے تھے صبح و شام لے

لے مراٹھ انیس : نائب حسین، ج-۳، ص-۹

۲۔ سید احمد علی عابدی - احکام حج - ص-۳

۳۔ مراٹھ انیس : نول کشور، ج-۱، ص-۱۰۹



تک جسم کے آگے اور پیچھے کے حصہ کو ڈھانک لے۔ دوسرے لنگی جو ناف اور زانو کے درمیان حصہ کو ڈھانک لے۔ تیسرے پوٹ کی چادر جس میں سارا جسم آجائے، طول اتنا ہو کہ دونوں سرے باندھے جاسکیں، اور عرض اتنا ہو کہ ایک سر اور دوسرے سرے پر آجائے۔

میر انیس نے اس مصرعہ میں (غسل و کفن امام کو جب دے چکے امام) قانون اسلام کی اس طہارت کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں فقہ جعفری کے عقیدہ کی روشنی میں امام معصوم کو امام معصوم ہی غسل و کفن دے سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ایک عام مسلمان مرنے کے بعد اپنے بدن میں وہ زور طہارت پیدا کرے کہ اسلام قانون بنا دے کہ خبردار خجارت کے عالم میں میت کے قریب نہ جانا تو جب گنہ گار جس کی ابتدا بھی نجس ہو اور انتہا بھی نجس ہو اس کی موت اتنی محترم ہے تو جس کے افکار و کردار کے طہارت کی ذمہ داری قرآن میں آیہ تطہیر لے لی ہو ان کے لئے اگر اسلام یہ قانون معین کر دے کہ امام کو امام ہی غسل دیگا تو کوئی حیرت کی بات نہیں۔ انیس نے مذکورہ مصرعہ میں دو بار لفظ امام کی تکرار سے فقط صوتی آہنگ نہیں بلکہ ایک قانونی حقیقت کو مد نظر رکھا ہے جس سے شاعر کی فقہی بصیرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ چونکہ جو اللہ کی طرف سے صاحب منصب بن کر آتا ہے شریعت کی اصطلاح میں وہی نائبین رسول، امام کہے جاتے ہیں۔

## پیر کردہ

۱۔ اہل بیت نبوی ہاتھ تھے چہرے پہ دھڑے ۲  
۲۔ بالوں سے تو منہ ڈھانپنے چلی جاتی ہوں بھائی ۳

۱۔ قرآن: سورہ احزاب، آیت ۳۳

۲۔ مرثی انیس: قول کشور، ج ۴، ص ۲۶۱

۳۔ " : " ج ۴، ص ۲۵۷

میر انیس نے مذکورہ مصرعوں میں پردہ کی فقہی نوعیت کو اسی طرح ملحوظ رکھا ہے جو قرآن میں پیش کی گئی ہے۔ لغت کے اعتبار سے پردہ کے معنی حجاب کے ہیں عورت کے پردے کو فقط اسلام نے واجب نہیں کیا بلکہ اسلام سے قبل بھی دنیا میں پردے کا رواج رہا ہے۔ قرآن مجید میں پردے کا حکم دیتے ہوئے پروردگار ارشاد فرماتا ہے "اے رسول! کہہ دو ان مومنوں سے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں" اور عورتوں کو حجاب کا حکم دیتا ہوا قرآن ارشاد فرماتا ہے "رسول ایماندار عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنے زینت کے مقامات کو ظاہر نہ کریں"۔

انسان کی خواہشات کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ جس طرح حصول دولت و منصب سے کبھی سیری نہیں ہوتی۔ اسی طرح جنسی جذبات کی تشنگی کبھی ختم نہیں ہوتی جسکی وجہ سے انسان کو ایک احساس محرومیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ آرزوؤں میں ناسامی، باطنی نقائص اور نفسیاتی بیماریوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اسلام نے اس مرض کے علاج کے لئے مرد و عورت کے درمیان پردے کو حائل کہہ کے بے لگام آزادی اور خواہشات دہیجانات کے طوفان سے شرافت انسانی کو بچا لیا ہے اور ایسی سخت پابندی لگا دی ہے کہ خبردار نامحرم پر نظر بھی نہ کرنا مس کرنا کیسا۔ یہ اعتراض بے بنیاد ہے کہ پردہ عورت کی صلاحیتوں کے اظہار میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ حالانکہ بات اس کے بالکل برعکس ہے۔ بے پردگی اور آزاد جنسی تعلقات کی ترویج عورت کی اجتماعی کارکردگی کو مفلوج بناتی ہے۔ اسلام عورت کو پردہ میں رکھ کر اس کی صلاحیت کو بے پناہ ذخیر نہیں

۱۔ قرآن: سورہ نور - آیت - ۳۰

۲۔ " : " ج ۴، ص ۳۱

## بَابِ پَنْجَم

## کلام انیس میں تاریخ اسلام کی شخصیات، واقعات و محاربات

کرنا کہ وہ علمی، اجتماعی اور معاشی میدانوں میں کوششوں سے محروم رہ گیا ہے بلکہ اس نے علم و دانش کو مرد و عورت کے لئے مشترک فریضہ قرار دیا ہے۔ اسلام کا مقصد ہے فسادِ نفس کو روکنا۔ اگر فسادِ نفس پر دے کی آڑ میں ہو تو وہ پردہ نہیں کر سکتا ہے۔ اسلام ہر طرح کی آزادی چاہتا ہے مگر عورت و ناموس کی بربادی نہیں۔ تمام فقہائے اسلامی کے نزدیک وعظ و نصیحت کی محافل، اجتماعات میں عورت کا داخلہ ممنوع نہیں ہے اور نہ عورت کے لئے حصولِ علم و بہتر حرام ہے۔ لیکن ہر قدم پر مرد و شرائط کو مد نظر رکھنا لازم ہے۔ ۱۔ شرعی ستر پوشی، ۲۔ خود نمائی اور صنیعی میلانات کی کیفیت کو بھانپنے والے انداز سے اجتناب۔

میر انیس نے اس مصرعہ میں اہل بیت نبویؑ ہاتھ تھے چہرے پہ دھڑے ہاتھوں سے چہرے کے چھپانے کا ذکر اس لئے کیا مخدرات عصمت طہارت جن کے گھر سے پردے کو ردِ لجاجت کی غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ چادر پھین جانے کے بعد بھی جس صورت سے ہو سکے اپنے چہروں کو ناخروہ کی نگاہوں سے بچائیں۔ چونکہ کمالِ پردہ داری یہ ہے کہ نہ کسی ناخروہ کے چہرے پر نظر کرے اور نہ کسی ناخروہ کی نظر اپنے تک آنے دے۔ اس کمالِ احتیاط پر انھیں کی نظر ہو سکتی جن کے گھرانے کی طہارت کا قصیدہ قرآن مجید میں آیا ہے اُطیسر نے پڑھا ہو۔ اسی لئے انیس نے جب ہاتھوں سے چہرے کا پردہ کرنے کا ذکر کیا تو اس مصرعہ میں اہل بیت نبویؑ کا فقرہ نظم کر دیا۔

میر انیس نے اس مصرعہ میں (بالوں سے تو منہ ڈھانپنے چلی جاتی ہوں بھائی) بالوں سے منہ ڈھانپنے کا ذکر اس لئے کیا کہ فقہ جعفری میں چہرے اور بال دونوں کا پردہ ضروری ہے اور جب حالات ایسے ہوں کہ چہرے اور بال دونوں کے چھپانے کا کوئی ذریعہ نہ رہ جائے تو لٹکانے سے چھت ہے کہ جس چیز سے بھی پردہ ہو سکے کیا جائے۔ لہذا ایران اہل بیت نے چہروں پر بال اسلئے ڈال لئے کہ کم از کم چہرے کا تو پردہ رہ جائے گا۔ چہرے پر بالوں کو نہ ڈالنے سے چہرہ اور بال دونوں بے پردہ رہ جاتے اور مزید یہ کہ اس طرح شخصیت کا پہچانا مشکل ہو جائے گا جو غیرت داری کا بہترین تقاضہ ہے۔

۱۔ سید محمد موسیٰ : عورت پردہ کی آغوش میں، ص ۲۲

تاریخ کا اولین محرک قرآن حکیم ہے جس نے حیات انسانی کی فلاح کے لئے انبیاء و مرسلین اور گذشتہ اقوام کا تذکرہ اس طرح کیا ہے جس سے علم تاریخ کے بنیادی عناصر، ماضی کے عبرت انگیز مواد، ان کا ارتقائی پس منظر اور اقوام کے عصری رد عمل، سب کچھ مرتب ہو جاتے ہیں۔ اور تاریخ کی افادیت، اس کا استناد اور مستقبل میں حالات و واقعات کی صورت گیری کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ایک لفظ آیت جو بار بار مختلف معنوں میں آیا ہے۔ سورہ جاثیہ میں گذشتہ واقعات کے لئے یوں آیا ہے۔ **إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ** <sup>۱</sup> (اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔)

تاریخ کے مآخذ کو عام طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ۱۔ آثار مطبوعہ۔ ۲۔ آثار منقولہ۔ ۳۔ آثار قدیمہ۔

تاریخ میں جہاں بہت سی خوبیاں ہیں وہاں یہ کمزوری بھی پائی جاتی ہے کہ واقعہ کے چشم دید گواہ کون ہیں؟ یہ واقعہ مورخ تک کن افراد کے ذریعہ پہنچا ہے۔ یہ واضح نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے بھی حدیث کا درجہ تاریخ سے بہت بلند ہے حدیث راوی اور نقل کرنے والوں کے پورے حوالہ کے ساتھ ملتی ہے لیکن تاریخ میں اکثر مورخ بقلم خود روایت درج کرتا ہے۔ لہذا تاریخی روایت پر اعتماد کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ مورخ دیانت دار ہے کہ نہیں۔ اگر مورخ غیر دیانت دار ہے تو تاریخ اس کے ذاتی قیامات کی عکاسی کا مجموعہ ہو جائے گی اور واقعہ کا اعتبار ساقط ہو جائے گا اور اس کی صحت مجرد ہو کر آئندہ طبقات

۱۔ قرآن: سورہ جاثیہ، آیت ۱۳

۲۔ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی: تاریخ اسلام حصہ اول ص ۲۹

میر انیس نے تاریخی حقائق میں اسلام کے متفق علیہ واقعات و شخصیات کو نظم کیا ہے۔ ان کے اس پہلو کے جائزہ سے پہلے خود تاریخ اور اصول تاریخ کا مختصر جائزہ لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

عام طور پر تاریخ کو معدن معلومات کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ گزشتہ معاشرت، تہذیب و تمدن اور اخلاق کی آگہی حاصل کی جاتی ہے۔ تاریخ کی تعریف کے ذیل میں ایک عظیم مصنف کا حوالہ دیتے ہوئے علامہ شبلی نے تحریر فرماتے ہیں کہ "فطرت کے واقعات نے انسان کے حالات میں جو تغیرات پیدا کئے ہیں اور انسان نے عالم فطرت پر جو اثر ڈالا ہے انھیں دونوں کے مجموعہ کا نام تاریخ ہے" <sup>۱</sup>

تاریخ ایک ایسا مآخذ ہے جس کے شکم سے دنیا کے تمام علوم نے جنم لیا ہے اور باشعور ذہن تاریخ کے سمندر میں غوطہ لگا کر گذشتہ حقائق کے لعل و جواہر کو تلاش کر کے یوں تراشتا ہے کہ وہ آئندہ نسلوں کے لئے مشعل راہ اور نشان منزل کا کام کرتے ہیں۔ قوم کی زندگی میں تاریخ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے اگر تاریخ کسی قوم سے گم ہو جائے تو اس کی قومی زندگی بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے دنیا کی تمام تاریخوں میں تاریخ اسلام کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے چونکہ اسلامی

۱۔ شبلی نعمانی۔ الفاروق ص ۳۸

کو بے جا طور پر اترانداز کرے گی۔

مورخین اسلام نے فن تاریخ کی تدوین میں کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ تمدن کی کوئی شاخ معاشرت کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس کو مسلمانوں کے قلم نے نظر انداز کر دیا ہو چونکہ تاریخ کی روح روایت کی صحت ہے جس کا خیال مسلمانوں نے اس قدر رکھا کہ آج بھی مسلمانوں کے سوا کسی دوسری قوم کو بطور مثال پیش نہیں کیا جاسکتا۔ فن تاریخ کو علم کے درجہ تک پہنچانے کا کام مسلمانوں ہی کی جدوجہد کا مرہون منت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ”آج بھی اصول تاریخ کے بانی ابن خلدون کا نام تمام مورخین عالم سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے اور آئندہ بھی خراج تحسین وصول کرتا رہے گا“۔<sup>۱</sup>

علم تاریخ کی تعریف اصول تاریخ کی روشنی میں الفاظ کے تھوڑے رد و بدل کے ساتھ مختلف علماء تاریخ نے بیان کی ہے اور انہیں بیانات کو جامع طور پر یوں پیش کیا جاسکتا ہے۔ ”تاریخ ان خوش گو اور ناگوار نتائج کا تذکرہ ہے جو متضاد طاقتوں کے ٹکرانے سے ظہور میں آتے ہیں“۔<sup>۲</sup>

چونکہ اسلام کا آغاز عربوں کے درمیان ہوا تھا۔ لہذا ان کی برائیاں اور اچھائیاں اسلامی تاریخ میں ایک اہم عوامل کی طرح شامل ہوئیں۔ اسلام ان کی برائیوں کی اصلاح اور ان کی اچھائیوں کی تائید کا قائل رہا ہے۔ ان کی اچھائیوں میں قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ عرب دور جاہلیت ہی سے ماضی کے واقعات کے تحفظ کی سنجیدہ روایت رکھتا تھا۔ اقوام عالم میں سب سے پہلے ہی عرب مسلمان قوم کے طور پر ابھرے

۱۔ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی : تاریخ اسلام ص ۳

۲۔ عبداللطیف القادری : اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ جلد ۱ ص ۷

یہی وہ پہلی قوم ہے جس کی تاریخ روایت اور درایت کے اصول کے تحت ثبوت اور اسناد کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ تاریخ اسلام کی ابتدا عربوں سے ہوئی۔ اسلام سے پہلے عربوں میں نسب کا چرچہ تھا۔ وہ اپنے آبا و اجداد کو کئی پشتوں تک یاد رکھتے تھے بلکہ اونٹوں اور گھوڑوں کے بھی نسب نامے اکثر گھروں میں موجود رہتے تھے۔ جب عربوں میں اسلام رائج ہوا تو انہوں نے اپنے بزرگوں کے کارنامے جو نسلوں سے ان کے سینوں میں منتقل ہوتے رہتے تھے اپنے نسب ناموں سے مربوط کر کے ایک مستقل فن تاریخ کی بنیاد رکھ دیا۔ آج وہی تاریخ اسلام دنیا کے سامنے ہے۔ اس کا امتیاز یہ ہے کہ جھوٹ کی آمیزش سے واقعات کو بچا یا گیا۔ اور تسلسل کو ضائع نہیں ہونے دیا۔ اسی لئے دنیا کی تاریخوں میں تاریخ اسلام کو معتبر کہنا غلط نہ ہوگا۔

اس سلسلے میں سب سے اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس معتبر تاریخ اسلام سے کیا مراد لیا جائے۔ آیا وہ تاریخ جو قبل بعثت پیغمبر کی تاریخ ہے یا صرف بعد بعثت کی۔ یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ لفظ تاریخ اصل میں واقعات کو ان کے زمانہ وقوع سے وابستہ کر کے ماضی کی تاریخی حقیقتوں کو ملحوظ رکھ کر پیش کرنے کا نام ہے۔ لہذا اسلام کی تاریخ میں جب بھی آغاز تاریخ کی بحث آئے گی تو سلسلہ نبی کی ولادت سے شروع ہوگا جیسا کہ عیسائیوں نے اپنی تاریخ کا سن اپنے پیغمبر کی ولادت سے شروع کیا۔ دیگر اقوام نے بھی اس نقطہ کا تحفظ کیا۔ یہ صرف مسلمانوں کو کیا ہو گیا تھا کہ انہوں نے ولادت اور وفات دونوں کو چھوڑ کر درمیان سے تاریخ اسلام شروع کر دی۔“<sup>۱</sup>

۱۔ سید ذیشان حیدر جوادی : قربی ہاشم ص ۷

اگر اسلام کی تاریخ ولادت پیغمبر کو نظر انداز کر کے ہجرت پیغمبر سے شروع کی جائے تو قبل کے تمام واقعات تاریخ سے الگ ہو جاتے ہیں۔ جب کہ واقعہ ہجرت خود کوئی ابتدائی اقدام نہیں بلکہ پچھلے واقعات کی مسلسل کڑیوں کا ایک نتیجہ ہے لہذا تاریخ کا ایک طالب علم جب تاریخ اسلام کے آغاز پر نظر کرتا ہے تو اس کے سامنے دو سوالات ابھرتے ہیں۔ ایک یہ کن مجبوریوں کی بنا پر قبل ہجرت کے واقعات کو تاریخ میں داخل نہیں کیا گیا۔ اور دوسرا سوال یہ کہ اگر داخل کیا گیا ہے تو اسلامی سن کا آغاز قبل ہجرت کے واقعات سے کیوں نہیں ہوا اور ہجرت ہی سے کیوں ہوا؟

تاریخ اسلام کا آغاز دو حیثیتوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ ایک باعتبار شخصیت جس کی تحریک سے اسلام ایک مستقل دین کی شکل میں رائج ہوا۔ اور دوسرے اصول کی حیثیت سے جس کا آغاز حضرت آدم کی نبوت کے آغاز کے ساتھ ہوا۔ اصولی اعتبار سے اسلام — خدا، آخرت اور نبوت کے بنیادی اصول سے پھیلنے والے ضابطہ حیات کا نام ہے۔ یہ اصول ہر دور میں ایک ہی رہے اور کسی دور میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی لیکن ہر دور میں نبی کی شخصیت بدلتی رہی اور اس دور کے شعوری ارتقاء کے اعتبار سے شریعتوں میں حسب ضرورت ترمیم و اضافہ ہوتا رہا لیکن دین کے بنیادی اصول ایک رہے۔ چونکہ دین کا تعلق دستوری بنیادوں سے ہے اور شریعت کا تعلق احکام سے۔ بنیادنا قابل تغیر ہوتی ہے اور احکام حسب ضرورت قابل تغیر ہوتے ہیں۔ نوع انسانی کی تمام ضرورتوں پر مشتمل ایک جامع شریعت جو آئندہ کے تمام نئے اور پیچیدہ مسائل کے حل کا پورا مواد رکھتی ہو مگر اعظم کو عطا کی گئی اور اس کی تشریح و تاویل کے لئے ایک پورا معصوم نظام ہدایت بھی اسی کے ساتھ لازم و ملزوم کی حیثیت سے دیا گیا۔ جسے رسول نے کمال احتیاط کے ساتھ امت تک پہنچا دیا۔

تاریخ اسلام کی اسی دوسری حیثیت کو جو بہ اعتبار اصول مرتب ہوگی۔ اس باب میں مد نظر رکھا گیا ہے جس کی رو سے آغاز اسلام میں پہلی نبوت کے تذکرے سے بات آگے بڑھ کر عہد نبیاء مرسلین، ان کے اصحاب، مقدس خواتین اور اسلام کی بقا کے لئے بے مثال قربانیاں پیش کرنے والے کرداروں پر تمام ہوتی ہے لہذا وہ ساری ہستیاں جو اپنے دور میں باطل کے نمائندوں سے نبرد آزما ہوئیں ان کا ذکر بھی شامل ہے تاکہ تاریخ کی روشنی میں حق و باطل کے معیار کا تعین ہو سکے۔ میر انیس نے اسی تاریخی تسلسل کے پورے اسلامی تناظر میں مرثیہ کا پلاٹ تیار کیا ہے جس میں مجموعی طور پر مندرجہ بالا تمام ہستیاں اپنے اپنے موقع و محل پر ان کے گردش قلم سے یوں ابھری ہیں کہ قاری کا ذہن تاریخ کے پورے تسلسل سے بیک وقت ہم آہنگ ہو جاتا ہے اور شخصیت اور اصول دونوں صدیوں کے طول و عرض کے باوجود ایک محور پر گردش کرنے لگتے ہیں۔

## ”انبیاء کرام“

### حضرت آدم

آدم کو کیا فوج ملائک نے جو سجدہ لے  
میر انیس نے مذکورہ مصرعہ میں حضرت آدم کا ذکر اس سجدہ کی روشنی  
میں نظم کیا ہے جو حکم رب العزت ملائکہ بجالائے تھے

۱۔ مراثنی انیس: جلد ۲، نول کشور ص ۱۱

حضرت آدم سب سے پہلے نبی ہیں۔ آدم کا نام آدمؑ اس لئے ہے کہ وہ ادیم عرض یعنی روئے زمین سے پیدا ہوئے۔ اور جب آدم کا جسم خاک سے بن گیا تو اللہ نے کہا اب ہم اس میں روح پھونکنے والے ہیں۔ اے فوج ملائکہ تم سب کے سب سجدہ میں گر پڑنا۔ تمام ملائکہ نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا۔ آدم کو اللہ نے زمین پر اپنا پہلا خلیفہ بنا کر بھیجا۔ یہ سلسلہ نبوت کی پہلی کڑی ہے جو بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے اس زمین پر آئی تھی۔<sup>۱</sup>

جب حضرت آدم کا وقت وفات قریب آیا تو اپنے بیٹے حضرت شیت کو قریب بلایا۔ ان کو اپنا ولی عہد مقرر فرمایا اور وصیت نامہ بھی لکھ دیا۔ حضرت آدمؑ نے اپنی وفات سے گیارہ دن پہلے اپنے بیٹے شیت کو ولی عہد مقرر کر دیا۔ اور وصی ہونے کا مضمون لکھ دیا۔ اور اس تحریر کو شیت کے حوالے کر دیا اور ان کو حکم دیا کہ اس تحریر کو قابیل اور اس کی اولاد سے چھپا لینا کیوں کہ اس نے حد سے بائیل کو قتل کر دیا تھا۔<sup>۲</sup>

## حضرت نوح:

طوفان کی بلا نوح پر آئی تھی سورہ کی ۳  
میرا نیس نے جناب نوح کا ذکر اس طوفان کے ذیل میں کیا ہے جو جناب  
نوح کی بدعا کا نتیجہ تھا۔

۱۔ باقیات انیس : اکبر حیدری۔ ص ۳

۲۔ تاریخ طبری : جلد ۸ ص ۸۶

۳۔ مرآۃ انیس : جلد ۱ نوکشتور ص ۹۹

حضرت نوح کا نام شکر تھا۔ آپ اپنی قوم پر بہت توجہ کیا کرتے تھے اس لئے ان کا نام نوح پڑ گیا تھا۔ سادھے نوسو برس تبلیغ و ہدایت کی۔ صرف چالیس مرد اور چالیس عورت ایمان لائے۔ نوح نے جب قوم کے مظالم سہہ کر اللہ کی بارگاہ میں بد دعا کی تو تنور سے پانی ابلنے لگا اور ساری امت نوح تباہ و برباد ہو گئی سوائے ان افراد کے جو کشتی میں سوار تھے۔ آسمان سے موسلا دھار بارش اور تیز ہوا آئی۔ ابلا ہوا پانی دیکھ کر نوح کا بیٹا کنعان پہاڑ پر چڑھ گیا اور بولاکہ میں تمھاری کشتی پر نہیں آؤں گا۔ میں پہاڑ پر رہوں گا یہ مجھے پانی سے بچائے گا۔ نوح نے کنعان سے کہا کہ آج کوئی بچانے والا نہیں ہے۔ اگر بچا سکتا ہے تو صرف خدا۔ یہ ماہ رجب کی وہ تاریخ تھی جب تنور سے پانی ابلا تھا۔ نوح بیٹے کے لئے فریاد کرتے رہے مگر اللہ نے جواب دیا کہ وہ تمھارے اہل میں سے نہیں ہے۔ چالیس دن تک برابر پانی برستا رہا۔ اسی طرح چالیس دن تک پانی زمین سے ابلتا رہا۔ چھ مہینے کے بعد پہاڑوں کے سرکھلے اور نوح کی کشتی جو دی پہاڑ پر ٹھہری۔ یہ پہاڑ ملک شام میں ہے۔<sup>۱</sup>

## حضرت صالح:

۱۔ بچہ مرآۃ ناقہ صالح سے کم نہ تھا ص ۲  
میرا نیس نے مذکورہ مصرع میں جناب صالح کا تعارف اس ناقہ کے ذکر سے وابستہ کر کے پیش کیا ہے جسے ان کی امت نے بیر قطع کر کے بے رحمی سے ہلاک کر دیا تھا۔

۱۔ اختر مجازی : قصص الانبیاء ص ۳۸ تا ۴۵

۲۔ مرآۃ انیس : جلد ۱ نوکشتور ص ۸۹

جب قوم ثمود نے حضرت صالح سے مطالبہ کیا کہ ہم آپ کو نبی تسلیم نہیں  
کے جب پہاڑ سے اونٹنی پیدا کر دیں اور یہی اونٹنی دعویٰ نبوت کی دلیل بن گئی  
حضرت صالح اللہ کی طرف سے نبی بن کر انسانوں کی ہدایت کے لئے اس دنیا میں  
بھیجے گئے۔ جب قوم ثمود سے حضرت صالح نے کہا اللہ کی عبادت کرو۔ اور اس کے  
سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے اور بے شبہ تمہاری طرف ہدایت اور معجزہ آچکا  
ہے۔ یہ ہے اونٹنی خدا کی بھیجی ہوئی تمہارے واسطے آیت اور نشانی ہے۔ اس کو  
چھوڑ دو تاکہ یہ خدا کی زمین پر کھوم پھر کر اپنا رزق کھائے اور اس کو تکلیف نہ پہنچاؤ  
ورنہ تمہارے اوپر عذاب دردناک نازل ہوگا۔ مومنین نے جواب دیا کہ صالح بن  
پیغامات کے ساتھ بھیجے گئے ہیں ہم ان پر ایمان لا چکے مگر ان لوگوں نے جو مغرور تھے  
کہا کہ جس پر تم ایمان لائے ہو ہم لوگ اس کو نہیں مانتے پھر ان لوگوں نے ناقہ کے  
پیر قطع کر دیئے اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور حضرت صالح سے کہا  
کہ وہ عذاب لاؤ جس کا وعدہ کرتے ہو۔ اگر تم پیغمبر ہو۔ تو ان لوگوں کو زلزلہ لہنے  
گھیر لیا۔ بعض کہتے ہیں کہ صاعقہ کی صدا آئی۔ صاعقہ ایک ایسی آواز تھی جس کی  
شدت سے زمین کو زلزلہ ہوا اور وہ اپنے مکانات میں مگر سرور اکھ کی مانند  
ہو گئے۔ ۱

ہو لوگ صاحب ایمان تھے جناب صالح نے وقت وفات ان پر  
اپنے بیٹے کو وصی اور جانشین بنایا۔ ۲

~~~~~

۱ علامہ مجلسی: حیات القلوب جلد ۱ مترجمہ بشارت حسین کامل ۱۹۷۵

۲ تاریخ طبری: جلد ۱۱

حضرت ابراہیم (خلیل اللہ):

۱ مقبول جس طرح ہوئی قربانی خلیل ۱

میر انیس نے مذکورہ بالا مصرعہ میں جناب ابراہیم کا تذکرہ ان کے بیٹے جناب
اسمعیل کی مقبول قربانی کے ذکر کے ساتھ نظم کیا ہے۔

حضرت ابراہیم کا شمار الو العزم پیغمبروں میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ
کا امتحان مال، ان کی جان اور اولاد سے لیا۔ اور جب یہ امتحان میں کامیاب ہو گئے
تو اللہ نے ابراہیم کو امامت کا عہدہ بھی عطا کر دیا۔ قرآن مجید میں جناب ابراہیم
کا امتحان جان سے ہوا اور آپ آتش نمرود میں ڈالے گئے، لیکن تبلیغ حق سے
باز نہیں آئے۔ جناب ابراہیم نے خواب دیکھا کہ ہم اپنے بیٹے اسمعیل کو ذبح کر
رہے ہیں۔ نبیوں کا خواب وحی الہی کا درجہ رکھتا ہے۔ باپ نے بیٹے کے گلے
پر چھری رکھ دی اور قربانی قبول ہو گئی۔ ادھر سے ایک دنبہ آیا جو اسمعیل کی
جگہ ذبح ہو گیا۔ قرآن مجید کی سورہ الصافات میں ابراہیم اور اسمعیل کے جذبہ
ایشاد و قربانی کا واقعہ تفصیل سے موجود ہے۔ ابراہیم اور اسمعیل کی یادیں ایک
سنت قائم ہو گئی کہ ہر سال اس کی یاد تازہ ہوتی رہے۔ اس ایک دنبہ اور ایک
نبی کی یاد میں کر دیا جانور قربان ہوتے ہیں۔ ۲

حضرت خضر

۱ اُنک شہرت تھاکہ خضر علیہ السلام آئے ۱

۱ مراثنی: جلد ۱ نو لکشر ۲۴

۲ اختر جازی: قصص الانبیاء ۷۷ سے ص ۸۳ تک

۳ مراثنی: جلد ۲ نو لکشر ۱۶۲

میرا نیس نے مذکورہ بالا مصرعہ میں جناب خضر کا تذکرہ ان معجزات اور اس علم کے پیش نظر کیا ہے جسے اللہ نے انھیں بطور خاص عطا فرمایا تھا۔

حضرت خضر پیغمبر مرسل تھے۔ خدا نے ان کو ایک قوم کی جانب مبعوث کیا تھا۔ وہ اس قوم کو خدا پرستی یگانہ کی طرف بلاتے تھے اور پیغمبروں اور کتاب خدا کی طرف دعوت دیتے تھے۔ ان کا معجزہ یہ تھا کہ جس خشک لکڑی پر بیٹھے یا تکیہ کرتے وہ بھی سبز ہو جاتی۔ اس میں پتیاں نکل آتیں اور شکوفے پیدا ہو جاتے اسی سبب سے انھیں خضر کہتے ہیں۔ ان حضرت کا نام طالیہ تھا۔ اللہ نے ان کو طوفان اور دریا پھاڑنے کا معجزہ عطا فرمایا ہے۔ جناب موسیٰ میں ایک قسم کی خود ستائی جو شریعت کا لازمہ ہے پیدا ہوئی۔ آپ ذل میں سمجھا کہ مجھ کو گمان نہیں کہ خدا نے مجھ سے زیادہ جاننے والا کسی کو پیدا کیا ہو گا۔ حق تعالیٰ نے جبریل کو وحی کی کہ میرے بندے موسیٰ کو قبل اس کے کہ اس کو غرور ہلاک کرے کہہ دو کہ دو دریا کے ملنے کی جگہ پر ایک عابد ہے اس کے پاس جادو اور علم حاصل کرو۔ موسیٰ اپنے جوان کے ساتھ جو یوشع بن نون تھے۔ دو دریاؤں کے محل اجتماع پر گئے اور وہاں حضرت خضر کو پایا۔ وہ عبادت الہی میں مشغول تھے۔^{۱۵}

حضرت یعقوب :

۱۵ یعقوب کو اس داغ میں کب ہوش رہا ہے
میرا نیس نے مذکورہ بالا مصرعہ میں جناب یعقوب کا ذکر اس المیہ کی وساطت سے کیا ہے جو ان کے فرزند جناب یوسف کی وقتی جدائی سے متعلق ہے۔ حضرت

۱۵ علامہ مجلسی : حیات القلوب۔ مترجمہ بشارت حسین۔ ص ۵۱

۱۵ مرآۃ انیس جلد ۴، ذل کشور ص ۱۵

یعقوب حضرت اسحق کے فرزند تھے اور حضرت ابراہیم سے بہت مشابہ تھے۔ ایک مرتبہ پروردگار عالم کا حکم ہوا اے یعقوب اس راہب و عابد کے پاس جاؤ۔ جب یعقوب اس راہب کے پاس گئے تو وہ راہب جناب ابراہیم کو دیکھ چکا تھا۔ جب راہب کی نظر جناب یعقوب پر پڑی تو سمجھا کہ جناب ابراہیم ہیں۔ جلدی سے کھڑا ہو گیا اور خلوص و محبت کی بنا پر حضرت کی گردن میں ہاتھ ڈال کر کہا کہ خلیل اللہ مر حیا یعقوب سمجھ گئے کہ مجھ کو حضرت ابراہیم سمجھ رہا ہے۔ یعقوب نے کہا اے راہب تجھے غلط فہمی ہوئی ہے۔ ان کو کافی عرصہ ہوا انتقال کے ہوئے۔

حضرت یوسف :

۱۵ میں یوسف کنگان رسالت کی ہوں تصویر لے
میرا نیس نے مذکورہ بالا مصرعہ میں جناب یوسف کا ذکر بطور تلخیص کیا ہے۔ حضرت یوسف فرزند یعقوب تھے ان کی پرورش ان کی دوسری ماں نے کی تھی۔ کیوں پانچ برس کی عمر میں ہی یوسف کی ماں کا انتقال ہو گیا تھا۔ اپنے گیارہ بھائیوں میں بارہویں بھائی کی حیثیت سے جناب یوسف انتہائی خوبصورت تھے۔ ایک دن حضرت یوسف نے اپنے باپ سے خواب میں بیان کیا کہ مجھے گیارہ ستارے چاند اور سورج سجدہ کر رہے ہیں۔ یعقوب نے کہا کسی سے نہ بیان کرنا۔ خاص کر اپنے بھائیوں سے اللہ نے تمہیں برگزیدہ قرار دیا ہے اور تم پر نعمتیں ختم کر دی ہیں۔ یہ بات تمہارے باپ دادا کو حاصل رہی ہے۔ جب برادران یوسف نے اس بات کو محسوس کیا کہ سب سے زیادہ ہمارے باپ یوسف کو چاہتے ہیں۔ نتیجتاً یہ سب نے طے کیا کہ یوسف کو جان

۱۵ مرآۃ انیس : جلد ۱ ذل کشور ص ۱۵

حضرت الیاس :

۱ آئی یہ نند حضرت الیاس کی یکبار

صدقے ترے اے فوج حسینی کے عہدار ۱

میر انیس نے مذکورہ مصرعوں میں حضرت الیاس کا ذکر جب جناب عباس ہو گئی ہوئی مشک کے کرگھاٹ پر آچکے ہیں اولاً بحیثیت منادی اور ثانیاً بحیثیت شاہد نظم کر کے جناب الیاس کو اللہ نے جو منصب عطا کیا تھا اس کا اظہار کیا ہے۔ حضرت الیاس وہ نبی ہیں جب لوگوں نے حضرت الیاس کی تکذیب کی اور خدا کی عبادت سے انکار کیا۔ بنی اسرائیل اس زمانہ میں بت پرستی میں مبتلا تھے۔ لوگوں نے آپ کی ہدایت قبول نہیں کی تو آپ پہاڑی پر چلے گئے۔ آپ نے بد دعا کی۔ سخت قحط پڑا۔ تین سال تک بارش نہ ہوئی۔ اس وقت کے بادشاہ نے آپ کو گرفتار کرنے کے لئے فوج روانہ کی۔ ایک آگ ظاہر ہوئی جس نے سب کو ہلاک کر دیا۔ اور جناب الیاس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا۔ ۱

حضرت ایوب :

۱ تو صبر کے رتبے میں ہے ایوب سے بہتر ۱
میر انیس نے مذکورہ مصرعہ میں صبر ایوبی کا موازنہ صبر حسینی سے کر کے

۱ مرا ثانی : جلد ۳ ص ۱۱۵ نول کشور

۲ باقر مجلسی : جلال العیون - جلد ۶ مترجمہ سید عبدالحسین

۳ مرا ثانی : جلد ۴ ، نول کشور ص ۶۵

۱ سے ختم کر دینا چاہئے۔ انھیں میں سے ایک بھائی نے مشورہ دیا کہ قتل نہ کرو بلکہ وہ گزر کے کسی ایسے کنوئیں میں ڈالو کہ کوئی قافلہ پانی بھرنے آوے اور انھیں کنوئیں سے باہر نکال کر بازار میں فروخت کر دے۔ اور بالآخر یہی کیا۔ جناب یوسف شباب کی منزل میں اپنے لاثانی حسن و جمال کے حامل تھے۔ یہی وجہ تھی کہ عزیز مصر کی زوجہ زلیخا حضرت یوسف پر عاشق ہو گئی۔ ۱

حضرت موسیٰ :

۱ موسیٰ سے روزِ ن ترانی پوچھ ۱

میر انیس نے مذکورہ بالا مصرعہ میں جناب موسیٰ کا ذکر ن ترانی کی طرح کے ساتھ کیا ہے۔ حضرت موسیٰ کا شمار الوالعزم پیغمبروں میں سے ہے۔ آپ پر اللہ کی کتاب توریت نازل ہوئی۔ جناب موسیٰ کو طور پر اللہ کے نور سے محو کلام ہوتے تھے۔ اسی لئے آپ کو کلیم اللہ کہتے ہیں۔ اللہ نے حضرت موسیٰ کو دو معجزے عطا کئے۔ ایک ”عصا“ دوسرے ”ید بیضا“ جب فرعون کے دربار میں جادو گروں نے رسی کو سانپ بنا دیا تو موسیٰ کے عصا نے اڑدھابین کر تمام جادو گروں کے سانپوں کو نگل لیا اس وقت تمام جادو گروں سجدے میں گر پڑے۔ دوسرے ”ید بیضا“ جناب موسیٰ کے ہاتھ میں ایک سفید نور تھا کہ جب ہاتھ کھول دیتے تھے تو تمام جہان روشن ہو جاتا تھا۔ ان کے باپ کا نام عمران تھا اس لئے آپ کو موسیٰ عمران بھی کہتے ہیں۔ ۱

۱ اختر حجازی : قصص الانبیاء ص ۱۲ تا ۱۱۶

۲ مرا ثانی : جلد ۴ ، نول کشور ص ۲۱۲

۳ اختر حجازی : قصص الانبیاء ص ۲۰۵

حضرت سلیمان :

۱۔ ذرے کو کیا آپ نے خورشید و درختاں
اک مور کو حضرت نے دیا تخت سلیمان
میرانیس نے مذکورہ مصرعوں میں مور اور تخت سلیمان کی تلمیحات کا حرف
حر کے تذکرے میں کر کے گویا جناب سلیمان اور حیونٹی کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی
پوری کی پوری نظم کر دی۔ حضرت سلیمان حضرت داؤد کے انتقال کے بعد اپنے باپ کی
حکومت اور علم نبوت کے وارث ہوئے۔ حضرت داؤد کے انیس لڑکے تھے جن میں
سب سے بڑے بیٹے جناب سلیمان تھے۔ تمام روئے زمین پر شمال سے جنوب اور مشرق
سے مغرب تک تمام وحوش و طیور، انس و جن پر آپ کی حکومت تھی اور تمام حضرات الارض
بھی زیر فرمان تھے۔ چالیس سال تک آپ نے حکومت کی۔ آخری عمر میں چار سال القیاس
کی قیاس میں صرف کئے۔ اور خود نگرانی فرمایا کرتے تھے۔ عصا کے سہارے کھڑے تھے
کہ روح قبض ہو گئی۔ ایک عرصہ کے بعد جب دیکھنے عصا کھالیاتب لوگوں کو پتہ
چلا کہ حضرت سلیمان کا انتقال ہو گیا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر اسی سال کی تھی۔

حضرت یونس :

۱۔ ماہی کے شکم میں رہے کب یونس بیدار

۱۔ مراثنیسیں : جلد ۳ نوکلشور ص ۳۳

۲۔ تاریخ کامل : جلد ۱ ص ۸۵

۳۔ باقر مجلسی : حلال العیون، جلد ۶۳ مترجمہ سید عبدالحسین

۴۔ مراثنیسیں : جلد ۱ نوکلشور ص ۴۱

جناب یوب کی مکمل سیرت اور کردار کا احاطہ کر لیا ہے۔ حضرت یوب دمشق میں
رہتے تھے۔ آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے۔ یوب بن موص بن داؤد
بن حمیس بن اسحاق بن ابراہیم۔ جناب یوب کی بیوی بہت مالدار تھیں۔ چچہ ان کا
اسم مبارک تھا۔ آپ کے چھبیس لڑکے پیدا ہوئے۔ یوب کی عمر مبارک تیراٹھ
سال تھی جب آپ کا وقت وفات قریب آیا تو آپ نے اپنے بیٹے جوئل کو اپنا
وصی مقرر کیا۔

حضرت داؤد :

۱۔ آہن کو ابھی موم کریں صورت داؤد
میرانیس نے مذکورہ مصرعہ میں جناب داؤد کا ذکر ان کے اس معجزے کے
ضمن میں جس میں آپ لہے کو موم کر دیا کرتے تھے مقام مثال میں کیا ہے۔ جناب
طاوت نے بادشاہ جالوت کا فرسے لٹنے کے لئے آپ کو اپنا جانشین بنا کر لڑنے
کے لئے بھیجا۔ جناب داؤد غالب آئے اور جالوت کو قتل کیا۔ اس وقت جناب
داؤد کی عمر پینتیس سال تھی۔ اس کے بعد آپ مبعوث بہ رسالت ہوئے۔
خداوند کریم نے آپ کو زبور کتاب عطا فرمائی۔ یہ جب داؤد کو اللہ نے معجزے
عطا فرمائے اور ان کو تعلیم کی۔ طیور کی زبان اور آہن کو نرم بنانے کی قوت۔

۱۔ جلاء العیون : جلد ۲ ص ۵۹۔ باقر مجلسی۔ مترجمہ سید عبدالحسین

۲۔ مراثنیسیں : جلد ۴ نوکلشور ص ۱۱۹

۳۔ باقر مجلسی : جلاء العیون جلد ۶۳ مترجمہ سید عبدالحسین

میرانیس نے مذکورہ مصرعہ میں اسیری اہل حرم کو عارضی ہونے کے ثبوت میں جناب یونس اور شکم ماہی کو بطور تلمیح صرف کر کے جہاں قید و بند کے عارضی ہونے کی دلیل دی ہے وہیں یہ بھی دکھایا ہے کہ جس طرح ایک دن پھل نے انھیں نگل لیا تھا۔ اسی طرح انھیں ایک دن بالکل صحیح و سالم اگل بھی دیا۔ حضرت یونس بہت مشہور پیغمبر ہیں۔ انھیں نینوا شہر کی طرف اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر مبعوث کیا۔ حضرت یونس قوم سے عاجز آکر اسے چھوڑ کر چلے گئے راستہ میں ایک دریا تھا۔ ایک بیٹے کو کنارے چھوڑ کر اور ایک بیٹے کو کندھے پر لے کر عورت کا ہاتھ پکڑا اور دریا میں داخل ہوئے۔ پانی کے تیز بہاؤ نے ان کے بیٹے اور بیوی کو بہا دیا۔ کشتی پر سوار ہوئے تو دریا کی طیفانی سے کشتی پھرنے لگی۔ لوگوں نے کہا اس کشتی میں مالک سے بھاگا ہوا غلام ہے۔ قرعہ اندازی میں حضرت یونس کا نام نکلا اور لوگوں نے انھیں دریا میں ڈال دیا۔ اور ایک پھل نے ان کو نگل لیا۔ پھل کے بطن میں بیہوش کر یونس نے اپنے رب کو پکارا۔ دعا قبول ہوئی۔ پھل نے حضرت یونس کو اگل دیا۔ وہاں کوئی سایہ وارد نہ تھا۔ اللہ کی قدرت نے بیل کے درخت کو خلق کیا اور ایک بہن کو حکم ہوا کہ یونس کو روزِ دو دھ بٹایا کرے۔ جب جناب یونس رو بہ صحت ہوئے تو پھر خدا کا حکم ہوا کہ وہ اپنی قوم میں جا کر ہدایت کریں۔

حضرت عیسیٰ :

عیسیٰ نفس تھے مردوں کو اک دم میں بخشی جاں

۱۶۸ لے اختر حجازی : قصص الانبیاء - ص ۱۶۸

۱۶۹ مرثیہ انیس : جلد ۲ نول کشور ص ۲۵۵

میرانیس نے مذکورہ مصرعہ میں حضرت علی کے مردوں کو زندہ کر دینے کی بات عیسیٰ نفس کی تلمیح کو بطور حقیقت استعمال کر کے کہی ہے جس سے اگر ایک طرف علی کی مجرہ نمائی سامنے آتی ہے تو دوسری طرف قم باذن اللہ کی روشنی میں حضرت عیسیٰ کی پوری زندگی کا مطالعہ ہو جاتا ہے۔ جناب عیسیٰ مریم کے بیٹے ہیں اور الوالہ العنیم پیغمبروں میں آخری پیغمبر ہیں۔ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اس لئے آپ کو روح اللہ بھی کہتے ہیں۔ اللہ نے آپ پر انجیل کتاب نازل کیا۔ اور معجزات بھی عطا کیا۔ اور اندھے، اور کوڑھی اور گونگے اور اور بیماریوں کو ہاتھ لگا کر شفا پہنچاتے تھے اور مردوں کو کھڑو کر دیا۔ قوم یہود آپ کی دشمن ہو گئی اور جب اس نے آپ کو پھانسی دینا چاہا تو خدا نے چھت کے راستہ سے آسمان پر اٹھایا اس وقت آپ کی عمر اسی سال کی تھی۔

پنجتن پاک

محمد مصطفیٰ :

اللہ نے رستے تو محمد کو یہ بخشے ہیں سارے رسولوں زیادہ شرف انکے
ہر چند کہ سب نورِ آفات بلا تھے پر ایسے مصائب بھی کسی نے نہیں دیکھے

کیا کیا نہ دیئے رنج انھیں اہل جفائے
آرام نہ پایا کبھی محبوب خدا نے

پرورش :

۱۷۰ باقر مجلسی : جلال الیوم ، ج ۱۰ ص ۶۵ مترجمہ بد عبدالحسین

۱۷۱ مرثیہ انیس : جلد ۲ نول کشور ص ۲۵۵

اعجازِ صغیرِ اتن میں ہوئے بارِ عیاں اذہر کو حیرا ہند میں واقف ہے اک جہاں
ہم نام حق تھے نام خدا جب ہوئے جواں عیسیٰ نفس تھے مردوں کو اک دم میں بخشی جاں
کس سے بیاں ہو علمِ امام جلیل کے
استاد فضل حق سے ہوئے جبرائیل کے

دے کر رکاب میں قدمِ پاک کو قرار قرآن شروع کرتا تھا وہ شیرِ کر دگار
کس کا بغیر مصحفِ ناطق یہ کام تھا پہونچا اور صبرِ چاؤں تو قرآنِ تام تھا

بہم یہ فرشتوں کو ہوا حکمِ خدا کا تب آہنی زنجیر سے خورشید کو کھینچا
پہناں ہوئی تاریکی شبِ دن ہوا پیدا مولائے خوشی ہو کے کیا شکر کا سجدہ
سیرتِ کر دار :

دن کو تو رکھا کرتے تھے روزہ شہِ ابرار راتوں کو عبادت میں رہا کرتے تھے بیدار
ہر جنگ میں دشمن سے کبھی کی نہیں بقت خود سوتے تھے قاتل کو جگایا شبِ فزرت

ہر شب کو قیدیوں کی خبر لینے جاتے تھے دو دن کے بعد نان جو میں آپ کھاتے تھے

۱	مراثی انیس : جلد ۲	نول کشور	۳۵
۲	" " :	" "	۳۵
۳	" " :	" "	۱۳
۴	باقیات انیس : جلد ۱	اکبر حیدری	۱۰۵
۵	مراثی انیس : جلد ۳	نول کشور	۳۳
۶	" " :	" "	۲۸۵

حضرت علی :

عیسیٰ کی والدہ کو نہ مطلق رضائی بنتِ اسد کو پرہو فرمانِ ایزدی
ولادت :

کب رتبہ تھا یہ اور پیغمبر کے واسطے دیوارِ کعبہ شق ہوئی حیدر کے واسطے
جب آتے تھے محبوبِ خدا خانہٴ غم میں تعظیمِ علی کرتے تھے مادر کے شکم میں
اللہ نے پیدا کیا کعبہ میں علی کو

آغوشِ رسول میں :

یہ کہہ کے لیا گو میں حیدر کو نبی بنے دیکھا رخِ شہِ صلے علی کہہ کے علی نے
دی جب کہ زبانِ منینِ رسولِ عربی نے چوسا اسے تادیر محمد کے دھنی نے
تاثیرِ لعابِ دہنِ خیرِ در اسے
معمور ہوا صدرِ علی علمِ خدا سے

تلاوتِ قرآنِ پاک :

رسول کی آغوش میں کی اس طرح تلاوتِ قرآن کیا دہے
معجزات و کرامات :

۱	مراثی انیس : جلد ۲	نول کشور	۳۵
۲	باقیات انیس : جلد ۱	اکبر حیدر آبادی	۱۱
۳	مراثی انیس : جلد ۱	نول کشور	۳۵
۴	باقیات انیس : جلد ۱	اکبر حیدری	۵
۵	مراثی انیس : جلد ۲	نول کشور	۳۵

قاتل کے ید اللہ نے بندھوائے کھلے ہاتھ ۱۶

صبح ضربت :

انیسویں تاریخ کی لکھی ہے جو اخبار مسجد میں گئے بہر عبادت شہ ابرار
جب سجدہ اول میں گئے حیدر کرار قاتل نے لگائی سر پر تور پہ تلوار
سر ہو گیا دو ٹکڑے محمد کے وحی کا
پھر دوسرے سجدے کو اٹھا سر نہ علی کا ۲

وصیت :

پاس اپنے بلا کر مجھے بایا نے کیا پیار اور ہاتھ مرا ہاتھ میں شہ نے دیا اک بار
فرمایا حسن سے مرے نویٹے کا مختار عباس رہا اک تو حسین اس کا ہے سزار
فرمایا تھا مجھ سے کہ امام اپنا سمجھنا
آقا سے کہا تھا کہ غلام اپنا سمجھنا ۳

شہادت :

چہرے سے روئیدہ ہوئے جنت کے آثار سید سے ہوئے قبلہ کی طرف حیدر کرار
لب پہ صلوٰۃ اور کلمہ جاری تھا ہر بار ہنگام قضا ہاتھ اٹھا کر یہ دل زار
فرزند و اقارب میں لگا چھاتی سے سب کو
دنیا سے سفر کر گئے اکیسویں شب کو ۴

۱ مرثیہ انیس : جلد ۳ ، نول کشور ۲۵

۲ باقیات انیس : جلد ۱ ، اکبر حیدری ص ۱۱

۳ مرثیہ انیس : جلد ۱ ، نول کشور ص ۲۹۵

۴ باقیات انیس : جلد ۱ ، اکبر حیدری ص ۱۱

انیس نے مذکورہ معصومین میں حضرت علی کی ولادت کے واقعات، معجزات و
کرامات، سیرت و کردار اور شہادت کے واقعات کو نظم کیا ہے۔ روایت میں ہے کہ جب
حضرت علی اپنی مادر گرامی فاطمہ بنت اسد کے حکم مبارک میں تھے تو جب رسول خانہ بنت اسد
میں تشریف لاتے تھے تو جناب فاطمہ بنت اسد فوراً استراٹھا کھڑی ہو جاتی تھیں۔

ایک دن ابوطالب نے کہا اسے بنت اسد محمد تمہارے بیٹے کے مانند ہیں۔ تم اس قدر
تعظیم و تکریم کیوں کرتی ہو۔ اس معظّم نے جواب دیا کہ یہ تعظیم میری طرف سے اختیاری
نہیں ہے۔ جب محمد میری طرف آتے ہیں (تو میرے بطن میں) جو کچھ ہے مجھے مجبور کر تا ہے
تعظیم کرنے پر۔ ورنہ ہمارے رحم کا کچھ نہایت بیقراری کی وجہ سے ہلاک ہو جائے۔

جب حضرت علی کی ولادت کا وقت قریب آیا تو جناب فاطمہ بنت اسد خانہ کعبہ
کے قریب آکر دیوار کعبہ سے اپنے شکم کو مس کر کے یہ دعا کر رہی تھیں: "اے پروردگار
میں تجھ پر اور جو نبی و رسول اور کتابیں قلم بھی ہیں ان سب پر ایمان رکھتی ہوں اور
میں اپنے جد بزرگوار حضرت ابراہیم کی باتوں کی تصدیق کرتی ہوں۔ جنہوں نے خانہ کعبہ
کو بنایا تھا۔ واسطہ دے کر سوال کرتی ہوں میرے لئے اس وضع حل کو آسان کر دے
عباس اور یزید بن عقبہ کہتے ہیں کہ جب فاطمہ اس دعا سے فارغ ہوئیں تو ہم نے دیکھا
کہ خانہ کعبہ کی پچھلی دیوار کھٹی اور فاطمہ اس شکاف سے کعبہ کے اندر داخل ہو گئیں اور
حکم خدا سے شکاف بھی دوبارہ مل گیا۔ تین روز تک فاطمہ بنت اسد کعبہ میں
میں مقیم رہیں اور جب چوتھا دن ہوا تو کعبہ کی دیوار اسی جگہ شق ہوئی جہاں پہلے ہوئی
تھی اور فاطمہ بنت اسد اس حالت میں باہر آئیں کہ ان کا بیٹا اسد الغالب علی ابن ابیطالب

۱ ملاحظہ صراح کو کتب درسی سنہ الحنفی۔ (مناقب مرتضوی) مترجمہ سید محمد سلیمان ص ۲۲۱

۲ سید صفدر حسین احسن المقال جلد ۱ ص ۱۲۱ منہی الامال شیخ عباس قمی

کے زمانے میں خود کھانا دہی اسے بھی کھلانا۔ جو خود پینا دہی اسے بھی پلانا۔^۱
 انیس^۲ اور بیس^۳ رمضان حضرت علی مسلسل بستر علات پر کمر وٹیں بدلتے رہے
 اور زہر کا اتنا کاری اثر ہوا کہ اکیس رمضان کی شب حضرت علی کی حالت زیادہ متغیر
 ہو گئی۔ عمرو بن نعمان جراح کو آپ کے حجرہ مبارک میں لایا گیا۔ جراح نے جراحت
 حیدر کرار کو دیکھا تو سر سے پگڑی اتار کر پھینک دی اور کپڑے پھاڑ کر کہنے
 لگا کہ افسوس یہ زہر میں بھی ہوئی تلوار کا زخم مرحم سے درست ہونے والا نہیں
 افسوس آپ جیسا مقتدار، پیشوا اور عالم حکمران اب کہاں سے ملے گا۔^۴
 پھر حضرت علی نے وصیت فرمایا۔ بیٹا حسن گھر کا خیال رکھنا سب کو
 حسن کے حوالے کرنے کے بعد "حضرت عباس کا ہاتھ حضرت حسین کے ہاتھ میں دیا۔
 بیٹا تم انھیں آقا سمجھنا اور حضرت حسین سے کہا کہ یہ تمہارا غلام ہے کمر بلایا میں
 کام آئے گا۔" ^۵

وصیت کے بعد علی پر غشی طاری ہوئی "جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
 اکیس رمضان المبارک ہفتہ کے روز مقام شہادت پر فائز ہوئے۔" ^۶

حضرت فاطمہ زہرا :-

کیا پیش خدا صاحب توفیق ہے زہرا خاتون جنان مالک تطہیر ہے زہرا

۱۔ سیرت امیر المومنین : مفتی جعفر حسین - ص ۵۵۰ روضۃ الشہداء ترجمہ صائم ہشتی ص ۲۷۹

۲۔ روضۃ الشہداء : ترجمہ صائم ہشتی ص ۳۸۵

۳۔ سیرت امیر المومنین : مفتی جعفر حسین ص ۷۰۹

۴۔ روضۃ الشہداء : ترجمہ صائم ہشتی ص ۳۸۴

چونکہ امام کی شان یہ ہوتی ہے کہ چاہے اس کے گھر میں فاقے ہوتے ہوں مگر وہ امت
 کے حال سے بے خبر نہیں رہتا۔ علی کی شان یہ تھی کہ راتوں میں کاندھے پر روٹیاں رکھ کر
 مسکینوں اور یتیموں اور بیواؤں کے گھر پہنچایا کرتے تھے جب انیس رمضان کو
 علی رضی اللہ عنہ بن بلجم کی ضربت سے زخمی ہو گئے اور یہ خبر کوفہ میں پھیل گئی تو "اصباح نامی
 شخص رو کر کہتے تھے کہ اب ہمارا پرسان حال کون ہو گا۔ بیواؤں، یتیموں کی دستگیری کون
 کرے گا۔ اصباح روتے روتے تبھی یہ ہوش ہو جاتے اور کبھی ہوش میں آجاتے۔" ^۱
 حضرت علی کی فرض شناسی کا کمال یہ تھا کہ جب انیس^۲ رمضان کی صبح کو مسجد
 کوفہ میں تشریف لائے تو دیکھا ابن ملجم ہزار درہم کی زہر سے بھی ہوئی تلوار پہلو میں چھپا
 تھا اور پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔ فرمایا اٹھ نماز پڑھ۔ اگرچہ میں جانتا ہوں تو کس
 ارادے سے آیا ہے اور کیا چیز زیر دامن چھپائے ہوئے۔ جب نافلہ صبح کی پہلی رکعت
 کے سجدے سے سر اٹھایا تو شبیب ابن بحیرہ نے تلوار سے حملہ کیا مگر تلوار ستون مسجد سے
 ٹکرائی۔ اس کا وارنا کام رہا۔ پھر عبدالرحمن بن ملجم نے زہر میں بھیجی ہوئی تلوار سر پر ماری
 جس سے فرق مبارک شگافہ ہو گیا۔ آپ نے بے ساختہ فرمایا بسم اللہ و علی ملت
 رسول اللہ فزت برب الکعبہ۔ رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ لوگو مجھے یہودیہ
 کے بیٹے ابن ملجم نے قتل کر ڈالا۔^۳

حضرت علی کی کریم انفسی کا عالم یہ تھا کہ قاتل ابن ملجم گرفتار کر لیا گیا تو آپ
 نے فرمایا اس کی مشکیں کھول دو۔ امام حسن کو ہدایت فرمائی کہ میں زندہ رہوں تو مجھے
 اختیار ہے۔ تم ایک ضربت کے بدلے ایک ہی ضربت لگانا اور ہاتھ پیر نہ کاٹنا۔ قید

۱۔ تاریخ احمدی : شیخ احمد حسن ص ۲۷۸

۲۔ سیرت امیر المومنین : مفتی جعفر حسین ص ۷۰۹ تا ص ۷۱۰

ام الحسن اور مادر شیر ہے زہرا سرتا بقدم نور کی تصویر ہے زہرا
شوہر کو جو پوچھو تو شہنشاہ عرب ہے
بیٹی ہے نبی کی یہ حسب ہے یہ نسب ہے لے

القاب :

صدیقہ و راضیہ و مرضیہ و اظہر لے
مرسل اعظم کا بیٹی کی تعظیم کرنا :

ماں باپ پر واجب نہیں فرزند کی کریم اس امر میں سب خلق پر زہرا کو ہے تقدیم
لکھا تھا کہ جب آتی تھیں زہرا پر تسلیم خود اٹھ کے رسول عربی کرتے تھے تعظیم
الطاف محمد ہوں یہ جس باب کرم پر
دروازہ گرا دیں اسی بی بی کے شکم پر لے

شہادت :

تھا ایک تو غم فاطمہ کو بھرید رکھا اور دوسرے اسقاط ہوا حل پسر کا
حیدر کو پکڑے گئے وارث ہو تھا گھر کا اس دن سے عجب حال تھا اس خستہ جگر کا
پھر اٹھ کے نہ دروازے سے باہر گئی زہرا
جس حجرے میں بیٹھی تھی وہیں مر گئی زہرا لے
میر انیس نے مذکورہ مصرعوں میں حضرت فاطمہ زہرا کے اوصاف کمال

لے مراۃ انیس : جلد ۳ - نو کشور ص ۴۳

لے " " : " ۲ - " ۱۳

لے " " : جلد ۳ - نو کشور ص ۴۳

لے " " : " ۳ - " ۲۳

اور شہادت کے واقعات نظم کئے ہیں۔ مرسل اعظم کی بیٹی فاطمہ زہرا کو پروردگار
نے معصومہ پیدا کیا۔ فقہ جعفری کے اعتبار سے اسلام کے ہادی کا معصوم ہونا ضروری
ہے۔ اسی لیے مرسل اعظم کے بعد تعلیمات رسول کے تحفظ کا فریضہ ائمہ طاہرین انجام
دیتے رہے۔ جس طرح مردوں کی ہدایت کے لئے یہ معصوم سلسلہ اللہ کی طرف
سے جاری ہوا تھا۔ اسی طرح عورتوں کی ہدایت کے لئے کسی معصومہ کی ضرورت
تھی لہذا پروردگار عالم نے فاطمہ زہرا کو عالم نسواں کی ہدایت کے لئے اس دنیا
میں بھیجا تھا۔ قرآن مجید کی متعدد آیات سے عصمت و فضیلت فاطمہ زہرا ثابت
ہے۔ قرآن کی آیہ تطہیر اور آیہ مرج البحرين اور آیہ نساؤنا و نساؤکم کے متعلق
ہے کہ اس سے مراد فاطمہ زہرا ہیں۔ لے

حضرت فاطمہ زہرا کے اوصاف و کمالات کا اظہار ان کے القاب

سے بھی ہوتا ہے۔

یونس بن قلیان نے حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق سے روایت
کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جناب فاطمہ زہرا کے نوام منتخب فرمائے
یعنی فاطمہؑ، صدیقہؑ، مبارکہؑ، طاہرہؑ، زکیہؑ (مرضیہ)، راضیہؑ
محدثہؑ، زہراؑ۔ لے

مرسل اعظم کا ہر عمل سنت ہے۔ رسول کا فاطمہ زہرا کی تعظیم کے لئے
کھڑے ہو جانا یہ سنت کیوں نہ بن سکا۔ آج دنیا کا کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے

لے مناقب ابن شہر آشوب : (مجمع الفوائد) مترجمہ سید ظفر حسن ص ۴۸۲

لے علامہ باقر مجلسی : بحار الانوار - جلد ۳ - مترجمہ سید حسن امداد ص ۲۵

لے جامع الترمذی : حصہ اول و دوم - ص ۸۲ - ترجمہ بدیع الزما

حضرت امام حسن

منسب امامت و اخلاق و اطوار :

مسجد میں قتل جب شہ خیر شکن ہوئے زینت وہ سریر امامت حسن ہوئے
سبط رسول جب کہ امام زمن ہوئے ممنون فیض عام سے سب بدوزن ہوئے

چہر چا تھا خوبوں کا فلک سے زین تلک

خلق حسن کا شور تھا عرش بریں تلک

اخلاق و اطوار :

کیا خلق حسن رکھتا تھا وہ صاحب توقیر

مظلومی شیر ہے خلق حسنی ہے

شہادت :

تکے لگا دیئے تھے حرم نے ادھر ادھر بازو کو کوئی تھامتھی اور کوئی سر

فرمایا طشت لاؤ زہر کا ہوا اثر رہ رہ کے کاٹتا ہے کوئی تیغ سے جگر

سینہ سے منہ میں ٹکڑے کیلجے کے آتے ہیں

نانا بلا گئے تھے سو دنیا سے جاتے ہیں

۱۔ مراثی انیس : جلد ۱ فول کشور ص ۴۱۹

۲۔ " " : " " ۱ " " ص ۳۱۵

۳۔ " " : " " ۲ " " ص ۳۱۶

۴۔ " " : " " ۱ " " ص ۳۲۱

جو اپنی بیٹی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جائے تاکہ سنت رسول پر عمل کرنے کا ثواب حاصل ہو جائے۔ لیکن آج تک کسی مسلمان کا اپنی بیٹی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ مرسل اعظم کا تعظیم فاطمہ باپ اور بیٹی کے رشتہ کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ عظمت فاطمہ تھی جس کے پیش نظر تعظیم کے لئے رسول کا کھڑا ہو جانا فرض رسالت میں شامل تھا یعنی عمل امت کے لئے اس واسطے سنت نہ بن سکا اب نہ رسول جیسا کسی کا باپ ہو سکتا ہے اور نہ فاطمہ جیسی کسی کی بیٹی ہو سکتی ہے۔ نگاہ رسالت میں وجود فاطمہ نعمت عظمیٰ کی حیثیت رکھتا تھا اسی لئے تعظیم کرتے تھے۔ لیکن انقلاب زمانہ یہ کہ بعد رسول ابھی چند دن گزرے تھے کہ آپ کے گھر پر حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں گھر کا دروازہ آپ کے پہلو پر گر ا اور جناب محسن کرم داد میں شہید ہو گئے۔ نبی کی بیٹی یوں زخمی ہوئی کہ چند دن تک اس دنیا زندہ رہیں۔ جناب فاطمہ زہرا کی تاریخ وفات کے بارے میں تین روایتیں ملتی ہیں۔ روایات میں آیا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد ڈھائی ماہ ایک قول کے مطابق تین ماہ پانچ دن گزر گئے اور ایک روایت کے مطابق چھ ماہ گزر گئے۔ مگر باپ کے غم میں جناب سیدہ کے آنسوؤں کی روانی میں کوئی کمی نہ آئی۔ آپ کو اپنے باپ کے فراق میں روتے رہنے کے سوا کوئی کام نہیں تھا اور سوائے غم رسول تقدیم صحابہ بر علی اور قہر فدک کے آپ کو کوئی غم نہ تھا۔ ۲

۱۔ علی شریعتی : فاطمہ ہے فاطمہ - ص ۲۲

۲۔ روضۃ الشہداء : مترجمہ صائم چشتی ص ۳۰۹

امام حسن کے اخلاق و اطوار کی یہ شان تھی کہ کوئی مسافر حد یہ ہے کہ سب و ستم کرنے والے کو بھی آپ نے اپنے دریائے خلق و کرم سے محروم نہیں رکھا ایک راستہ سے آپ کا گزر ہو رہا تھا کہ "ایک شامی نے حضرت کو سوار دیکھا تو گالیاں دینے لگا۔ آپ خاموش رہے۔ جب وہ بکواس کر چکا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تو مسافر ہے اور شاید تجھے اشتباہ ہوا ہے۔ اگر تو ہم سے عتاب چاہتا ہے تو ہم عتاب کرتے۔ اور ہدایت چاہتا تو ہدایت کرتے اور اگر تجھے سواری درکار ہے تو ہم سواری دیں گے۔ اگر بھوکا ہے تو ہم سیر کریں گے۔ اگر بے ہنہ ہے تو ہم لباس پہنائیں گے۔ اگر محتاج ہے تو غنی کریں گے۔ اگر جلا وطن ہے تو پناہ دیں گے۔ اگر کوئی حاجت ہو تو پورا کریں۔ جب تو ہم تک آیا ہے تو اب تو ہمارا ہمان ہے ہمارے پاس کشادہ جگہ ہے۔ صاحب جاہ ہیں۔ جب اس نے یہ سنا تو رو پڑا اور بولا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ روئے زمین پر خلیفہ خدا ہیں (اللہ یَعْلَمُ حَقِیْقَتُہٗ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ) آپ کا اور آپ کے باپ کا میں سب سے بڑا دشمن تھا لیکن اب سب سے بڑا دوست ہوں۔" لے

متذکرہ بالا روایت کو میر انیس نے بھی نظم کیلئے جو دس بند پر مشتمل ہے۔ لے

امام حسن نے صلح کر کے سیرت رسول اللہ پر عمل کیا تھا لہذا آپ کے ساتھ بھی وہی سازش کی گئی جو مرسل اعظم کے ساتھ کی گئی تھی یعنی آپ کو زہر دغا سے شہید کیا گیا۔ جب حکومت معاویہ کو دس سال گزر گئے تو اس نے یزید کو اپنا ولی عہد

لے مناقب ابن شہر آشوب (مجمع الفضائل) مترجمہ ظفر حسن ص ۲۶۵-۵۲۵

لے مرآئی انیس : جلد ۱ ، نول کشور ص ۲۱۹-۲۲۰ بند ۳ تا ۱۲

بعد شہادت

بعد از فنا بھی در پیہ ایذا شیر تھے
فرزند فاطمہ کے جنازے میں تیر تھے لے

میر انیس نے مذکورہ مصرعوں میں امام حسن کے حالات زندگی نظم کئے ہیں۔ "امیر المومنین : بعد آپ اور عاملین کی عورتوں کی سردار جناب فاطمہ بنت محمد کے فرزند ارجمند جناب امام حسن آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ مدینہ میں ۵۱ رمضان المبارک کی رات سسہ مہ میں پیدا ہوئے۔ امام حسن کو ان کے والد گرامی امیر المومنین نے اپنے اہل و عیال اپنی اولاد اور اپنے اصحاب پر بھی اور جانشین مقرر کیا۔ لے

چونکہ امام حسن ذمہ دار دین تھے۔ لہذا آپ نے بھی دین کو خطرہ سے بچاتے ہوئے سیرت رسول اللہ پر عمل پیرا ہونے والی شام سے صلح کی اور جب آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے صلح کیوں کی تو آپ نے جواب دیا کہ "ہم اللہ تعالیٰ کے خزانوں کو تقسیم کرنے والے ہیں نہ کہ سونے چاندی کو اور ہم اس کے اس علوم کو جاننے والے ہیں نہیں کوئی نہیں جانتا۔ اگر میں صلح نہ کرتا تو میرے سارے مہمان ضائع ہو جاتے۔ تو جانتا ہے کہ میرا لشکر اہل کو ذہ پر شمل تھا جنہوں نے میرے والد محترم کو شہید کیا۔ اور میری رہائش گاہ کو لوٹ لیا اور مجھ پر خنجر پھینک کر زخمی کر دیا۔ خدائے تعالیٰ اور اپنے جدا مجد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تجھے قسم ہے کہ اگر میں تمام بہاڑوں اور درختوں کو ساتھ لے کر جاتا تو بالآخر اہل بادشاہت کو اسی کے سپرد کرتا کیوں کہ رسول اللہ کا خواب اسی پر دلالت کرتا تھا۔ لے

لے مرآئی انیس : جلد ۳ ، نول کشور ص ۱۱۱

لے شیخ مفید علیہ الرحمۃ الارشاد (تذکرۃ اہلدار) مترجمہ سید صفدر حسین ص ۱۲۱

لے روزنامہ اشہاد : مترجمہ سام جیشی ص ۱۲۱

یا ختم رسل ہم نے حسین اس کا رکھا نام
یہ حسن میں سردار حسینا ن زمین ہے
مشق تو ہے احسان سے تصفیہ حسن ہے

تاریخ ولادت :

شعبان کی تاریخ سوئم روز ولادت سے

کمال طہارت :

کہ عرض یہ آسمان کے خاصہ داور پہلاوں تو لے آؤں اسے حجرے سے باہر
ارشاد کیا احمد مختار نے ہنس کر لے آکر نواسہ ہے مرا طاہر والہ ہر
اس چاند کو تاج سرا فلک کیلے
یہ وہ ہے خدا نے جسے خود پاک کیلے

شہادت :

(امام حسین کی شہادت سے متعلق مصرعے پانچویں باب میں
شہادت مظلوم کے منظر کے ذیل میں تفصیل سے پیش کئے ہیں۔)
انہیں نے مذکورہ مصرعوں میں امام حسین کی ولادت کے متعلق واقعات
اور آپ کے اسم گرامی کا تین مشیت الہی سے ہوا۔ ان تمام تاریخی حقائق کو نظم
کیا ہے۔

امام حسین کی تاریخ ولادت باسعادت "مدینہ منورہ میں تاریخ سوئم
ماہ شعبان سال چہارم ہجرت واقع ہوئی۔" امام حسن اور امام حسین دونوں کی

لے مراثی ایس : جلد ۱ ، نول کشور ص ۷

لے " " : " " ص ۷

لے " " : " " ص ۷

لے باقر مجلسی : جلال الیون : مترجمہ سید عبدالحسین - جلد ۲ ص ۷۹

۱۰! چاہا! تو جبرہ بنت اشعث زوہد امام حسین کو خفیہ پیغام بھیجا کہ اگر تو امام حسن
کو زہر دیدے تو میں نیری شادی یزید سے کر دوں گا اور ایک لاکھ درہم اس کو
دشوت میں بھیجے۔ اس نے اس فریب میں آکر حضرت کو زہر دیدیا۔ لے

زہر کا اثر اتنا کاری ہوا کہ "آپ کے سامنے طشت رکھ دیا گیا جس میں آپ
کا جگر اور آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر حلق سے باہر آ گئیں۔ جب اس طشت کو اٹھایا گیا
تو اس میں آپ کے جگر کے بہتر ٹکڑے تھے۔" امام حسن کا تابوت لے کر
امام حسین اور بنی ہاشم روضہ رسول اللہ کے قریب پہنچے تو دشمنان آل محمد نے
تیروں کی بارش شروع کر دی "یہاں تک کہ ستر تیر جنازہ امام حسن سے باہر نکل
گئے۔ یہ دیکھ کر بنی ہاشم نے چاہا کہ شمشیر کھینچیں اور جنگ کریں۔ حضرت امام حسین نے
فرمایا: میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے برادر کی وصیت کو ضائع نہ کرو اور
ایسا نہ کرو کہ خون ریزی ہو۔ بعد اس کے ان اشقیاء سے خطاب کیا کہ اگر میرے برادر کی
وصیت نہ ہوتی تو ضرور ان کو یہاں تمہاری ضد پر دفن کرتا۔ بس جنازہ امام حسن
کو لے کر گئے جنت البقیع کی طرف اور ماں فاطمہ زہرا کے بغل میں دفن کر دیا۔ لے

حضرت امام حسین :

بس اتنے میں نازل ہوئے جبرئیل خوش انجام
کی عرض کہ فرماتا ہے یہ خالق غلام
پیارا پہنایت ہمیں زہرا کا گل اندام

لے مناقب ابن شہر آشوب (مع الفضائل) مترجمہ ظفر حسن ص ۲۶-۵۲۵

لے روضۃ الشہداء : مترجمہ صائم چشتی ص ۲۵

لے باقر مجلسی : جلال الیون جلد ۱ ص ۳۷-۴۳ مترجمہ سید عبدالحسین

نے اپنی مادر گرامی جناب فاطمہ زہرا سے عرض کی کہ "مادر گرامی اطفال مدینہ عید کے دن ذرق برق پکڑے ہیں کمرنگیں گے اور ہمارے پاس بالکل لباس تو نہیں۔ ہم کس طرح عید منائیں گے۔ ماں نے کہا بچو گھبراؤ نہیں۔ تمہارے کپڑے درزی لائے گا۔ عید کی رات آئی۔ بچوں نے پھر ماں سے کپڑوں کا تقاضا کیا۔ ماں نے وہی جواب دے کر تو بہنوں کو خاموش کر دیا۔ ابھی صبح نہیں ہونے پائی تھی کہ ایک شخص نے دھق ایسا کیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ فصّہ دروازے پر گئیں۔ ایک شخص نے ایک بقیہ لباس دیا۔ فصّہ نے سیدہ عالم کی خدمت میں اسے پیش کیا۔ اب جو کھولا تو اس میں دو پھوٹے پھوٹے عمامے، دو قبائیں دو عیائیں عرض کہ تمام ضروری کپڑے موجود تھے۔ ماں کا دل بارغ بارغ ہو گیا۔ وہ تو سمجھ گئیں کہ یہ کپڑے جنت سے آئے ہیں۔ لیکن منہ سے کچھ نہیں کہا۔ بچوں کو جگایا۔ کپڑے دیئے۔ صبح ہوئی۔ جب بچوں نے کپڑوں کے رنگ کی طرف توجہ دی تو کہا۔ یہ تو سفید کپڑے ہیں۔ اطفال مدینہ رنگین کپڑے پہنے ہوں گے۔ اماں جان ہمیں رنگیں کپڑے چاہئے۔ حضور انور کو اطلاع ملی۔ تشریف لائے۔ فرمایا گھبراؤ نہیں۔ تمہارے کپڑے ابھی ابھی رنگیں ہو جائیں گے۔ اتنے میں جبریل آفتاب لے آہوئے۔ انھوں نے پانی ڈالا۔ محمد مصطفیٰ کے ارادے سے کپڑے سرخ اور سبز ہو گئے۔ سبز جوڑا حسن نے پہنا اور سرخ جوڑا حسین نے زیب تن کیا۔ دوسری فرمائش بچوں نے اپنے نانا جان سے کی کہ نانا جان کل اہل مدینہ کے بچے اپنے اپنے ناقہ پر سوار ہو کر آئیں گے ہمارے پاس کوئی سواری نہیں ہے۔ رسول نے کہا بچو گھبراؤ نہیں تمہاری سواری کا انتظار

ہو جائے گا۔ چنانچہ عید کے دن "روایت ہے۔ رسول خدا نے حسین کو اپنی پشت پر سوار کیا حسن دائیں طرف اور حسین بائیں طرف اور فرمایا تمہاری تمام سواریوں سے بہتر ہے اور تمہارا باپ تم سے افضل ہے۔ ملا حسین کا شفی اس روایت کے ذیل میں یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ جب حسین پشت رسول پر سوار ہو گئے۔ ایک شخص نے کہا نعمہ المکرب۔ اسے لڑکے یہ کتنی اچھی سواری ہے۔ حضور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نعم المکرب ہو۔ یعنی یہ سواری بھی بہت اچھا ہے۔" ۱

ایک دن حسن اور حسین نے ایک تختی لکھی اور اپنی مادر گرامی فاطمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ فیصلہ ہو جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ علی کے پاس جاؤ۔ حضرت علی نے رسول اللہ کے پاس بھیج دیا۔ اور رسول کریم نے ارشاد فرمایا اسے تو نظر یہ فیصلہ تو میری بیٹی فاطمہ ہی کرے گی۔ بچے دوڑتے ہوئے پھر ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ماں نے گلے لگایا اور کہا۔ اے میرے دل کی امیدو۔ تم دونوں کا خط بہتر ہے لیکن بچے نہ مانے اور یہی کہتے رہے۔ مادر گرامی دونوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیجئے۔ ماں نے کہا اچھا بیٹا! اپنا کلو بند توڑ دیتی ہوں۔ اس کے دانے چنو فیصلہ خدا کرے گا سات دانوں کا کلو بند توڑا۔ زمین پر دانے بکھرے۔ بچوں نے ہاتھ بڑھائے اور تین تین دانوں پر دونوں نے قبضہ کر لیا۔ ایک دانہ جو رہ گیا اس کی طرف دونوں کے ہاتھ برابر بڑھے۔ حکم خداوند عالم ہوا اے جبریل دانوں کے دو ٹکڑے کر دو۔ ایک حسن نے لیا اور ایک حسین نے اٹھایا۔ ۲

۱۔ شیخ عباس قمی منتہی الآمال (حسن المقال) جلد ۱ مترجم سید صفدر حسین نجفی ص ۳۴

۲۔ بروضة الشهداء: مترجم صائم چشتی ص ۳۴

۳۔ سید نجم الحسن: چودہ ستارے ص ۲۱۸ عبید اللہ امیر تسری راج المطالب ص ۳۶۱-۳۵۹

۱۔ سید نجم الحسن: چودہ ستارے ص ۲۱۸-۲۱۹۔ شیخ عباس قمی منتہی الآمال

ترجمہ: صفدر حسین نجفی ص ۳۴۳

واقعات اور محاربات

شب ہجرت :

۱۔ ہجرت زمین کعبہ سے جب مصطفیٰ نے کی اس روز مصطفیٰ کی مدد مرتضیٰ نے کی ۱۔
میر انیس نے مذکورہ مصرعوں میں تاریخ اسلام کے اس مشہور واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے جو ہجرت پیغمبر سے متعلق ہے۔ اسلامی سن کا آغاز ہجرت پیغمبر سے ہوتا ہے جب کفار مکہ قتل محمد کے درپے ہوئے تو مرسل اعظم کو حکم دیا کہ ہجرت کر جاؤ چنانچہ مرسل اعظم نے مکہ چھوڑنے کا قصد کیا اس وقت آپ کے پاس کفار مکہ کی بہت سی امانتیں تھیں۔ آپ نے جناب امیر کو بلا کر فرمایا کہ مجھ کو ہجرت کا حکم ہو چکا ہے تم میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو۔ صبح کو سب کی امانتیں جا کر دے آنا۔ یہ سخت خطرہ کا موقع تھا۔ جناب امیر کو معلوم ہوا کہ تمہارا قریب آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اور آج رسول اللہ کا بستر خواب قتل گاہ کی زمین ہے۔ لیکن فاتح خیبر کے لئے قتل گاہ فرشتہ کل تھا۔ حضرت علی نے یہ حکم پا کر سجدہ شکر ادا کیا اور رات بھر بستر پیغمبر پر سوتے رہے دوسری روایت کے مطابق حضرت علی تلوار لے کر کھڑے ہو گئے مگر کوئی جرات نہ کر سکا۔ سب بھاگ گئے۔ دوسرے دن علی کفار مکہ کی امانتیں واپس کر کے

۱۔ مراثی انیس : جلد ۲، نول کشور ۲۷

۲۔ شبلی نعمانی : سیرۃ النبی جلد ۱۹

۳۔ تاریخ طبری : جلد ۲ ۲۲۵

مدینہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

جنگ بدر :-

۱۔ فیصل لڑائی بدر کی شیر خدا نے کی ۱۔
میر انیس نے مذکورہ مصرعہ میں اسلام کی پہلی جنگ جنگ بدر کا ذکر کرتے ہوئے حضرت علی کے فاتح جنگ بدر ہونے کا ذکر کیا ہے۔

اسلام کی پہلی جنگ جنگ بدر ہے۔ مدینہ منورہ سے تقریباً آٹھ میل پر بدر ایک گاؤں تھا۔ جب یہ خبر ملی کہ ابوسفیان تیس ہزار سواروں کے ساتھ حملہ کرنے کے لئے آ رہا ہے۔ یہ سن کر حضرت رسول خدا تین سو تیرہ ہمراہیوں کے ساتھ مقام بدر پر جا اترے۔ بعض روایت کی بنیاد پر اسلامی لشکر کے سپاہیوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ بعض روایت کی بنیاد پر جنگ بدر میں اس قدر آدمی تھے جتنے طاہرات کے ساتھ تھے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں ستر ہجیرین اور دو سو چھتیس انصار تھے۔ رسول اللہ کے علمبردار علی ابن ابیطالب تھے اور انصار کا علم سعد ابن عبادہ کے پاس تھا۔ یہ جنگ سترہ رمضان المبارک ۲ھ میں ہوئی۔ آخر کار مسلمانوں کو خدا نے فتح عطا کی۔ کفار مکہ مارے گئے جن میں اکثریت کو حضرت علی نے قتل کیا۔ اس لڑائی میں ابو جہل اور اس کا بھائی عاص، عقبہ شیبہ ولید بن عقبہ نیز اسلام کے بہت سے پرانے دشمن مارے گئے۔

جنگ احد :-

۱۔ مراثی انیس : جلد ۲، نول کشور ۲۷

۲۔ تاریخ طبری : جلد ۱ ۲۳

۳۔ سید علی ہمدانی : تاریخ ائمہ ۱۱

جنگ احد بھی فتح اسی مقتدرانے کی اے
میرانیں نے مذکورہ مصرعہ میں اسلام کی معروف جنگ جنگ احد کا
تذکرہ اور اس میں حضرت علی کی فتح و ظفر نظم کیا ہے۔ جنگ احد سلمہ میں واقع
ہوئی۔ جنگ بدر کا بدلہ لینے کے لئے ابوسفیان نے تین ہزار فوج سے مدینہ پر چڑھائی
کی۔ یہ لڑائی کوہ احد کے قریب ہوئی جو مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ نبی کریم بھی
ایک ہزار صحابہ کو ساتھ لے کر چلے۔ احد کے مقام پر دونوں لشکر صف آرا ہوئے
مشرکین کے نشان بردار طلحہ بن عثمان تھے۔ اس نے اپنے لشکر سے نکل کر کہا۔ اے
گروہ اصحاب محمد تمہارا یہ گمان ہے کہ تم مارو گے تو غاری کہلاؤ گے اور مرو گے
تو شہید ہو جاؤ گے۔ کیا کوئی تم میں سے ایسا ہے جس کو میری تلوار جنت میں پہنچا
دے یا اس کی تلوار مجھے جہنم کو روانہ کر دے۔ یہ سن کر علی ابن ابی طالب نے ایسی
ضرب لگائی کہ اس کا پاؤں کٹ گیا۔ جب علی نے مشرکین کے علمبرداروں کو تہمتیں کر دیا
یہی وہ جنگ ہے کہ جب حضرت علی کی تلوار لوٹ گئی تو آسمان سے ذوالفقار نازل ہوئی
اور افسے روایت ہے کہ علی کی شان جہاد دیکھ کر حضرت جبریل نے رسول اللہ
سے عرض کیا کہ یہ ہمدردی۔ آپ نے فرمایا بیشک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔
جبریل نے کہا اور آپ لوگوں کا تیسرا میں ہوں۔ نیز صحابہ نے یہ آواز سنی لاسیف
الاذ والفقار ولا فتی الا علی۔ تلوار صرف ذوالفقار ہے اور جواں مرد صرف
علی ہیں یہ اسی جنگ میں شیطان نے ایک آواز بلند کی کہ محمد مارے گئے۔ اس
آواز کو سنتے ہی مسلمانوں کے حوصلے پست ہو گئے اور دشمنوں کے حوصلے بلند ہو گئے۔

۱۔ مرآۃ انیس : جلد ۲، نول کشور ۲۷

۲۔ تاریخ طبری : جلد ۱ ص ۷۷

جبکہ اس حضرت نے مسلمانوں کو تاکید کر دی تھی کہ لڑائی فتح ہو جائے مگر پشت کے
تیر اندازوں کا دستہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ لیکن اس آواز کو سننے کے بعد تیر اندازوں
کا وہی دستہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ غرض فتح ہو کے شکست ہو گئی۔ پھر سے اس حضرت
کے دندان مبارک بھی شہید ہو گئے اور جناب حمزہ بھی شہید کر دیئے گئے۔ اس
وقت حضرت علی جہاد میں مصروف تھے۔ کبھی دشمن کا مقابلہ کرتے تھے اور کبھی
رسول کی حفاظت بھی کرتے تھے۔ اس روایت کے منظر کو میرانیں نے مندرجہ
ذیل مصرعوں میں نظم کیا ہے۔

جس وقت احد میں ہوئے کفار صف آرا اصحاب نبی کر کے میدان سے کنار
جب حضرت حمزہ کو یہ کاروں نے مارا اسلام کا لشکر متفرق ہوا سارا
انصار و مجاہد سبھی اس وقت جدا تھے

یا احمد مختار تھے یا شیر خدا تھے ۳

ابلیس کا قتل محمد کی آواز بلند کرنا اور اس آواز کے بلند ہونے کے بعد
مسلمانوں کا رد عمل، سرکار دو عالم کے دندان مبارک کا شہید ہونا اور حضرت علی
کی ضربت کی شان کو میرانیں نے مندرجہ ذیل مصرعوں میں یوں پیش کیا ہے۔

ناگاہ یہ ابلیس جفا کا رپکارا

اے قوم مبارک ہو محمد گیا مارا ۴

پتھر سے لوٹے گوہر دندان مصطفیٰ ۵

۱۔ سید علی حیدر : تاریخ المہ ص ۱۲

۲۔ مرآۃ انیس : جلد ۲ ص ۱۹ نول کشور

۳۔ " : " : ۲ ص ۱۹

۴۔ " : " : ۱ ص ۲۳۵

۳۰۴

جنگ احد میں ایک تہائی مسلمان مارے گئے اور ایک تہائی مسلمان زخمی ہوئے اور ایک تہائی بھاگ کھڑے ہوئے۔ کچھ مدینہ چلے گئے کچھ پہاڑ پر چڑھ گئے اور اگرچہ پیغمبران کو پکارتے رہے کہ میرے پاس آ جاؤ مگر نہ آئے۔ لے ہی وہ موقع تھا کہ جب آسمان سے "لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ" کی آواز غیب سے آئی جس کو میرا نیت نے یوں نظم کیا ہے۔ ۱

۱۔ لا سیف ولا فتی کی صدا آسمان سے ہے ۲
۳۔ اللہ نے کی آپ شام ضرب علی کی

جنگ بیرالالم :-

جس وقت سرچاہ علی کے قدم آئے جنات ہزاروں تہ تیغ و دو دم آئے
فریا دکننا ساکن بیرالالم آئے یا شیر خدا دین محمد میں ہم آئے

دیجئے گا سزا پھر اگر اس راہ سے نکلیں

یوسف کی قسم ہو جو کبھی چاہ سے نکلیں ۴

میرا نیت نے مذکورہ بند میں جنگ بیرالالم کی نقشہ کشی کرتے ہوئے حضرت علی کا جناتوں پر فتح یاب ہونے کا ذکر کیا ہے۔ حذیفہ یمانی سے مذکور ہے کہ رسول خدا جنگ سے واپسی میں ایک اجاڑ وادی سے گزرے۔ آپ نے پوچھا یہ کون سا

۱۔ سیرت امیر المومنین : مفتی جعفر حسین - ۱۹۸۵

۲۔ مراثی انیس : جلد ۲ نول کشور - ۲۵

۳۔ " : جلد ۳ " - ۸۵

۴۔ " : جلد ۴ " - ۱۹۹

۳۰۵

مقام ہے تو معلوم ہوا کہ اسے وادی کثیب لزرق کہتے ہیں۔ اس جگہ ایک کنواں ہے کہ اس میں جنات رہتے ہیں۔ ان پر حضرت سلیمان کو قابو حاصل نہ ہو سکا۔ ادھر سے تیغ یمانی گزرا تھا۔ اس کے دس ہزار سپاہی انھیں جنوں نے مار ڈالا آپ نے فرمایا کہ اچھا اگر ایسا ہے تو پھر یہیں ٹھہر جاؤ۔ پھر کہا کہ دس آدمی جا کر جنوں کے کنویں سے پانی لائیں۔ صحابی گئے۔ سارا جنگل آگ بن گیا۔ لیکن ابو العاص صحابی پیچھے ہٹنے کے بجائے بڑھے اور تھوڑی دیر میں جل کر راکھ ہو گئے استغی میں جبریل نازل ہوئے اور انہوں نے سردر کائنات سے کہا کسی اور کو بھیجنے کے بجائے آپ علم دیکر علی کو بھیجئے۔ حضرت علی روانہ ہوئے رسول نے دست دعا بلند کیا۔ عفریت برآمد ہوا اور بڑے غصہ میں رہ کر پڑھنے لگا۔ آپ نے ذوالفقار سے اسے دو ٹکڑے کر ڈالا۔ اس کے بعد آگ کے شعلہ اور دھوئیں کے طوفان کنویں سے برآمد ہونے لگے۔ حضرت علی کنویں کی جگت پر چڑھ گئے۔ کنویں میں ڈول ڈالا گیا وہ بھی باہر کھینکا گیا۔ غرض کہ اسی طرح تین بار ہوا۔ بالآخر اصحاب نے رسی پکڑ لی اور علی کنویں میں اترے۔ تھوڑی دیر کے بعد رسی کٹ گئی اور علی اور اصحاب کے مابین رشتہ منقطع ہو گیا۔ اصحاب سخت پریشان ہوئے اور گریہ کرنے لگے۔ اس کے بعد یہ صدا آئی۔ اعطال الامان۔ اے علی ہمیں پناہ دو آپ نے فرمایا کلو پڑھو اماں لو۔ اس کے بعد رسی ڈالی گئی۔ حضرت امیر المومنین میں ہزار جنوں کو قتل کر کے چوبیس ہزار قبائل جنات کو مسلمان بنا کر کنویں سے برآمد ہوئے ۵ جنگ میں حضرت علی کے کنویں کی جگت پر کھڑے ہونے کے منظر کو میلانیت نے یوں نظم کیا ہے۔ ۱

۱۔ سید نجم الحسن : چودہ ستارے ۲۵-۱۲۴

خندق کو پار کر کے اور لشکر اسلام کے قریب آکر یہ آواز بلند کرنے لگا کہ کوئی ہے جو میرے مقابلہ پر آئے۔ ادھر سے سوائے علی کے کوئی اس کے مقابلہ پر نہ گیا۔ حضرت علی نے اس سے کہا کہ اسے عمر تم ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر قریش کا کوئی شخص میرے سامنے دو باتیں پیش کرے گا تو اس میں سے ایک ضرور مان لوں گا۔ اس نے کہا یہی میرا عہد ہے۔ حضرت علی نے فرمایا تو مسلمان ہو جا۔ اس نے انکار کیا۔ پھر فرمایا گھوڑے سے نیچے آ جا وہ گھوڑے سے نیچے اترا اور علی کے مقابلہ پر بڑھا۔ ایک نے دوسرے پر پیرتے بدل کر وار کئے آخر حضرت علی نے اسے قتل کر دیا۔ لے اعراب بن عبد ود کے بعد مشرکین نے پیغام بھیجا کہ ایک ہزار دینار دیں گے اور اعراب کی لاشیں ہمیں دے دیں۔ حضرت نے فرمایا اٹھا کر لے جاؤ ہم مردوں کی قیمت نہیں کھاتے۔ حضرت اعراب بن عبد ود کا سر لے کر پیغمبر اسلام کی طرف روانہ ہوئے تو روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے استقبال کیا اور حضرت علی کے سر پر بوسہ دیا اور ہاجرین و انصار نے کہا کہ جب تک ہم زندہ ہیں آپ کے شکر گزار رہیں گے۔ یہی وہ جنگ ہے کہ جب علی اعراب بن عبد ود کے مقابلے پر چلے تو مرسل اعظم نے کہا۔ آج کل ایمان کل کفر کے مقابلہ پر جا رہا ہے۔ اور جب ضربت علی نے اعراب بن عبد ود کے سر کو دو پارہ کر دیا تو پیغمبر نے سندوی کی علی کی ایک ضربت ثقلین کی عبادتوں پر بھاری ہے۔ میرا میں نے اعراب بن عبد ود کے قتل کا منظر علی کے زور بازو سے

۱۔ تاریخ طبری: جلد ۸۸ ۲۔ مناقب ابن شہر آشوب (مجمع الفضائل) مترجمہ ظفر حسن ص ۸۹

۳۔ مناقب ابن شہر آشوب (مجمع الفضائل) مترجمہ ظفر حسن ص ۸۹

۴۔ سید علی حیدر: تاریخ ائمہ ص ۱۳۳، تاریخ ائمہ ص ۱۱۹۔ سیرت المؤمنین ص ۲۲۵۔ مناقب

ابن شہر آشوب (مجمع الفضائل) مترجمہ ظفر حسن ص ۱۰۰

۱۔ کہتی تھیں پریاں سلیمان کی قسم
حضرت یوسف کھڑے ہیں چاہ پر

جنگ خندق:

۱۔ خندق کو اسی تیغ نے لاشوں سے بھرا تھا ۲۔
۳۔ خندق کی طرح بہنے لگے خون کے نالے ۴۔
میرا میں نے مذکورہ بالا مصرعوں میں جنگ خندق جس کو مورخین نے جنگ اعراب بھی لکھا ہے حضرت علی کی شمشیر زنی کی تعریف نظم کی ہے۔
جنگ خندق کا دوسرا نام قرآن کی زبان میں اعراب ہے۔ دونوں نام اپنے اندر ایک وجہ تسمیہ رکھتے ہیں۔ خندق تو اس لیے نام پڑا کہ مرسل اعظم نے لشکر کفار اور لشکر اسلام کے درمیان خندق کھدوائی تھی۔ اور اعراب اس لیے نام پڑا کہ اس معرکہ میں کئی قبیلے کے لوگ شامل ہو کر اسلام کے مد مقابل آئے تھے۔ چونکہ حزب کی جمع ہے اعراب جس کے معنی گروہ کے ہیں۔ یہ جنگ سہ ماہی میں واقع ہوئی ابوسفیان نے اس جنگ میں متعدد قبائل کو اپنے ساتھ لیا۔ یہ سب اور اہل قریش مل کر اٹھا رہ ہزار کی جمیعت ہو گئی۔ اور مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی۔ یہ وہ جنگ ہے جس میں لشکر کفار کا ایک بہادر سردار اعراب بن عبد ود

۱۔ میرا میں: جلد ۳ نول کشور ص ۸۵

۲۔ " " : " " ۴ " " ۱۵۵

۳۔ " " : " " ۱ " " ۵۷

۴۔ مناقب ابن شہر آشوب (مجمع الفضائل) مترجمہ ظفر حسن ص ۸۹

رات بھر صحابہ پریشان رہے کہ یہ علم کس کو ملتا ہے۔ صبح کو دفعتاً رسول
خدا نے پوچھا کہ علی کہاں ہیں لوگوں نے کہا کہ وہ آشوبِ حشم میں مبتلا ہیں۔ غرض حسب
طلب علی حاضر ہوئے۔ پیغمبر نے علی کو علم دیا۔ علی علمِ اسلام کے میدان میں آئے۔ باب
خیبر کو اکھاڑ کر بھینک دیا۔ اس منظر کو انیس نے یوں نظم کیا ہے۔ ۷
جب تاک نہ گئی فوجِ خدا قلعہ میں بالکل
تھا مے رہے اک ہاتھ سے درِ صائب لُڈل
ادھر حربِ علی کے مقابلہ پر یہ کہتا ہوا آیا کہ میں مہرب ہوں۔ میری ماں نے میرا نام رکھا ہے
میں جنگِ آزموہ ہوں۔ تو حضرت علی نے فرمایا۔ ”میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام

۲ تاریخ طبری : جلد ۱ ص ۹۳

جنگِ خیر :-

۷ گویا درِ خیبر کو علی گھول کے نکلے سے
۸ خیبر کی طرح قلعہ گمردوں کو الٹ دیں سے
میر انیس نے مذکورہ بالا مصرعوں میں حضرت علی کی لاجواب شجاعت کی طرف اشارہ کیا ہے جو انہوں نے جنگ خیبر میں دکھائی تھی۔
خیبر کی جنگ ۸ سے میں یہودیوں سے ہوئی تھی۔ مدینہ سے تقریباً پچاس میل کے فاصلہ پر یہودیوں کی بستی تھی۔ وہاں بہت سے قلعوں میں یہودی آباد تھے ان تمام قلعوں میں قنوس نامی قلعہ کو بڑی اہمیت حاصل تھی اور یہی قلعہ تاریخ و

<u>18</u>	"	"	1		"	:	"	:	2
<u>44</u>	"	"	6		"	:	"	:	2

حیدر رکھا ہے۔ میں تلوار سے تہیں اس طرح قطع کروں گا جس طرح 'آک' کا درخت کاٹا جاتا ہے۔ میں نہایت تند خو بہادر شیر نیتاں ہوں۔ دونوں نے ایک دوسرے پر وار کئے مگر حضرت علی نے بڑھ کر ایسا وار کیا کہ جس سے تلوار اس کے پتھر کے خود اور سر کو پھیرتی ہوئی حرب کے ڈاڑھوں تک اتر گئی بلکہ

فتح مکہ : کعبہ میں علی کی بت شکنی

خالی کیا علی نے بتوں سے خدا کا گھر عزہ کہاں ہیں لات و قبل آج ہیں کدھر غل تھا علی میں دوش محمد پر جلوہ گر مصحف مصحف آج ہے اور نور نور پر سب سے علی کا مرتبہ اعلیٰ ہے دیکھ لو شیر خدا کی شان دو بالائے دیکھ لو ۲

میرا نیس نے مذکورہ بند میں فتح مکہ کی منظر کشی کرتے ہوئے حضرت علی کی بت شکنی کو نظم کیا ہے۔ فتح مکہ شہ میں ہوئی جب مرسل اعظم ہزار فوج اسلام لے کر مکہ میں داخل ہوئے اور سب سے پہلے پیغمبر نے بت شکنی کی طرف توجہ فرمائی تاکہ خانہ کعبہ بتوں سے پاک ہو جائے۔ نبی خدا نے علی سے کہا تم میرے کاندھوں پر سوار ہو کر بتوں کو توڑ دو گے۔ پیغمبر خدا نے اپنے کاندھوں پر علی کو بلند کیا تو بڑا بت جھٹل جواہنی میخوں سے گڑا ہوا تھا۔ جھٹکا دے کر اکھاڑ لیا اور زمین پر پھینک دیا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ یہ انجام دیکھ کر علی مسکراتے ہوئے اترے اور کہا یا رسول اللہ میں اتنی بلندی پر سے کودا ہوں مگر ذرا چوٹ نہیں آئی فرمایا رَفَعْتَ مُحَمَّدًا وَ

۱۔ تاریخ طبری : جلد ۱ ص ۱۱۱

۲۔ مراثی انیس : نول کشور ج- ۲ ص ۱۲۷

انزل ربای جبریل۔ اے علی چوٹ کیوں کر آتی جب کہ محمد نے تہیں بلند کیا اور جبریل امین نے تہیں اتارا ہے۔ ۱

جنگ حنین :-

۲ نورنگاہ فاتح بدر و حنین ہے ۳
میرا نیس نے مذکورہ مصرعہ میں جنگ حنین کا ذکر کرتے ہوئے حضرت علی کی فتح کو نظم کیا ہے۔ حنین مکہ سے تین فرسخ کے فاصلہ پر طائف کی طرف ایک وادی کا نام ہے۔ اسی مقام پر یہ جنگ شہ میں واقع پذیر ہوئی۔ "نبی ہوا زن اور بنی ثقیف کی باغیانہ کوشش نے مسلمانوں سے جنگ کی نوبت پیدا کر دی تھی۔ اس مقام کا محاصرہ بیس دن تک رہا۔ یہ جنگ مسلمانوں کے لئے بڑی آزمائش کا مرحلہ تھا چونکہ لشکر اسلام میں فتح مکہ کے نتیجے میں مسلمان ہونے والوں کی ایک تعداد ایسی تھی جو اسلام کی سر بلندی کے بھان کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہ تھے مگر اکثریت انھیں مسلمانوں کی تھی جو ہر موقع پر اسلام کے سینہ سپر رہے مگر فتح مکہ کے پہلے کے مسلمان بڑا بعد کے کسی نے بھی اسلام کی شکست میں کد نہ اٹھا رکھی تھی۔ اگر اس موقع پر پیغمبر اکرم اور ان کے گنتی کے چند اقارب بھی میدان سے ہٹ جاتے تو ایسی شرمناک شکست ہوتی کہ سابقہ فتوحات پر بھی پانی پھر جاتا۔ اسی جنگ میں سب سے زیادہ

۱۔ مفتی جعفر حسین : سیرت امیر المومنین ص ۲۶۵

۲۔ مراثی انیس : جلد ۱ نول کشور ص ۵

۳۔ شیخ احمد حسین : تاریخ احمدی۔ ص ۱۲۲-۱۲۳

۴۔ مفتی جعفر حسین : سیرت امیر المومنین۔ ص ۲۷۲

ثبات قدمی کا مظاہرہ حضرت علی نے کیا اور بھلا گئے ہوئے مسلمان پھر واپس آئے کافروں سے جنگ ہوئی اور مسلمان کامیاب ہو گئے۔ "اس جنگ میں ستر کافر اور چار مسلمان مارے گئے۔ کافروں کو زیادہ تر حضرت علی نے قتل کیا۔" ۱۷

جنگ جمل :

۱۷ پائی نہ اماں لشکر صفین و جمل نے ۱۷

میر انیس نے مذکورہ مصرعہ میں جنگ صفین اور جنگ جمل میں حضرت علی کی تیغ زنی سے مقابلہ پر آنے والے لشکروں کی شکست و اضطراب کو نظم کیا ہے۔ جنگ جمل سلسلہ میں واقع ہوئی۔ جب حضرت علی برسرِ اقتدار ہوئے تو طلحہ و زبیر اور حضرت عائشہ ان سب کا ہاتھ عثمان کے قتل میں تھا۔ اس لئے اپنے دامن سے اس داغ کو مٹانے کے لئے حضرت علی پر قتل عثمان کا اتہام لگایا اور ایک کثیر تعداد مخالفین کی تیار کر کے بصرہ کی طرف روانہ ہو گئیں۔ اس جنگ کا نام جمل اس لئے پڑا کہ یہ جنگ اونٹ پر سوار ہو کر لڑی گئی۔ چونکہ جمل کے معنی اونٹ ہوتے ہیں حضرت عائشہ اونٹ پر سوار ہو کر اس جنگ میں گئی تھیں۔

محمد بن ابی بکر نے اپنی بہن (عائشہ) کو لڑائی سے روکا تھا اور وہ حضرت علی کے لشکر میں تھے۔ ام المومنین کی فوج کی تعداد تیس ہزار تھی اور حضرت علی کا لشکر بیس ہزار تھا۔ دوران جنگ حضرت علی نے حکم دیا کہ اسے محمد بن ابی بکر اپنی ہمیشہ حضرت عائشہ

کے قریب پہنچو اور عرض کرو کہ علی کا حکم ہے کہ عائشہ کا ہودج مقتولین کے درمیان سے اٹھایا جائے۔" حضرت علی کے اس حکم کے بعد محمد بن ابی بکر ایک جماعت کے ساتھ ہودج کے قریب پہنچے اور ہودج کے اندر اپنا ہاتھ ڈالا۔ حضرت عائشہ نے پوچھا کون ہے۔ محمد نے جواب دیا تمہارا اچھا بھائی۔ لے جنگ فتح کرنے کے بعد جناب امیر نے جناب عبداللہ بن عباس کو بصرہ کا گورنر بنا دیا۔ سو کہ رجب ۳۶ھ کو اپنے پورے لشکر کے ساتھ کوثر روانہ ہوئے۔" ۱۸

جنگ صفین :

۱۷ پائی نہ اماں لشکر صفین و جمل نے ۱۷

جنگ صفین ۳۶ھ میں ہوئی۔ یہ جنگ بھی انتقام خون عثمان کا بہانہ تھی۔ تاریخ فروع الذہب میں ہے کہ حضرت علی کی روانگی کو ذی صفین کی طرف پیش شوال ۳۶ھ کو ہوئی۔ ۱۹ یہ جنگ لیلۃ الہرب کے نام سے مشہور ہے۔ معاویہ کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی اور حضرت علی کے لشکر کی تعداد پچاس ہزار اسی جنگ میں فرات کے گھاٹ پر معاویہ کا قبضہ ہو گیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں علی کی فوج پر پانی بند کر دیا گیا تھا۔ لیکن جب علی کا لشکر فرات پر قابض ہوا اور دشمن کی فوج پیاس سے جاں بلب ہوئی تو حضرت نے اپنے لشکر کے جانبازوں کے پاس کہلا

۱۷ تاریخ طبری : جلد ۳ ص ۲۶۶

۱۸ آقائی سید علی حیدر : تاریخ ائمہ ص ۲۰۲

۱۹ مراثی انیس : جلد ۴ ذیل کشور ص ۱۵۹

۲۰ شیخ احمد حسین : تاریخ احمد ص ۲۵۴

۱۷ کشمیر ابن ہشام : جلد ۲ ص ۲۶۱

۱۸ مراثی انیس : جلد ۴ ذیل کشور ص ۱۵۹

۱۹ سید ظفر حسن : سوانح عمری حضرت علی ص ۱۰۴

بھیجا۔ اپنی ضرورت کا پانی لے کر اپنے لشکر کے ساتھ واپس لوٹ آؤ اور پانی پر کوئی روک ٹوک نہ کرو کیوں کہ اللہ نے ان کی سرکشی اور ظلم کے باعث ہی تمہاری مدد فرمائی ہے۔ یہ " ایسی گھمسان جنگ ہوئی کہ معاویہ کے نوے ہزار اور حضرت علی کے بیس ہزار آدمی مارے گئے۔ ۲۵

ناصران اسلام اور اصحاب رسول

حضرت ابوطالب :

۱۔ بولے یہ محمد سے ابوطالب والا ۲۶

میرا نیس نے اس مصرعہ میں رسول کے چچا ابوطالب کی حمایت رسول کے پس منظر میں ان کے ہم کلام ہونے کو نظم کیا ہے۔ حضرت ابوطالب کے باپ کا نام عبدالمطلب تھا۔ باپ کی وفات کے بعد کہ کی سرداری اور کعبہ کی تولیت آپ کے حصہ میں آئی۔ چونکہ مرسل اعظم کی ولادت سے پہلے ہی ان کے پدر بزرگوار حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ لہذا آپ کی پرورش آپ کے دادا عبدالمطلب نے کی اور جب عبدالمطلب کی زندگی کا آخری دور آیا تو آپ نے مرسل اعظم کی پرورش کی ذمہ داری حضرت ابوطالب کے حوالہ کر دی۔ یہ عمل ابوطالب نگاہ خدا میں اتنا پسندیدہ ہوا کہ قرآن مجید میں خدا کو کہنا پڑا

۱۔ تاریخ طبری : جلد ۳ ص ۲۴۲

۲۔ آقا فی سید علی حیدر : تاریخ ائمہ - ص ۲۶

۳۔ مرانی انیس : جلد ۲ ، نول کشور ص ۳۵

(المیجدل یتیمًا فادى) یعنی اے میرے حبیب تم یتیم تھے تو خدا نے پرورش کے لئے پناہ دی۔ اس پناہ کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ حضرت ابوطالب کی پناہ تھی۔ یعنی محمد رسول کریم کو پناہ دینے والے حضرت ابوطالب تھے۔ ان کی پناہ کو خدا نے اپنی پناہ و حفاظت قرار دیا ہے۔ اس سے حضرت ابوطالب کی توحید پرستی اور بلندی مرتبہ کا اظہار ہوتا ہے۔ ۲۷

حضرت عقیل :-

۱۔ عاقل کمال تھا پسر حضرت عقیل ۲۸

میرا نیس نے مذکورہ مصرعہ میں جناب ابوطالب کے فرزند عقیل کی فراست اور دانائی کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت ابوطالب کے دوسرے فرزند حضرت عقیل تھے۔ یہ عمر میں حضرت علی سے بیس سال بڑے تھے۔ حضرت عقیل کے بارے میں " رسول خدا فرماتے تھے کہ میں تم کو دو محبتوں کی وجہ سے بہت زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔ ایک تو خاندانی قرابت کی وجہ سے کہ تم میرے چچا زاد بھائی ہو۔ اور دوسرے اس وجہ سے کہ میرے چچا حضرت ابوطالب کو بہت دوست رکھتے ہوئے مکہ کے مشرکوں نے جناب عقیل کو بھی مجبور کر کے بدر کی جنگ میں بھیجا تھا۔ جس میں آپ کو قید کر لیا گیا تھا تو آپ کے چچا حضرت عباس نے اپنے پاس سے آپ کا فدیہ دیکر آپ کو چھڑا لیا تھا۔ آپ واقعہ حدیبیہ کے قبل ہی اپنا اسلام ظاہر کر کے شہر میں مدینہ آ گئے تھے۔ چنانچہ

۱۔ محمد بشیر انصاری : تاریخ اسلام ص ۲۵

۲۔ مرانی انیس : جلد ۱ - نول کشور ص ۵۲

۳۔ سید علی حیدر : تاریخ ائمہ ص ۹۵

میں جناب عقیل رسول خدا کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ آپ میں جہاں تمام خصوصیات تھیں وہاں ایک امتیازی وصف یہ بھی تھا کہ آپ بہت بڑے نسب تھے۔ قریش سے زیادہ عقیل خود ان کے حسب و نسب سے واقف تھے۔ اور ان کے بارے میں صاف صاف باتیں بیان کر دیتے تھے۔ "آپ کے پاس ایک بوڑھا تھا جو آپ کے لئے رسول اللہ کی مسجد میں بچھا دیا جاتا تھا۔ لوگ نسب اور واقعات عرب کی معلومات حاصل کرنے کی غرض سے آپ کے پاس کثرت سے پہنچا کرتے تھے" لے

حضرت جعفر طیار :-

۱۔ اک حضرت حمزہ تھے تو اک جعفر طیار ۲

میرا نہیں نے مذکورہ مصرعہ میں جناب حمزہ اور جناب جعفر طیار کی انفرادیت کو نظم کیا ہے۔ حضرت ابوطالب کے تیسرے فرزند کا نام جعفر ہے۔ آپ عمر میں حضرت علی سے دس سال بڑے تھے۔ آپ صورت میں رسول خدا سے بہت مشابہ تھے۔ "ابوطالب نے نبی و علی کو نماز پڑھتے دیکھا تو جعفر سے کہا تم بھی اپنے چچا کے بیٹے کے پہلو میں مل کر نماز پڑھ لو اور تم ان کے بائیں طرف کھڑے ہو جانا" لے "جناب جعفر نے دو ہجرتیں کیں۔ ایک ہجرت حبش کی طرف اور دوسری مدینہ کی طرف۔ جناب جعفر کو مرسل اعظم نے غزوہ موتہ میں لشکر اسلام کے ساتھ بھیجا۔ غزوہ موتہ میں بہت سخت لڑائی ہوئی۔ یہاں تک کہ زید بن حارثہ شہید ہو گئے۔ ان کے بعد جعفر طیار نے جھنڈا لیا اور لڑے یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔ اسلام میں

۱۔ سید علی حیدر : تاریخ ائمہ ۹۵

۲۔ مرآۃ النیس : جلد ۳ - ذیل کشور ص ۵۵

۳۔ سید علی حیدر : تاریخ ائمہ ۹۳

وہ پہلا شخص ہے کہ جنہوں نے گھوڑے کے پیڑھے جب لڑائی ہو رہی تھی تو جعفر کے دونوں ہاتھ کٹ گئے اور جھنڈا انہیں کے پاس رہا۔ انہوں نے اس کو پھینکا نہیں بلکہ اس کو دانتوں سے کپڑا لیا رسول خدا فرماتے تھے کہ اس کے عیوض اللہ نے انہیں دو پو دیئے ہیں۔ جن سے وہ جنت میں اڑتے پھرتے ہیں۔ لے میرا نہیں نے اس حقیقت کو یوں نظم کیا ہے ۵

ہاتھوں کے بدلے حق نے جواہر کے پو دیئے ۷

حضرت حمزہ :-

۱۔ اک حضرت حمزہ تھے اک جعفر طیار ۲

میرا نہیں نے مذکورہ مصرعہ میں جناب حمزہ کا ذکر جناب جعفر طیار سے پہلے اس لئے کیا ہے کہ جناب حمزہ یا اعتبار سن بھی بزرگ ہیں اور شہادت میں بھی جناب جعفر کے پیش رو ہیں۔ حضرت حمزہ، حضرت عبدالمطلب کے فرزند اور مرسل اعظم کے چچا تھے۔ "ان کی ماں ہالہ بنت وہب حضرت آمنہ مادر رسول خدا کی چچا زاد بہن تھیں۔ اس طرح آپ آں حضرت کے خالہ زاد بھائی بھی ہوئے۔ آپ کو اور آں حضرت کو نویسہ بنہ دودھ پلایا تھا۔ اس طرح آپ آں حضرت کے رضائی بھائی بھی ہوئے" لے جناب حمزہ نے بھی مدینہ سے ہجرت کی اور جنگ بدر میں لشکر اسلام میں شامل ہو کر بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ غزوہ احد میں کافروں کو قتل کیا اور آخر کار وحشی نامی حبشی نے نیزہ مار کر آپ

۱۔ سید علی حیدر : تاریخ ائمہ ۹۹

۲۔ مرآۃ النیس : جلد ۴ ، ذیل کشور ص ۵۵

۳۔ " : " ۳ ، " ، " ص ۵۵

۴۔ سید حیدر علی : تاریخ ائمہ ۹۳

آپ نہایت مغموم و محزون واپس آئے۔ لے مالک کی عظمت و کردار کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ ابن الحدید کی شرح نہج البلاغہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مالک اشتر شجاع بہادر اور امیر المومنین کی محبت میں ثابت قدم اور بخت تھے بلکہ مالک اشتر کے بارے میں حضرت علی کی حدیث مشہور ہے کہ ”جب آپ کے انتقال کی خبر حضرت علی نے سنی تو فرمایا کہ وہ میرے لئے ایسے ہی تھے جیسا میں حضرت رسول خدا کے لئے تھا۔“

حضرت قنبر:-

قنبر کا جو مول ہے غلام اس کا ہوں ۴
میرا نیس نے مذکورہ مصرعہ میں حضرت علی کی غلامی پر افتخار کے اظہار کے لئے قنبر کی غلامی سے آقا تک اور آقا سے اپنی غلامی تک خط افتخار کھینچا ہے۔ حضرت قنبر امیر المومنین کے مشہور غلام تھے۔ جب کسی نے جناب قنبر سے پوچھا کہ تم کس کے غلام ہو تو قنبر نے جواب دیا کہ ”میں اس کا غلام ہوں جو دو تلواروں سے جہاد کرتا اور دو نیزوں سے لڑتا تھا۔ جس نے دونوں قبلہ کی طرف نماز پڑھیں۔ دونوں بیعتیں اور دونوں ہجرتوں کا شرف حاصل کیا اور لمحہ کے لئے کبھی کافر نہیں رہا۔“ جناب قنبر کو حب ظالم و جابر بادشاہ حجاج بن یوسف نے گرفتار کر دیا اور محبت علی کے جرم میں قتل کا حکم دیتے ہوئے قنبر سے کہا کہ تم کس طرح قتل ہونا پسند کر دگے تو جناب قنبر

لے سید علی حیدر: تاریخ ائمہ ص ۲۶۸

لے سید سعادت حسین: اصحاب امیر المومنین کی قربانیاں ص ۷

لے سید علی حیدر: تاریخ ائمہ ص ۲۲۷

لے مرثی انیس: جلد ۱ نول کشور ص ۳۶

لے سید علی حیدر: تاریخ ائمہ ص ۲۲۷

کو بتاریخ ہ شوال ۳۲ھ مطابق ۶۲۵ء کو شہید کر دیا۔ آں حضرت کو بہت صدمہ ہوا آپ کی لاش کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ اے چچا اللہ آپ پر رحم کرے بیشک آپ بڑے صلہ رحم اور نیکی کرنے والے تھے۔ جب آں حضرت نے حضرت حمزہ کو قتل پایا تو بہت روئے۔“ لے

حضرت مالک اشتر:-

شور عالم میں ہے کہ مالک اشتر تھے کون ۵
میرا نیس نے مذکورہ مصرعہ میں مالک اشتر کی شجاعت کے عام شہرہ کو استفہامی انداز میں پیش کیا ہے۔ حضرت مالک اشتر حضرت علی کے مشہور اور جانباز صحابی تھے۔ آپ کا نام مالک اور لقب اشتر تھا۔ نہج البلاغہ میں حضرت علی نے حضرت مالک اشتر کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ ”مالک کیا شخص تھا۔ خدا کی قسم اگر وہ پہاڑ ہوتا تو ایک کوہ بلند ہوتا۔ وہ پتھر ہوتا تو درہ سنگ گراں ہوتا۔ نہ تو اس کی بلندیوں تک کوئی پہنچ سکتا ہے اور نہ کوئی پرندہ وہاں تک پر مار سکتا ہے۔“ حضرت مالک اشتر نے شجاعت کے جوہر جنگ جمل اور جنگ صفین میں دکھائے اور مالک اشتر کے کمال عرفان کی شان تھی کہ جنگ صفین میں حضرت علی کو جنگ روکنے پر مجبور کیا گیا کہ اب جنگ روک دیجئے تو حضرت علی سے لشکر کے سپاہیوں نے کہا کہ آقا مالک اشتر کو بھی واپس بلا لیجئے۔ اور جب علی کا قاصد مالک اشتر کے امام کا حکم نامہ لے کر پہنچا تو

لے سید علی حیدر: تاریخ ائمہ ص ۹۳

لے مرثی انیس: جلد ۱ - نول کشور ص ۳۱

لے نہج البلاغہ: ترجمہ جعفر حسین ص ۹۱۲ تا ص ۹۱۳

مقرر ہو گئے۔" اے بلال کی اذان مرسل اعظم کو اتنی پسند تھی کہ جب لوگوں نے شکایت کی کہ بلال کا تلفظ درست نہیں ہے وہ "س" کی جگہ "ش" کہتے ہیں تو مرسل اعظم نے جواب دیا کہ "سینو بلال شینو عند اللہ"۔

حضرت سلمان :

۱۔ زہد میں حضرت سلمان کے برابر تھا کون ۳۱
میر انیس نے مذکورہ مصرعہ میں جناب سلمان فارسی کے زہد و تقویٰ کی بلندی کو نظم کیا ہے۔ حضرت سلمان فارسی کے رہنے والے تھے اس لئے آپ کو سلمان فارسی بھی کہتے ہیں۔ "آپ پہلے ایران میں مجوسی (آگ پوجنے والے) تھے"۔ کئے بعد میں مسلمان ہوئے اور بزمِ پیغمبر میں حاضر ہونے کے بعد ایمان کے اس درجہ پر پہنچے کہ جب حضرت سلمان کے بارے میں کسی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا "اولین وآخرین (سب) کا علم حاصل ہے۔ وہ ایسے دریا ہیں جو خشک نہیں ہوتا۔ المسلمان ممتا اهل البیت، سلمان ہم اہلبیت میں سے ہیں"۔ ایک دن حضرت علی نے سلمان سے ان کے ایمان آوری کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ میرا دل محمد کی طرف خود بخود کھینچ رہا تھا جب سلمان کے بارے میں فرمایا کہ سلمان ایمان کے دس درجوں پر فائز ہیں حضرت علی نے اپنے

۱۔ سید علی حیدر : تاریخ ائمہ ۱۱۱-۱۱۲

۲۔ سید علی نقی : مجموعہ تقاریر ص ۹ جلد اول

۳۔ مراثی انیس : نائب حسین جلد ۴ ص ۴۹

۴۔ سید علی حیدر : تاریخ ائمہ ۱۶۲

۵۔ " : " : " ۱۶۳

نے جواب دیا کہ قیامت میں تو جس طرح قتل ہونا پسند کرے۔" میں تو شہیدوں کا درجہ پاؤں گا۔ اور تو ظالموں اور بد بختوں کے گرد میں ہو جائے گا۔ حجاج نے حکم دیا اور آپ فوراً قتل کر دیئے گئے۔" ۱

حضرت بلال :-

۱۔ غلام سمجھیں اگر قبر و بلال مجھے ۲۰
میر انیس نے مذکورہ یا لامصرعہ میں علی کے غلاموں کی غلامی کو بھی سبب افتخار محسوس کرتے ہوئے قبر و بلال کا ذکر کیا ہے۔ جناب بلال کا وطن حبش تھا۔ ابتدا میں مکہ کے کسی قریش کے غلام تھے۔ مرسل اعظم پر یقین و ایمان لانے کے بعد اہل وطن نے آپ پر بڑے مظالم ڈھائے۔ "لوہے کی گرم اور آتشیں سلاخوں کو بلال کے جسم میں پیوست اور راسخ کر دیا گیا۔ مگر ہر سختی اور مصائب پر بھی حضرت بلال اسلام کے سچے طرف دار رہے۔" ۱ جب مرسل اعظم نے ہجرت کی تو بلال بھی مدینہ چلے گئے۔ کافی میں حضرت امام جعفر صادق آل محمد سے روایت ہے کہ جب جبریل امین اذان کا حکم لے کر رسول اللہ کے پاس نازل ہوئے اس وقت آپ حضرت کا سر مبارک جناب امیر کی گود میں تھا۔ جناب جبریل نے اذان و اقامت کہی اور جب رسول اللہ بیدار ہوئے تو پوچھا اے علی تم نے بھی سنا۔ عرض کی ہاں۔ فرمایا بلال کو تعلیم کر دو۔ پس حضرت علی نے بلال کو بلا کر اذان تعلیم کر دی اور اسی وقت سے بلال "مؤذن"

۱۔ سید علی حیدر : تاریخ ائمہ ۲۲ ص ۲۲

۲۔ مراثی انیس : جلد ۲ نول کشور ص ۳۴

۳۔ ابوالحسن علی ندوی : محمد رسول اللہ ص ۱۱

۳۲۲

دور حکومت میں جناب سلمان کو مدائن کا گورنر مقرر کر کے بھیجا۔ گورنر کے عہدہ پر فائز ہونے کے بعد سلمان کے زہد و قناعت کی یہ شان تھی کہ معمولی بوریہ، مٹی کا لوتا، بھٹی ہوئی عبا کے ساتھ جب سلمان مدائن پہنچے تو ”لوگوں نے پوچھا کہ کہیں راستہ میں آئی ہوئی گورنر کی سواری آپ کو نہیں ملی۔ انہوں نے جواب دیا کہ جس گورنر کا آپ لوگ انتظار کر رہے ہیں وہ میں ہی ہوں۔ دارالامارہ میں قیام رہے گا۔ کہا فیروں کو دارالامارہ سے کیا کام۔ مجھے کسی مسجد میں پہنچا دو میں وہیں قیام کروں گا“ لے

حضرت ابوذر :

۱۔ ناردوزخ سے ابوذر کی طرح حر تھا ۲۔

میرانیس نے مذکورہ مصرعہ میں دو الگ الگ کرداروں کو ایک ساچھ میں ڈھال دیا ہے۔ حر کی مثال ابوذر سے دے کر ابوذر کو ن تھے، کیا تھے، بنا کر دیا۔ حضرت ابوذر مرسل اعظم کے محترم صحابیوں میں ہیں۔ آپ کا نام جناب تھا۔ آپ کے والد جناب بن سفیان قبیلہ غفار کے ایک شخص تھے۔ جب آپ حضرت مکہ میں تھے تب ہی آپ مسلمان ہوئے۔ مسلمان ہونے میں آپ کا چوتھا یا پانچواں نمبر تھا۔ علامہ شبلی کی تحقیق کے مطابق ”اسلام لانے والوں میں جناب ابوذر کا نمبر چھٹا یا ساتواں تھا۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے کہ وہ پہلے سے بت پرستی چھوڑ چکے تھے۔ اور غیر متعین طریقہ سے جس طرح ان کے ذہن میں آتا تھا خدا کا نام لیتے تھے۔

۱۔ مقبول احمد : سلمان محمدی ص ۹۱

۲۔ مرآۃ انیس : جلد ۱ ، نوکشور ص ۹۳

۳۔ سید علی سید : تاریخ ائمہ ص ۱۵۹

۳۲۳

جب آپ حضرت کا حال سنا تو اپنے بھائی کو بھیجا کہ وہ صحیح خبر لائیں۔ وہ مکہ میں آئے اور آپ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن مجید کی سورتیں سنیں۔ واپس جا کر ابوذر سے کہا میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ جس کو لوگ مرتد کہتے ہیں وہ عکرم اخلاق سکھاتا ہے اور کلام سناتا ہے۔ وہ شعر نہیں کوئی اور چیز ہے۔ تمہارا طریقہ اس سے بہت ملتا جلتا ہے۔ ابوذر کو تسکین نہیں ہوئی۔ خود مکہ میں آئے۔ زبان مبارک سے آپ کا ارشاد سنا اور اسلام قبول کر لیا۔ وہ تمام عمر دنیاوی تعلقات سے الگ رہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ جو شخص زرو مال جمع کرتا ہے وہ مسلمان نہیں۔ چنانچہ اس بنا پر حضرت عثمان نے اپنے زمانے میں ان کو مدینہ سے دور بھیج دیا تھا۔ لے

جناب ابوذر کے بارے میں مرسل اعظم نے ارشاد فرمایا کہ ”زمین نے فرش نہیں

بچھایا اور آسمان نے سایہ نہیں کیا کسی ایسے صادق پر جیسے ابوذر ہیں“ لے

حضرت ابوذر کی وفات عالم غربت میں ’ربذہ‘ جاتے وقت ہوئی۔

حضرت مقداد :

۱۔ کون مقداد تھے سلمان اباذر تھے کون ۳۔

میرانیس نے مذکورہ مصرعہ میں حسن استفہام سے مصرعہ میں جناب مقداد جناب سلمان اور جناب اباذر کا ذکر ایک ساتھ کیا ہے۔ حضرت مقداد کے باپ کا نام اسود تھا یہ قبیلہ کنده کے رہنے والے تھے اس لئے آپ کو ابن اسود بھی کہتے ہیں۔ یہ ہجرت سے

۱۔ علامہ شبلی نعمانی : سیرۃ النبی جلد ۱ ص ۱۵۲

۲۔ سید نجم الحسن النقاد ص ۱۱۰

۳۔ مرآۃ انیس : نائب حسین - جلد ۱ ص ۲۹

۱۰ دادی شرف آسیہ مریم و سارا ۴۴

۱۰ بشیر احمد انصاری : تاریخ اسلام - جلد ۱ ص ۱۳۱

۵۲ " " : " " - جلد ۱ ص ۱۱

“ ” “ ” “ ” “ ”

۴۷ مراۃ النیس : جلد ۱ نول کشور ص ۱۷۱

حضرت خواجہ :-

۷ حوّا کا افتخار ہے مریم کا فخر ہے ۲

میرا نیس نے مذکورہ مصرعہ میں جو ایک بند کی بیت کا آخری مصرعہ ہے
بنت رسول جناب فاطمہ کی مدح جناب حواء اور جناب مریم کا ذکر کر کے کیا ہے
ظاہر ہے کہ بنت رسول کی عظمتوں کا اگر کچھ اندازہ ہو سکتا ہے تو اسی وقت یہ
انسان جناب حواء اور جناب مریم کی عظمتوں سے حتی الامکان واقف ہو۔

حضرت ہوا حضرت آدم کی زوجہ تھیں۔ پروردگار نے ”ہوا کو آدم کی باقی ماندہ اس طینت سے پیدا کیا جو ان کے پہلو اور پسلیاں بنانے سے بچ گئی تھیں۔“ جناب ہوا کی خلقت کا ذکر کرتے ہوئے امام جعفر صادق ارشاد فرماتے ہیں کہ ”یہ وحی کے ذریعہ مخلوق ہوئیں۔“ جب پروردگار عالم مٹی سے آدم کو بنا چکا تو سب سے پہلے جناب آدم نے انگور کھائے۔ خدا نے ان کو نیند دے دی اور حوا کو پیدا کر کے ان کے درمیان کر دیا۔ جب حوا نے حرکت کی تو آدم جاگ گئے اور ابی ہوا

۱۹ سید علی حیدر : تاریخ ائمہ ص ۱۹

۲۷ مراۃ انیس : جلد ۲ نول کشور ۵۳

۳ بشیر احمد انصاری : تاریخ اسلام ، جلد اول تا ۱۲

۴۲ باقر مجلسی: حیات القلوب۔ جلد ۱ ص ۵۹ مترجمہ بشارت حسین

میرا نیس نے مذکورہ مصرعہ میں بنت ختم المرسلین جناب فاطمہ کا مرتبہ بتانے کے لئے تین ایسی خواتین کا نام لیا ہے جن میں سے ایک نے جناب موسیٰ کی پرورش کی ایک جناب علیؑ کی ماں ہیں اور ایک جناب ابراہیم کی بیوی اور جناب اسحاق کی ماں ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی فاطمہ کی ہمسر نہیں۔ بلکہ فاطمہ ان سب کے لئے عزت و شرف کا سبب ہیں۔

حضرت سارا حضرت ابراہیم کی زوجہ اولی تھیں۔ آپ کے والد کا نام لاج تھا۔ چونکہ حضرت ابراہیم شہر سارہ میں پیدا ہوئے تھے اور زمین بابل میں ایک عرصہ تک قیام رہا اور جب جناب سارہ سے عقد ہو گیا تو انہوں نے اپنی ساری دولت ابراہیم کے حوالے کر دی۔ حضرت ابراہیم نے اپنی محنت و مشقت سے سرمایہ میں کافی اضافہ کر لیا۔ اور حضرت سارہ کی ہی ملکیت سب دولت سارا کے سب سے بڑے رہیں ہو گئے۔ قوط سالی کی وجہ سے سارہ یا سے مصر کی جانب روانہ ہو گئے اور ایک صندوق بنا کر اس میں سارا کو بٹھایا اور اپنا تمام مال و غلہ ساتھ لیا۔ جب اس زمین سے گزرے جہاں ایک ظالم کا تسلط تھا۔ اس کے کارندوں نے حضرت ابراہیم کو روک لیا اور کہا کہ آپ ہمارے بادشاہ کی زمین سے نہیں گزر سکتے جب تک کہ بادشاہ کا حصہ اس میں سے ادا نہ کریں یہاں تک کہ صندوق کے پاس پہنچے کہ جس میں بی بی سارا بیٹھی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کے نزدیک نہیں جا سکتے جب تک میری جان باقی ہے۔ انہوں نے بادشاہ کو خبر کی اور بادشاہ نے ابراہیم کو طلب کیا۔ جب آپ وہاں پہنچے تو اس نے صندوق کا پردہ ہٹا دیا۔ دیکھا کہ ایک حسین و جمیل عورت بیٹھی ہے۔ اس نے ارادہ کیا کہ ہاتھ بڑھائے جناب ابراہیم نے خدا سے دعا کی اور اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ اس نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ آپ نے کہا یہ خالہ کی لڑکی ہے۔ میری بہن ہے۔ اس نے کہا آپ

دعا کریں کہ میرا ہاتھ درست ہو جائے۔ آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ آپ نے دعا کی اس کا ہاتھ درست ہو گیا۔ ۱۔ جناب سارہ کی عمر گزرتی رہی۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم ستر سال سے زیادہ کے ہو گئے اور کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی تو سارا نے جناب ابراہیم سے کہا کہ آپ ہاجرہ سے عقد کر لیں تاکہ نسل باقی رہے۔ جناب ہاجرہ سے عقد کے بعد جناب اسمعیل پیدا ہوئے۔ جناب کی ولادت کے بعد پروردگار نے جناب سارہ کو بھی حضرت اسحق جیسی اولاد عطا کی۔

حضرت آسیہ :

۲۔ داری شرف آسیہ و مریم و سارہ ۳۔
میرا نیس نے مذکورہ مصرعہ میں جناب آسیہ، جناب مریم اور جناب سارہ کے اسمائے گرامی کو نظم کیا ہے۔ حضرت آسیہ فرعون کی زوجہ تھیں اور آپ ایمان کے اس درجہ پر تھیں کہ آپ ہی کی آغوش تربیت میں حضرت موسیٰ کی پرورش ہوئی۔ ”آسیہ کے بارے میں یہ ہے کہ وہ نبی اسرائیل سے تھیں اور موتہ اور مخلصہ تھیں۔ فرعون کے محل میں پوشیدہ طور پر خدا کی عبادت کرتی تھیں۔ ۱۔ جب فرعون کو یہ پتہ چلا کہ آسیہ ہم کو خدا نہیں مانتی بلکہ موسیٰ کے خدا کا کلمہ پڑھتی ہے تو اس نے جناب آسیہ کی مادر گرامی کو طلب کیا اور جناب آسیہ کی شکایت کی کہ تم اپنی بیٹی کو سمجھاؤ۔“ ماں نے ہر چند سمجھا یا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا تو فرعون کے حکم سے ان کو جلا دوں نے چار میٹوں

۱۔ بشیر احمد انصاری : تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۳۷

۲۔ مرثی انیس : جلد ۱ ذیل کشور ص ۱۷۱

۳۔ علامہ مجلسی : حیات القلوب جلد ۱ مترجم سید بشارت حسین ص ۳۳۷

۲۳۱

حضرت مریم :-

۵ دادی شرف آیه و مریم و ساره ۲

حضرت مریم کے والد کا نام عمران تھا " یہ عمران حضرت موسیٰ کے پدربزرگ کے علاوہ تھے۔ بلکہ یہ عمران ماٹان کے صاحبزادے تھے "۔ "سے حضرت مریم کے لئے بہشت سے میوہائے خلد آتے تھے۔" جب ذکر کیا مریم کے پاس جاتے ان کے پاس بے فصل کے میوے دیکھتے اور پوچھتے کہ اے مریم یہ کہاں سے آئے ہیں۔ وہ کہتی تھیں خدا کے پاس سے۔ وہ جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔ "جناب مریم کو پورے دکانے پاک و پاکیزہ پیدا کیا ہے۔ ان کی عصمت و طہارت کی ضمانت خود قرآن مجید میں پروردگار نے دی ہے۔ چونکہ حضرت مریم معصومہ تھیں اور کسی غیر معصوم کے ساتھ معصومہ کا عقد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ شوہر حاکم ہوتا ہے اور زوجہ محکوم۔ مشیت کے اسی قانون کے پیش نظر جناب مریم کا کوئی شوہر نہ ہو سکا۔ لیکن اس کے باوجود پروردگار نے جناب مریم کو عیسیٰ جیسا معصوم نبی عطا کیا۔ جب قوم یہود نے عصمت مریم پر طعن کیا کہ بغیر شوہر کے اولاد کہاں سے پیدا ہو گئی تو حضرت عیسیٰ حکم خدا سے گویا

۱۵ علامہ مجلسی: حیات القلوب جلد ۱ مترجمہ سید بشارت حسین ص ۴۳۴

۲۷ مراٹھا انیس : جلد ۱ نول کشور ص ۱۷۱

۳ علامہ مجلسی : حیات القلوب - جلد ۱ مترجمہ سید بشرات حسین صد۹

P² " : " - " " " " " فدا

۴۵ قرآن : سورہ آل عمران آیت ۴۵

۱ علامہ باقر مجلسی: حیات القلوب، جلد ۱ مترجمہ سید بشارت حسین ص ۲۳،

۲۲۶ مرآتِ انیس : جلد اول کشور صد

۳۰ سید کرار حسین : مِلّۃ العرب ص ۱۳۴

۳۳۲

تھے اور خدائے مجھے انھیں سے فرزند عطا کئے۔“ ۱

حضرت فاطمہ

۲ تھا ایک تو غم فاطمہ کو بھر پور کا ۲

میرا میں نے مذکورہ مصرعہ میں جناب فاطمہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کے مصائب اور احساس غم کی منظر کشی کی ہے۔

حضرت فاطمہ مرسل اعظم کی اکلوتی بیٹی تھیں ان کی ولادت ۳ جلد ۱۲۶
۳۵ بعثت مکہ میں ہوئی۔ مرسل اعظم آپ کو اتنا عزیز رکھتے تھے کہ آپ کی کنیت ام
ایہا قرار پائی۔ آٹھ سال تک آپ حضرت کے ساتھ مکہ معظمہ میں رہنے کے بعد مدینہ
جلی آئیں۔ ۳۵۵ میں آپ کی شادی حضرت علی سے کی گئی۔ اس وقت آپ کی عمر
تقریباً دس سال تھی۔ جب کسی سفر میں آپ حضرت تشریف لے جاتے تو سب سے
آخر میں جناب سیدہ سے رخصت ہوتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے
پہلے جناب سیدہ سے ملتے۔ جب تک زندہ رہیں حضرت رسول خدا کی جدائی میں
روتی رہیں۔ دنیا کی تمام خواتین میں فاطمہ کو سب سے زیادہ افضلیت
حاصل ہے۔ حضرت عائشہ کہتی تھیں ”سوائے حضرت رسول خدا کے فاطمہ سے افضل
ہونے میں کسی کو نہیں پایا۔ آپ حضرت نے چار خط کھینچ کر کہا کہ بہشت کی کل عورتوں
سے چار ہی عورتیں سب سے افضل ہیں۔ خدیجہ، آسیہ، فاطمہ، مریم۔ حضرت

۱ سید علی حیدر: تاریخ ائمہ ۱۲۶

۲ مرآۃ انیس: جلد ۳ نزل کشور ۲۳

۳ سید علی حیدر: تاریخ ائمہ ۱۵۱

۳۳۳

عائشہ کہتی تھیں کہ جناب سیدہ یا لکل اسی طرح چلتی تھیں جس طرح حضرت رسول خدا
چلتے تھے۔ ۱ حضرت فاطمہ کے پانچ اولادیں ہوئیں۔ حسن، حسین، محسن، زینب
اور ام کلثوم، عمن نے مجاہدین میں انتقال کیا۔ حضرت امام حسن، امام حسین حضرت زینب اور ام کلثوم
اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخ اسلام میں مٹ ہو رہیں ۲

حضرت ام البنین :-

۳ ام البنین سے رو کے علی نے کبھی یہ بات ۲

میرا میں نے مذکورہ مصرعہ میں حضرت علی کو زوجہ جناب عباس کی
مادر گرامی حضرت ام البنین کا ذکر کیا ہے۔

حضرت ام البنین حضرت علی کی زوجہ تھیں ”آپ دختر خرام کلابیہ
تھیں جن کا تھیں مال اور دادھیا کی دونوں انتہائی بہادر خاندان تھیں۔
جب علی نے جناب عقیل سے کہا کہ بھائی میں ایک ایسے گھرانے کی خاتون سے عقد کرنا
چاہتا ہوں جس سے ایک بہادر بیٹا پیدا ہو۔ جناب عقیل نے فاطمہ کلابیہ کو تجویز کیا اور
کہا عرب میں اس کے بزرگوں سے زیادہ بہادر اور شہسوار کوئی نہیں ہے۔ حضرت
علی نے ان سے شادی کر لی جن سے چار بیٹے ہوئے۔ عباس، عبداللہ، جعفر،
عثمان۔ انھیں چار بیٹوں کی وجہ سے جناب فاطمہ کی کنیت ام البنین ہوئی ۳

۱ سید علی حیدر: تاریخ ائمہ ۱۵۵

۲ شبلی نعمانی: سیرۃ النبی جلد ۲ ص ۳۴۲

۳ مرآۃ انیس: جلد ۲ نزل کشور ۴۹

۴ سید علی حیدر: تاریخ ائمہ ۲۲۲

۵ " " " " " " ۲۲۲

امام حسین کے مقصد کی محافظ بنی رہیں۔ یہاں تک کہ کوہ و شام کے بازاروں اور دیاروں سے گزرنا پڑا۔ روایت میں ہے کہ جب مرسل اعظم جناب زینب کو گود میں لے کر رونے لگے تو آپ سے جناب فاطمہ نے گریہ کا سبب پوچھا تو رسول نے ارشاد فرمایا "اے جان پدر میری یہ بچی تیرے بعد متعدد تکلیفوں اور مختلف مصائب میں مبتلا ہوگی۔ جناب سیدہ یہ سن کر بے اختیار گریہ کرنے لگیں اور انہوں نے پوچھا کہ اس کے مصائب پر گریہ کرنے کا ثواب کیا ہوگا۔ فرمایا وہی ثواب ہوگا جو میرے بیٹے حسین پر متاثر ہونے کا ہوگا۔" لے

حضرت ام کلثوم :

۱۔ اللہ نے سونپا ہمیں اے زینب و کلثوم ۲۔
میرا میں نے مذکورہ مصرعہ میں رخصت آخر کے وقت امام حسین کا جناب زینب اور جناب ام کلثوم سے وداع ہونے کا منظر پیش کیا ہے۔
حضرت ام کلثوم حضرت زینب سے عمر میں چھوٹی تھیں۔ آپ بھی علی فاطمہ کی بیٹی ہیں۔ رسول اللہ کے زمانے کے آخر میں متولد ہوئیں اور تقریباً دو سال کی عمر میں اپنے نانا رسول خدا اور اس کے چند ہی ہمینے کے بعد اپنی والدہ گرامی کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئیں۔ اپنے چچا زاد بھائی محمد بن جعفر بن ابی طالب کے ساتھ آپ کا عقد ہوا۔ آپ بھی اپنی بہن زینب کے دوش بدوش مقصد اسلام کی بقا

۱۔ سید نجم الحسن : چودہ ستارے۔ ص ۲۶۶

۲۔ مراثی انیس : جلد ۲ نول کشور ص ۳

۳۔ سید علی نقی نقوی : شہیدانسانیت ص ۵۶۱

جب آپ کو مدینہ میں یہ خبر ملی کہ میرے چاروں بیٹے فرزند فاطمہ حسین (علیہ السلام) پر کربلا میں قربان ہو گئے تو آپ کی زبان پر یہ فقرہ آیا "اے لوگو مجھے ام البنین (فرزندوں کی ماں) نہ کہو اس لئے کہ اس سے مجھے شیر یاد آجاتے ہیں" لے

حضرت زینب :

۱۔ ثانی کوئی زہرا کا نہ ہوگا نہ ہوا ہے
ہاں حضرت زینب کو جو کہے تو بجا ہے ۲۔
حضرت زینب حضرت علی کی بڑی بیٹی تھیں اور پیغمبر اسلام کی بڑی نواسی
جب آپ کی والدہ گرامی جناب فاطمہ زہرا کی وفات ہوئی تو آپ بہت کم سن تھیں۔ ان کے بعد آپ اپنے والد ماجد حضرت علی کے سایہ تربیت میں پروان چڑھیں اور حضرت نے آپ کی شادی اپنے حقیقی بھتیجے عبداللہ ابن جعفر سے کی۔ آپ کی ولادت ۳۷ھ میں ہوئی۔ "زینب پیدا ہوئیں تو علی نے رسول خوش خبری دی اور اور خوش خبری ظاہر کی۔ آپ اس صاحبزادی کا نام تجویز فرمادیں۔ فرمایا فاطمہ کی اولاد میری اولاد ہے مگر اس معاملہ میں میں پروردگار کے حکم کا منتظر ہوں۔ جبریل آئے اور کہا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ اس لڑکی کا نام زینب رکھا جائے۔ یہ جناب زینب نے اپنی زندگی میں بے حد مصائب برداشت کئے اور کربلا میں بھی اپنے بھائی

۱۔ سید علی نقی نقوی : شہیدانسانیت ص ۵۶۱

۲۔ مراثی انیس : جلد ۳ نول کشور ص ۳

۳۔ سید علی نقی نقوی : شہیدانسانیت ص ۵۵۵

۴۔ سید محمد حسن جعفری ، مظلومہ کربلا ص ۲۷

۳۳۸

قاسم کے ساتھ کر دیا تھا۔ جیسا کہ سید علی نقی نقوی تحریر فرماتے ہیں۔ برکات کے صندوق میں سے بزرگوں کا لباس نکالا اور وہ قاسم کو پہنا کر اپنی صاحبزادی کا جو قاسم کو منسوب تھیں عقد قاسم کے ساتھ پڑھ دیا۔^۱

حضرت فاطمہ صغریٰ :-

۱ ہم آج سے آوارہ وطن ہوتے ہیں صغریٰ^۲
میر انیس نے مذکورہ مصرعہ میں امام حسین کی چھوٹی بیٹی جناب صغریٰ کا ذکر کیا ہے جن کا نام فاطمہ تھا۔ جناب فاطمہ صغریٰ امام حسین کی نطفی دختر تھیں۔ امام حسین مدینہ سے کرب و بلا کے سفر پر روانہ ہو رہے تھے تو فاطمہ صغریٰ بہت بیمار تھیں اس لئے مجبوراً انھیں گھر پر چھوڑنا پڑا۔ بزرگ خواتین میں حضرت عباس کی والدہ ام البنین اور ام المؤمنین ام سلمہ فاطمہ صغریٰ کے پاس تھیں۔^۳ جناب فاطمہ صغریٰ باپ کے غم میں روز بروز ڈھال ہوتی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ جب اہل حرم قید شام سے چھوٹ کے مدینے پہنچے تو جناب فاطمہ صغریٰ اپنی پھوپھی زینب کو پہچان نہ سکیں۔

حضرت سکینہ بنت الحسین :-

۱ زینب نے کہا شام سے روتی ہے سکینہ^۴

۱ سید علی نقی نقوی: شہدائے کربلا جلد ۳ ص ۵۷

۲ مرآۃ انیس: جلد ۱ نول کشور ص ۲۶

۳ صالحہ عابد حسین: خواتین کربلا کلام انیس کے آئینہ میں ص ۹۴

۴ مرآۃ انیس: جلد ۱ نول کشور ص ۶۱

۳۳۹

میر انیس نے مذکورہ مصرعہ میں جناب زینب کے بین کا حوالہ دیتے ہوئے امام حسین کی چھوٹی بیٹی حضرت سکینہ کی گریہ کا ذکر کیا ہے۔ جناب سکینہ امام حسین کی سب سے چھوٹی دختر تھیں۔ آپ رباب مادر علی اصغر کے بطن سے نکلیں۔ واقعہ کربلا میں آپ بہت کم سن تھیں۔^۱ لہ آپ کی عمر واقعہ کربلا کے وقت لگ بھگ چار سال بتائی جاتی ہے۔^۲ جناب سکینہ کے بارے میں حضرت امام حسین فرماتے تھے ”وہ گھر مجھے اچھا نہیں لگتا میری سکینہ نہ ہو۔ امام مظلوم کی شہادت کے بعد جناب سکینہ نے بھی ظلم و ستم اور مصائب و آلام برداشت کئے اور قید خانہ شام میں آپ نے وفات پائی۔

”اعوان والنصار امام حسین“

حرا بن یزید الریاحی :-

۱ بخدا فارس میدان تہور تھا حرا^۳
میر انیس نے مذکورہ مصرعہ میں حرا کے تہور کا ذکر کیا ہے۔ تہور وہ بڑھی ہوئی شجاعت ہے جو عام شجاعت سے بالاتر ہے
حرا کا نام حرا بن یزید الریاحی تھا۔ مرسل اعظم کے مشہور صحابی زید بن عمر بن قیس بن عتاب جو ”احوص“ کے نام سے مشہور تھے اور شاعری میں باکمال تسلیم

۱ سید علی نقی نقوی: شہیدانیت ص ۵۶

۲ صالحہ عابد حسین: خواتین کربلا کلام انیس کے آئینہ میں ص ۱۰۵

۳ مرآۃ انیس: جلد ۱ - نول کشور ص ۹۳

۳۴۰

کے جاتے تھے۔ وہ حر کے چچا زاد بھائی تھے۔ ابن زیاد نے حضرت حر کو ایک ہزار لشکر کا سردار بنا کر امام حسین کے مقابلہ میں بھیجا تھا۔ روز عاشور سی ہزار امام حسین کے لشکر میں شامل ہو کر لشکرِ یزید سے مصروف کارزار ہوا۔ اور درجہ شہادت پر فائز ہوا۔ لاشِ حر پر حضرت امام حسین نے نہایت شفقت کا مظاہرہ کیا۔ اور سر کو اپنی آغوش میں اٹھالیا۔ جنابِ حر نے آنکھیں کھول کر چہرہ امام پر دیکھا کہ اور امام حسین کو بے بسی کے عالم میں چھوڑ کر جنت کا راستہ لیا۔

حضرت سعید بن عبد اللہ :-

۱۔ وہ سعید و فادار سعید ازلی ہے ۲

انہیں نے مذکورہ مصرعہ میں لشکرِ حسین کے سپاہی سعید کا ذکر کیا ہے۔
کو ذ کے معزز جہان علی میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ شجاعت و عبادت میں آپ کو ایک خاص درجہ حاصل تھا۔ نمازِ ظہر کے وقت امام حسین نے سعید و ہیر ابن قین کو بطور محافظ اپنے سامنے کھڑا کیا تھا۔ سعید نے یہ صورت اختیار کی کہ جو تیر آپ کی طرف آنے لگتا تھا اسے بڑھ کر اپنے اوپر روکتے یہاں تک کہ زخموں کی کثرت سے زمین پر گر کر جاں بحق ہو گئے۔

حضرت زہیر ابن قین :-

۱۔ سید نجم الحسن : بہتر تارے۔ ص ۱۴

۲۔ مراثی انیس : نول کشور جلد ۱ ص ۲۲

۳۔ سید علی نقی نقوی۔ شہید السانیت ص ۴۵۹

۳۴۱

۱۔ تولی زہیر قین نے شمشیر بے نظیر ۲

میر انیس نے مذکورہ مصرعہ میں جناب زہیر قین کے جوشِ شجاعت کا تذکرہ کیا ہے آپ کو ذ کے رہنے والے تھے اور متعدد جنگوں میں شریک ہو چکے تھے۔ جب حج ادا کرنے کے بعد کوفہ کی سمت واپس جا رہے تھے تو راستے میں امام حسین کا ساتھ ہو گیا اور وہیں سے امام حسین کے ساتھ کربلا کے لئے روانہ ہو گئے۔ "مورخین کا اتفاق ہے کہ صبح عاشور جب امام حسین نے اپنے پھوٹے لشکر کی ترتیب دی تھی تو میمنہ جناب زہیر کے ہی سپرد کیا تھا۔ نمازِ ظہر کی جدوجہد میں بھی آپ کا بڑا حصہ ہے۔ آپ نے پے درپے دشمنوں پر کئی حملے کئے اور ایک سو بیس اشقیاء کو فنا کے گھاٹ اتار دیا اور بالآخر شہید ہوئے۔"

ابوشامہ صائدی :-

۱۔ بگڑے ابوشامہ سعید فلک سریر ۲

میر انیس نے مذکورہ مصرعہ میں ابوشامہ صائدی کے لشکرِ یزید پر غیظ و غضب کے اظہار کا ذکر کیا ہے۔ آپ کا شمار حضرت علی کے صحابیوں میں تھا۔ آپ نے حضرت علی کے ساتھ متعدد جنگوں میں شجاعت اور دلیری کا ثبوت دیا۔ حضرت علی کے بعد حضرت امام حسن کی خدمت میں آئے اور جب مسلم بن عقیل امام حسین کے سیفِ یمن کو کوہِ پہو پہنچے تو ان کی پوری امداد کی۔ حضرت مسلم کی شہادت کے بعد روپوش ہوئے اور پھر حضرت امام حسین کی خدمت میں آ گئے۔ مگر کربلا میں نمازِ ظہر کے لئے آپ نے

۱۔ مراثی انیس : جلد ۲ نول کشور ص ۱۴

۲۔ سید نجم الحسن : بہتر تارے۔ ص ۲۲

۳۔ مراثی انیس : جلد ۲ نول کشور ص ۱۴

عین ہنگامہ کارزار میں امام حسین سے درخواست کی کہ نماز یا جماعت ہونا چاہیے چنانچہ امام مظلوم نے نماز پڑھائی۔ جنگ کے موقع پر شمشیر زنی کی بالآخر آپ کے چچا زاد بھائی قیس ابن عبد اللہ صائدی نے آپ کو شہید کر دیا۔^۱

عابس بن ابی شیبہ شاکری :-

عابس کو غیظ لشکر بخوبی آگیا^۲ میرا نہیں نے مذکورہ مصرعہ میں عابس بن ابی شیبہ شاکری کی ہمت مروانہ کا ذکر کیا ہے۔ آپ کو فہ کے رئیس قوم اور عابد شب زندہ دار تھے۔ جناب مسلم بن عقیل کی کوفہ میں آپ نے بڑی مدد کی۔ کربلا پہنچ کر آپ نے غلام شاذب کو امام حسین پر قربان کر دیا۔ اور پھر امام سے اجازت لے کر خود بھی میدان کارزار میں اتر آئے اور آواز دی "کیا کوئی مرد میدان نہیں جو ایک مرد میدان کے مقابلہ کو نکلے مگر فوج یزید میں سے ایک بھی شخص باہر نہیں نکلا۔ عمر سعد نے کہا اس بہادر کو پتھروں سے مار لو۔ عابس نے خود زہرہ بکتر اتار پھینک دیا اور تلوار سونٹ کر صف مخالف پر ٹوٹ پڑے۔ قصور دی دیر کی جنگ کے بعد ایک بڑے حصہ لشکر نے ان کو چاروں طرف سے گھیر کر شہید کر دیا۔^۳

ہلال ابن نافع :-

۱۔ سید نجم الحسن : بہتر تارے ص ۹۹

۲۔ مراثی انیس : جلد ۲ نول کشور ص ۱۴۸

۳۔ سید علی نقی نقوی : شہیدانیت ، ص ۴۷

۱۔ غصہ سے بل ہلال کے ابو وہ آگیا^۱ میرا نہیں نے مذکورہ مصرعہ میں ہلال بن نافع کا ذکر کیا ہے اور ہلال کی سنات ابو کو نظم کر کے اپنی شاعرانہ فن کاری کا ثبوت دیا ہے۔ آپ حضرت امیر علیہ السلام کے پروردہ تھے۔ جرات و شجاعت نیز فن سپہ گری میں یگانہ دروڑگار تھے۔ علم حدیث اور فن کتابت میں مہارت کاملہ رکھتے تھے۔ اہل بیت محمد کی محبت میں اپنے پورے قبیلہ کے پیش رو تھے۔ جنگ جمل، صفین اور نہر دان میں حضرت علی کے ہم کتاب تھے۔ جب شب عاشور امام حسین موقع جنگ دیکھنے گئے تو آپ بھی ان کے ساتھ شریک تھے۔ میدان جنگ میں پہونچنے کے بعد بڑے بڑے بہادروں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ آپ کے ترکش میں اسٹی تیر تھے جن سے ستر دشمنوں کو قتل کیا۔ جب شمر نے دیکھا کہ ہلال قابو میں نہیں آتے تو چاروں طرف سے حملہ کر دیا یہاں تک کہ آپ کے بازو شکستہ ہو گئے اور آپ شہید کر دیے گئے۔^۲

حضرت حبیب ابن مظاہر :-

۱۔ جوڑا کہاں میں ابن مظاہر نے ایک تیر^۱ میرا نہیں نے مذکورہ بالا مصرعہ میں حبیب ابن مظاہر کے عزم جہاد اور شجاعت کو نظم کیا ہے۔ یہ حضرت امام حسین کے بچپن کے دوستوں میں تھے۔ آپ کو خط لکھ کر

۱۔ مراثی انیس : جلد ۲ ص ۱۴۸

۲۔ حسین بخش : اصحاب الہیین ص ۸۵

۳۔ نجم الحسن : بہتر تارے ص ۵۴-۵۳

۴۔ مراثی انیس : جلد ۲ نول کشور ص ۱۴۸

حضرت امام حسین نے کربلا بلا یا تھا۔ آپ اعلیٰ پائے کے محدث بھی تھے۔ حضرت محمد اور حضرت علیؑ نے کارنامے اچھی طرح دیکھا تھا۔ امام اول کے ساتھ کئی لڑائیوں میں شریک ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ حضرت امام حسین نے حبیب کو خط میں رجل الفقیہ لکھ کر مخاطب کیا تھا۔ چونکہ حبیب ابن مظاہر فقیہ تھے۔ علم فقہ کے ماہرین میں سے تھے۔ ظہر عاشور کے موقع پر حسین ابن خیر کے یہ کہنے پر کہ حسین کی نماز قبول نہ ہوئی آپ نے بڑھ کر گھوڑے کے منہ پر ایک تلوار لٹکائی تھی اور پھر امام سے اجازت لے کر میدان میں نکلے اور ہر روز آذانی میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ ساٹھ دشمنوں کو قتل کر کے شہید ہو گئے۔ حبیب کے لاش پر امام حسین نے کہا مجھے اپنی جان کی قسم لے حبیب آپ فاضل و قابل ترین شخصیت ہیں۔ آپ حافظ قرآن ہیں۔ آپ کو قرآن خوانی پر اتنی قدرت تھی کہ ایک رات میں پورے قرآن کی تلاوت کر لیتے تھے۔

عامر بن ابی سلامہ والانی :-

عامر سا جوان یا در فرزند علیؑ ہے۔ میرا نیس نے مذکورہ مصرعہ میں عامر بن ابی سلامہ والانی کے ناصر امام ہونے کا ذکر کیا ہے۔ آپ حضرت امام حسین کے اعوان و انصار میں تھے۔ جب ابن زیاد نے

۱۔ حسین بخش : اصحاب الیمین ص ۲۶

۲۔ " : " ص ۲۶

۳۔ سید نجم الحسن : بہتر تارے ص ۷۷

۴۔ سید اولاد حیدر فوق بلگرامی : ذبح عظیم ص ۱۹۳

۵۔ مرانی انیس : جلد اول کشور ص ۲۴

فیس جعفی کو کربلا جانے والے راستوں کی ناکہ بندی پر تعینات کیا تھا تاکہ کوئی شخص امام حسین کی مدد کے لئے نہ جاسکے لیکن جب عامر شوق شہادت کے خمار میں نکلا۔ اس کو دکنے کی کوشش کی گئی۔ اس شیر بیشہ رشتہ جاعت نے ایک حملہ میں ان کے حوصلے پست کر دیئے اور وار و کربلا ہوئے اور روز عاشور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ یہ امیر المومنین کے مایہ ناز غلاموں میں سے تھے اور جنگ جبل اور صفین و نہروان میں حضرت شاہ دلایت کے ہمراہ رہے۔ عامر نام کے چار جانباڑوں کا ذکر تاریخ کربلا میں ملتا ہے۔ عامر بن مالک۔ عامر بن حسان۔ عامر بن خلیدہ۔ عامر بن مسلم عہدی۔

اسد کلبی :

۱۔ اسد کربلا کے قابل ہیں یہ شیر ۳
میرا نیس نے مذکورہ مصرعہ میں اسد کلبی کے غیظ و غضب کا ذکر بڑے فنکارانہ انداز میں کیا ہے۔ جب حضرت امام حسین نے فضائے کربلا میں آخری استفانہ بلند کیا تو انصار میں سے جن پندرہ آدمیوں کا نام لے کر پکارا ان میں سے ایک اسد کلبی بھی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی شہدائے کربلا میں سے ہیں۔ اس کے علاوہ کہیں حرارت سے تاریخ میں کچھ نہیں ملتا۔

۱۔ حسین بخش : اصحاب الیمین ص ۶۸

۲۔ " : " ص ۶۸

۳۔ مرانی انیس : جلد ۲ ذل کشور ص ۱۴۵

۴۔ حسین بخش : اصحاب الیمین ص ۶۸

حضرت قاسم :-

۱۔ قاسم ہیں نہ عباس نہ اکبر ہیں نہ اصغر ۱
میرانیں نے مذکورہ مصرع میں حضرت قاسم، حضرت عباس، حضرت علی اکبر اور حضرت علی اصغر کا ذکر ایک ساتھ کیا ہے۔ جناب قاسم امام حسن کے چھٹے تھے۔ جنگ کربلا میں آپ کی عمر ۱۳ برس کی تھی۔ آپ میدان جنگ میں آئے تو دشمن کی فوج کے سپاہی کا بیان ہے کہ ایسا معلوم ہوا کہ چاند کا ٹکڑا انوار ہو گیا۔ آپ نے میدان کارزار میں ہمت مردانہ کا ثبوت دیا۔ اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے آپ کی لاش فوج کی جھگڑ سے پامال ہو گئی۔

حضرت عباس :-

۲۔ قاسم ہیں نہ عباس نہ اکبر ہیں نہ اصغر ۲
حضرت عباس حضرت علی کے فرزند اور حضرت امام حسین کے بھائی تھے۔ آپ کی والدہ کا نام ام البنین تھا۔ میدان کربلا میں امام حسین نے آپ کو اپنے لشکر کا علمبردار بنایا تھا۔ آپ کو کربلا میں جہاد کی اجازت نہیں ملی۔ صرف پانی لانے کے لئے نہر فرات کی جانب روانہ ہوئے تھے۔ آپ اپنی کوشش میں کامیاب بھی ہوئے اور نہر پر پہونچ کر مشکیزہ بھر لیا۔ چونکہ آپ خود بھی بہت پیاسے تھے لیکن پانی پینے کے لئے چلوں

۱۔ مرآۃ انیس : جلد ۱ نول کشور ص ۱۲

۲۔ سید علی نقی نقوی : شہید السانیت ص ۵۷

۳۔ مرآۃ انیس : جلد ۱، نول کشور ص ۱۲

پانی بھر کر پھینک دیا۔ اور اسی طرح بھرا ہوا مشکیزہ سنبھالے نہر سے نکلے اور شبہ گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اسی وقت دشمنوں کے حملے سے جناب عباس کے دونوں بازو کٹ گئے۔ مشک سکیں پر تیر لگا اور سر پر گرز آہنی لگنے سے گھوڑے پر سے زمین پر گر پڑے آپ نے امام حسین کو آواز دی۔ امام حسین نے اس آواز کو سن کر جگر تھام لیا اور فرمایا اللان انکسر ظہری۔ ہائے میری کمر ٹوٹ گئی۔

حضرت علی اکبر :-

۳۔ قاسم ہیں نہ عباس نہ اکبر ہیں نہ اصغر ۳
آپ حضرت امام حسین کے منجھلے بیٹے تھے اور حضرت علی کی شہادت کے دو سال بعد مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ کا نام ام ملی تھا اور آپ صورت و سیرت میں پنبیر اسلام کے بہت مشابہ تھے۔ آپ کا نام نامی علی ابن الحسین، کنیت ابوالحسن اور لقب اکبر تھا۔ آپ کے حسن و جمال کی تعریف میرانیں نے یوں کی ہے۔

بیٹا بھی وہ دیا جو شبیبہ رسول ہے ۴
جناب علی اکبر نے میدان کربلا میں ایک سو بیس دشمنوں کو قتل کیا اور سینے پر برہمی کا پھل لگنے کے بعد گھوڑے سے زمین پر گرے اور امام حسین کو مدد کے لئے

۱۔ سید علی نقی نقوی : شہید السانیت ص ۵۹

۲۔ مرآۃ انیس : جلد ۱ نول کشور ص ۱۲

۳۔ سید نجم الحسن : بہتر تارے ص ۱۲

۴۔ مرآۃ انیس : جلد ۲ نول کشور ص ۳

پکارا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔

حضرت علی اصغر :-

۱۔ قاسم ہیں نہ عباس نہ اکبر ہیں نہ اصغر ۱۰
آپ حضرت امام حسین کے سب سے چھوٹے فرزند تھے آپ کی ماں کا نام رباب تھا۔
میدان کربلا میں آپ کی عمر تقریباً چھ ماہ تھی۔ یوم عاشور حضرت امام حسین کی آواز استغاثہ
کو سن کر علی اصغر نے اپنے کو جھولے سے گرا دیا۔ خیمہ میں رونے کا کھرام برپا ہوا تو امام حسین
نے اہل حرم سے رونے کا سبب پوچھا اور جب پورا واقعہ معلوم ہو گیا تو امام حسین
حضرت علی اصغر کو گود میں لے کر فوج یزید کے سامنے آئے اور سوال کیا تو سوال
آپ پر عمر سعد کے حکم پر حملہ نے کمان میں تیر جوڑ کر علی اصغر کے گلے کوتا ہوا۔ خافق اب
النضبی یدی الامام، تیر کا لگنا تھا کہ حضرت علی اصغر امام حسین کے ہاتھوں پر لڑی
نیز سو گئے۔ ۱۱

حضرت عون ابن عبد اللہ :-

۱۔ عباس علی عون و محمد کو بلاؤ ۱۲
میرزا نیس نے مذکورہ مصرعہ میں حضرت امام حسین کے بھانجوں یعنی جناب عون
و محمد کا ذکر کیا ہے۔ حضرت عون حضرت امام حسین کے بھانجے تھے۔ آپ عبد اللہ ابن جعفر کے

۱۔ مراثی انیس : جلد ۱۔ نول کشور ص ۱۲

۲۔ سید نجم الحسن : بہتر تارے ص ۱۳

۳۔ مراثی انیس : جلد ۳ نول کشور ص ۱۴

فرزند تھے۔ آپ کی مادر گرامی زینب بنت علی تھیں۔ آپ جعفر طیار کے پوتے اور عیدر کوثر
کے نواسے تھے۔ "جب عون بن عبد اللہ میدان میں آئے تو یزید کے اشارہ پر جیسے جس میں
انہوں نے کہا کہ میں شہید اسلام حضرت جعفر طیار کا پوتا ہوں۔ آپ نے صلے شروع کر دیے
پیاسے ہونے کے باوجود تیس سوار اور اٹھارہ پیادوں کو واصل جہنم کیا۔ ۱۵

حضرت محمد بن عبد اللہ :-

۱۔ عباس علی عون و محمد کو بلاؤ ۱۶
آپ بھی حضرت امام حسین کے ساتھ اپنے بھائی جناب عون کی طرح معرکہ کربلا
میں شریک تھے۔ بعض مورخین کے نزدیک آپ بھی جناب زینب ہی کے بطن سے تھے۔
اور اپنے بھائی عون بن جعفر کے بعد میدان میں تشریف لائے اور دشمنوں سے
نبرد آزما ہوئے۔ لیکن بعض مورخین کے نزدیک آپ کی والدہ کا نام خواہانت حفصہ
بن ثقیف تھا۔ اپنی کسبی کے باوجود آپ نے دس دشمنوں کو قتل کیا بالآخر آپ عامر
ابن نھشان ملعون کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ۱۷

حضرت مسلم بن عقیل :-

۱۔ مسلم مرے بھائی کی بھی کچھ تجھ کو خبر ہے ۱۸

۱۔ سید نجم الحسن : بہتر تارے ص ۹۴

۲۔ مراثی انیس : جلد ۳ ص ۱۵ نول کشور

۳۔ سید نجم الحسن : بہتر تارے ص ۹۵

۴۔ مراثی انیس : جلد ۲ نول کشور ص ۶۶

۳۵۰

میر انیس نے مذکورہ مصرعہ میں جناب مسلم بن عقیل کے متعلق حضرت ام حنین کی قلبی پختگی اور استفسار حال کا مضمون نظم کیا ہے۔ حضرت مسلم حضرت عقیل کے فرزند تھے اور حضرت علی کے بھتیجے تھے۔ حضرت امام حسین نے حضرت مسلم بن عقیل کو اپنا سیفر بنا کر کوفہ روانہ کیا تھا۔ جب جناب مسلم کوفہ پہنچے تو اٹھارہ ہزار اہل کوفہ نے حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ لیکن جب ابن زیاد والی کوفہ بن کر کوفہ پہنچا تو کوفے کا رنگ بدل گیا اور جناب مسلم کی گرفتاری کی تدبیر ہونے لگی۔ جب جناب مسلم ایک مومنہ طوعہ کے گھریا ہ گزریں تھے تو ابن زیاد نے محمد اشعث کی سرکردگی میں مسلم کی گرفتاری کے فوج روانہ کر دی۔ آپ نے ایک سخت حملہ کر کے دشمنوں کو گھر سے باہر نکال دیا۔ آپ نے جنگ جاری رکھی اور رجز پڑھنے لگے۔ ”میں نے قسم کھائی ہے نہ قتل ہوں گا مگر آزادی کی حالت میں ہے۔“ بالآخر جناب مسلم کو فریب دیکر گرفتار کر لیا گیا اور ابن زیاد کے سامنے لایا گیا۔ ابن زیاد نے جناب مسلم کے قتل کا حکم دے دیا۔ اور بعد شہادت آپ کے پیروں میں رسی باندھ کر آپ کی لاش کو گلیوں میں پھرایا گیا۔

دشمنان خدا و رسول

ابلیس :-

ناگاہ یہ ابلیس جفا کا رپکارا

۱۔ سید علی نقی نقوی : شہادت النایت ۱ ص ۵۸۳

۲۔ مرآۃ انیس : جلد ۲ ذیل کشور ص ۱۶

۳۵۱

میر انیس نے مذکورہ مصرعہ میں ابلیس کا ذکر کیا ہے جو انسان کو شر کی دعوت دیتا ہے۔ ابلیس کا تعلق قوم بن سے ہے۔ چونکہ اس دنیا میں انسانوں کی آبادی سے پہلے قوم بن آباد تھی اور ان میں باہمی قتل و غارت گری کی وجہ سے پروردگار نے اس قوم کے زمین پر تسلط کو ختم کر دیا۔ انھیں میں ایک جن تھا جس کا نام ابلیس تھا۔ فرشتے زمین سے اس کو آسمان پر اٹھا لائے۔ بزم ملائکہ میں ابلیس بھی رہ کر بندگی معبود کرتا تھا لیکن جب پیکر آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو پروردگار نے اپنے حکم کی نافرمانی کے تحت اس کو جنت سے باہر نکالا اور وقت معلوم تک ہملت دیدی۔

شداد :-

۱۔ شداد کو آخر کو نہ ہملت دی خدا نے لے

میر انیس نے مذکورہ مصرعہ میں شداد جیسے با اختیار اور ذی اقتدار کا موت کے سامنے بے اختیار ہونے کا ذکر کیا ہے۔ شداد کا تعلق قوم عاد سے تھا۔ یہ حضرت ہود کے عہد نبوت میں موجود تھا۔ عاد کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام شدد تھا اور دوسرے کا نام شداد تھا۔ دونوں ہی ہفت اقلیم کے بادشاہ تھے۔ شدد کی بادشاہت سات سو برس رہی۔ اس کے مرنے کے بعد شداد بادشاہ ہوا۔ حضرت ہود سے شداد نے جنت کا ذکر سن کر زمین پر کبھی ایک جنت بنوائی اور جب جنت بن کر تیار ہو گئی اور شداد جنت کا جائزہ لینے کے لئے جنت کے دروازے پر آیا تو جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہی ملک الموت نے اس کی روح قبض کر لی۔ خدا کے مقابلے میں خدائی دعویٰ کرنے والے کا

۲۔ مرآۃ انیس : جلد ۲ ذیل کشور ص ۲۲۵

۳۵۲

یہی حشر ہوتا ہے کہ اپنی ہی بنائی ہوئی بھنت سے محروم رہ جاتا ہے۔

نمرود :-

نمرود کو برباد کیا حرص و ہوانے لے
میرانیس نے مذکورہ مصرعہ میں طاقت نمرود کو کمزور و تباہ کرنے میں
اس کے حرص و ہوس کا ذکر کیا ہے۔ نمرود کنگان کا بیٹا تھا۔ اس کی مادری زبان عربی تھی
اس نے شام و ترکستان بھی فتح کر کے ہندوستان اور روم پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ مشرق
و مغرب اس کی فرمانروائی میں تھا۔ نمرود نے ایک ہزار سات سو برس دنیا پر بادشاہت کی
اور رعایا پر خدا بن کر حکومت کرتا رہا۔ چونکہ یہ دور حضرت ابراہیم کا تھا۔ آپ نے اس کی
جھوٹی خدائی سے انکار کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نمرود نے جناب ابراہیم کو دہکتی ہوئی آگ
میں ڈال دیا لیکن قدرت الہی سے آتش گلزار ہو گئی۔ جناب ابراہیم بچ گئے اور نمرود
کے حصہ میں سولے ذلت اور رسوائی کے کچھ نہ آیا۔

فرعون :-

فرعون کو کس طرح کیا غرق خدائے
میرانیس نے مذکورہ مصرعہ میں فرعون کے دریاے نیل میں غرق ہو جانے میں
درس عبرت کو نظم کیا ہے۔ یہ مصر کا بادشاہ تھا۔ اس نے بھی خدائی کا دعویٰ کیا۔ جب
نجومیوں کے ذریعہ فرعون کو اطلاع ملی کہ بنی اسرائیل سے ایک ایسا بچہ پیدا ہو گا جو

۳۵۳

تیرے تخت حکومت کو الٹ دیگا۔ تو اس نے اس پیشین گوئی کے بعد بنی اسرائیل میں
پیدا ہونے والے ستر ہزار بچوں کو تہ تیغ کر دیا لیکن مصلحت الہی کے تحت بنی اسرائیل
کے پیغمبر حضرت موسیٰ کی پرورش قصر فرعون میں ہوئی۔ زوہیر فرعون آسیہ نے آپ کو پالا
جب جناب موسیٰ کے متعلق فرعون کو معلوم ہوا کہ یہ ہماری خدائی کے قائل نہیں تو فرعون
نے حضرت موسیٰ اور قوم بنی اسرائیل پر بڑے بڑے مظالم کئے۔ آخر جناب موسیٰ مصر سے
مدائن روانہ ہوئے۔ فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ جناب موسیٰ کا تعاقب کیا اور مع
لشکر دریائے نیل میں غرق ہو کے فنا ہو گیا۔

قارون :-

کیا ہو گئے قارون کوہ چالیس خزانے لے
میرانیس نے مذکورہ مصرعہ میں دولت کی بے ثباتی کو قارون کے کمثر خزانے
کے فنا ہو جانے کو نمایاں کیا ہے۔ قارون حضرت موسیٰ کا خالہ زاد بھائی تھا فرعون
نے اس کو بنی اسرائیل پر حاکم بنایا تھا۔ مال کی زیادتی کی وجہ سے وہ نہایت مغرور
اور متکبر تھا۔ اس کے پاس چالیس خزانے تھے جس کی کنجیاں ساٹھ شجرہوں پر باندھتی تھیں
احکام الہی کی نافرمانی کرنے والے قارون نے جب جناب موسیٰ کی نصیحت کی تو حضرت
موسیٰ نے اس کے حق میں بددعا کی جس کا اثر یہ ہوا کہ قارون مع اپنے خزانے کے
زمین میں دھنسا چلا جا رہا تھا۔ قارون ستر مرتبہ حضرت موسیٰ سے معافی مانگی
مگر موسیٰ کا غصہ بڑھتا گیا۔

۱۔ مراثانیس : جلد ۲ - ذل کشور ۲۲۵

۱۔ مراثانیس : جلد ۲ - ذل کشور ۲۲۵

۲۔ " : " : " ۲۲۵

۷ یہ خیر میں رسول وہ شریں ابوالہب ۸

مرحب :-

عشر :-

عمر عبود :-

۱۔ مراٹھی انیس : جلد ۲ نول کشور ۳۳۸

۲ تفسیر قرآن : سورہ اہلب آیت ۱ مترجم ظفر حسین ص ۲۲۸

مرآۃ انیس : جلد ۲ نزل کشور ۲۷

۱۵۹

“ 9 ” : 4 “ 2

۳۵۶

تھا۔ جب حضرت علی نے باب خیر کی چولیس ہلا دیں تو یہ مقابل آنے والوں میں غنترہ شخص تھا جو مر حب سے پہلے آیا اور حضرت علی کے ہاتھوں قتل ہوا۔

یزید :-

جس دم یزید شام میں مسند نشین ہوا لے میرا نیس نے مذکورہ مصرعہ میں زوال خلافت کی تاریخ کا نقطہ آغاز یزید کی مسند نشینی کو قرار دیتے ہوئے یزید کا تذکرہ کیا ہے۔

یزید امیر معاویہ کا فرزند تھا۔ برسر اقتدار آنے کے بعد اس نے حضرت امام حسین سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ اور حسین کے انکار بیعت کے نتیجہ میں یزید نے حسین اور اہل بیت رسول پر وہ مظالم کئے جس کی نظیر تاریخ عالم میں کہیں نہیں ملتی۔ یزید کی ماں کا نام میسونہ بنت جندل کلبیہ تھا۔ یزید کا لغو تھا۔ "دین محمد ایک کھیل اور بنی ہاشم کی اختراع کے علاوہ کچھ اور نہیں۔ یہ نہایت فاسق، ناجائز ظالم اور بد طینت شخص تھا۔ اس کی بدکرداری اور خیانت پر تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے۔

پسر سعد :-

خوش ہو کے پکارا پسر سعد جفا کار لے میرا نیس نے مذکورہ مصرعہ میں لشکر یزید کے پشلا لار پسر سعد کا ذکر کیا ہے اس کا نام عمر تھا۔ سعد کا فرزند ہونے کی وجہ سے اس کو پسر سعد یا ابن سعد بھی کہتے ہیں۔ یہ

لے مرا ثانی : جلد ۲ ، ذیل کشور ص ۳۷

لے " " : جلد ۲ " " ص ۲۱

۳۵۷

لشکر یزید کا سب سے بڑا سردار تھا اور حکومت 'رے' کی لالچ کے تحت کربلا میں امام حسین کا سر قلم کرنے کے لئے چالیس ہزار فوج لے کر آیا تھا۔

شمر بن ذالمجوشن :-

شمر آیا سناں آیا حر آیا عمر آیا لے میرا نیس نے مذکورہ مصرعہ میں شمر بن ذالمجوشن، سناں بن انس، حر بن یزید الریاحی اور عمر سعد کا کربلا کے میدان میں وارد ہونے کا ذکر کیا ہے۔ شمر ذالمجوشن کربلا میں تمام مظالم میں برابر کا شریک تھا۔ اسی نے سجدے کی حالت میں حضرت امام حسین کے سر کو قلم کیا تھا۔

حصین ابن نمیر :-

حصین ابن نمیر دسیاہ نے تب کہا ہنس کر لے میرا نیس نے مذکورہ مصرعہ میں حصین ابن نمیر دشمن آل محمد کا ذکر کیا ہے۔ حصین ابن نمیر نجیب ابن مظاہر کا سر تن سے جدا کر کے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا۔ اور بعض کے نزدیک اسی ملعون نے حضرت علی اکبر پر نیزے سے وار کیا تھا جس سے آپ گھوڑے سے زمین پر گر پڑے تھے۔

حرملہ بن کاہل اسدی :-

لے مرا ثانی : جلد ۱ ذیل کشور ص ۳۷

لے " " : جلد ۲ " " ص ۳۵

لے علامہ باقر مجلسی : بحار انوار۔ جلد ۱ صفحہ ۲۴۹۔ مترجمہ طیب آغا جازری

باب ششم

واقعات کربلا کا تاریخی منظر نامہ

۱۔ مکلا پرے سے حرملہ، خانما خراب لے
میر انیس نے مذکورہ مصرعہ میں حرملہ کے ظلم و ستم پر اس کے خانما خراب ہونے کا ذکر کیا
ہے۔ حرملہ عرب میں چالیس پہلوؤں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ اس کا تعلق قبیلہ بنی اسد سے تھا
یہ عرب کے مشہور تیر اندازوں میں تھا۔ امام حسین نے لشکر یزید کے سامنے جب حضرت علی اصغر کو ہاتھوں
پر لے کر سوال آپ کیا تھا تو پسر سعد نے اسی ملعون جس کا نام حرملہ تھا حکم دیا تھا کہ حسین کے کلام کو
قطع کر دے۔ حرملہ نے تین پھل کا تیر معصوم علی اصغر پر مارا اور علی اصغر شہید ہو گئے۔

سنان :-

۲۔ شمر آیا، سنان آیا، حر آیا، عمر آیا
میر انیس نے مذکورہ مصرعہ میں شمر، حر، اور عمر سعد کے ساتھ ظالم اور مشقی سنان کا بھی
ذکر کیا ہے۔ جب حضرت امام حسین پشت فرش سے زمین کو بلایا پر تشریف لائے تو امام کو
شہید کرنے بہت سے لوگ چلے مگر بے ہمت ہو کر لوٹ آئے۔ پھر دو آدمی رہ گئے، ایک
سنان ابن انس، دوسرا شمر بن ذوالجوشن۔ دوسری راویت کی روشنی میں یہی وہ
ملعون ہے کہ جب امام حسین پشت فرس پر ڈگمگا رہے تھے تو اس نے ایک نیزہ گمردہ
پر مارا اور دوسرا سینہ مبارک پر مارا اور ایک تیر گلوئے مبارک پر لگایا۔

- ۱۔ مراثی انیس : جلد ۱ تول کشور ص ۸۸
۲۔ تاریخ شہادت علی اصغر : ص ۶۴ مصنف سید آغا ہمدی
۳۔ مراثی انیس : جلد ۱ نو کشور ص ۳
۴۔ فیروز حسین قریشی : جامع التواریخ فی مقتل الحنین جلد ۱ ص ۲۲
۵۔ علامہ باقر مجلسی : بحار الانوار جلد ۱ ص ۲۴ مترجمہ سید طیب آغا جزائری

۲۔ خیرہ ظاہر کنز و رہی لیکن طاقت کا حقیقی سرچشمہ اسی میں ہے
 ۳۔ مادی وسائل کا تعلق جس حیات سے ہے اس کے بعد ایک متعلقات حیات
 ہے جو ایمان سے آب و غذا حاصل کرتی ہے۔ یہی وہ جو ات ہے جو ظالم کی دسترس سے
 بہت دور رہی اور جو رہتی دنیا تک سنجیدہ اذہان فکری کی سرمایہ قرار پائی۔
 ۴۔ خلافت کی آڑ لے کر بھی ملکیت اسلام کی نقیب نہیں بن سکتی اس لئے
 کہ ملکیت اور اسلام دو الگ الگ حقیقتوں کے نام ہیں۔

اب اگر حضرت امام حسین مدینہ ہی میں قیام کرتے تو اس کی ذمہ داری کون لیتا
 کہ مدینہ رسول کی حرمت قائم رہ جائے گی۔ اور یہ زمین خون حسین سے رنگین نہ ہوگی۔ حسین
 کے سامنے اپنے بھائی کا کردار تھا کہ جب حضرت امام حسین خلق مجسم ہو کے ان کے مظالم
 سے محفوظ نہ رہ سکے تو یہ فرزند رسول سمجھ کر مجھے کیسے چھوڑ دیں گے۔ لہذا حسین نے اس
 حقیقت کو محسوس کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ جس طرح امام حسن کی شہادت سے انکار کیا
 جاتا رہا ہے اور اصل قاتل کا چہرہ چھپا رہا ہے میں اپنے اقدام سے ظالموں اور قاتلوں
 کو بے نقاب کر دوں گا۔ اسی لئے مدینہ کی گلیوں کو چھوڑ کر آپ نے کربلا کے میدان کا
 انتخاب کیا۔ اور مقصد کی یہی وہ عظیم فتح تھی جس کو حسین نے سرکشا کر حاصل کیا۔ ولید
 کے دربار سے واپس آنے کے بعد حسین نے سامان سفر لے لیا اور منزل مقصود کے لئے
 تیار ہو گئے تاکہ نانا کا دین محفوظ رہے جیسا کہ روایت میں ہے کہ ”لنگے دن ۲۸ رجب
 ششہ رات کے وقت حضرت امام حسین بھی اپنے بیٹوں، بہنوں، بھتیجے، بھانجوں اور
 دوسرے اہل بیت کو لے کر مدینہ سے مکہ کو روانہ ہو گئے اور جب وطن چھوڑ رہے
 تھے تو آپ کی زبان مبارک پر قرآن کی وہی آیت تھی کہ جب جناب موسیٰ خوف و ہراس
 کے عالم میں شہر سے باہر نکلے تو آپ کی زبان پر یہ فقرہ تھا — خدایا مجھے ظالموں
 لے عمر ابو النصر، الحسین، ص ۵۳ مترجمہ محمد احمد بانی بقی۔

جب امام حسین فیصلہ کو دوسرے دن پر چھوڑ کر جانے لگے اذہان بن حکم
 نے حسین کا یہ طرز عمل دیکھا تو بول اٹھا — ”ولید کیا غضب کرتے ہو اگر حسین اس
 وقت تمہارے ہاتھ سے نکل گئے اور بیعت نہ کی تو ایسا موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ بہتر ہے کہ
 ان کو گرفتار کر لو۔ یہ گھر سے نہ جانے پائیں جب تک کہ بیعت نہ کر لیں یا قتل نہ کر دیئے
 جائیں۔ یہ سن کر امام حسین کو غصہ آگیا اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ کیا مجال
 ہے تیری یا ولید کی جو مجھے قتل کرے۔ غلط کہا تو نے، بخدا اور گنہگار ہوا۔“ لے
 اپنے دور کی سب سے برگزیدہ شخصیت حضرت امام حسین اگر یزید کی بیعت
 کر لیتے تو یزید کے کردار و اعمال کو فرزند رسول کی اطاعت کے بعد یقیناً حق بجانب
 ہونے کی سند مل جاتی اور یزید اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا۔ مناسب ہو گا کہ اہل
 بیعت و انکار بیعت پر غور کر لیا جائے۔

اگر امام حسین بیعت کر لیتے تو.....

۱۔ خیر نے شر کی بیعت کر لی۔

۲۔ یزید کے تمام کردار و عمل کے لئے سند ہٹتا ہو جاتی اور اس کے دعویٰ
 خلافت کے پیش نظر وہی کردار و عمل اسلام کے نمائندہ کرداروں میں شامل ہو جاتا۔

۳۔ دینی اذہان، بہر و فناء، تسلیم و رضا وغیرہ آئینی افسانہ بن جاتے اور
 بواہوسی، سرکشی اور تشدد سکے راج الوقت تو بنتا ہی دل سے خراج عقیدت
 بھی لے لیتا۔

لیکن امام حسین نے بیعت سے انکار کر کے ثابت کر دیا کہ :-

۱۔ ایمان کی کائنات بہت وسیع اور مستحکم ہے۔

سے نجات دے لے۔

چونکہ حسین ذمہ دار دین تھے لہذا آپ کا کوئی عمل آیات قرآنی کے خلاف نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی لئے شاعر مشرق علامہ اقبال نے کہا ہے

رمز قرآن از حسین آموختیم

زائش او شعلہ با اند و ختمیم ۲

امام حسین کا اقدام فقط دفاعی نہیں تھا بلکہ ظالموں اور جاہلوں کے خلاف ایک مسلسل جہاد اور روح اسلام کی بانیابی اور آئین شریعت کا تحفظ بھی تھا۔ لہذا قرآن و شریعت سے انحراف کو اپنے جہاد کا ہدف احتجاج بناتے ہوئے یزید سے برسر پیکار ہوئے۔ چونکہ ارشاد الہی ہے کہ ”حدود الہی سے تجاوز کرنے والوں کی اطاعت نہ کرو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دے زمین پر فساد برپا کرتے ہیں۔ اور اصلاح نہیں کرتے۔“ ۳

دوسرے مقام پر پروردگار اس حقیقت کو یوں بیان کر رہا ہے ”جو لوگ بندگان خدا پر ظلم کرتے ہیں اور زمین پر ناحق فتنہ و فساد کرتے ہیں ان کے خلاف آواز بلند کرنا ہر شخص کا فریضہ ہے۔“ ۴

انہیں آیات کے پیش نظر جب امام حسین کے خطبہ کا جائزہ لیا جائے تو آپ نے شکر یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا تو امام حسین کے مقصد کی صحیح ترجمانی ہوتی ہے

۱۔ سید یحییٰ نوری: مترجم سید ذیشان حیدر جوادی۔ فلسفہ انقلاب حسین ص ۹۵

۲۔ علامہ اقبال: روزِ بخودی، ص ۱۲۸

۳۔ قرآن: سورۃ شعراء آیت ۵۲-۵۱

۴۔ قرآن: سورۃ شوریٰ - آیت ۴۲

آپ نے شکر یزید سے مخاطب ہو کر یوں کہا:-

”اے لوگو! رسول خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی ایسی حکومت کو دیکھے جس نے ظلم و جور کو اپنا شعار بنالیا ہو اور قوانین الہی سے تجاوز کر رہا ہو، سنت رسول کے خلاف عمل پیرا ہو۔ تو اس پر واجب ہے کہ اپنے گفتار و کردار سے اس کے ظلم و ستم کا سد باب کرے۔ جو کوئی یہ فرض پورا نہ کرے تو خداوند قدوس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس شخص کو اس حکومت کے ارکان کے ساتھ عذاب میں مبتلا کر دے۔ پھر فرمایا کہ جان لو یہ لوگ (یزید اور اس کے معاونین) کھلم کھلا دین اسلام کو تباہ و برباد کر رہے ہیں اور خدا نے جو حلال کیا تھا اس کو حرام اور جو حرام کیا تھا اس کو حلال قرار دے رہے ہیں۔“ ۱

اصحاب رسول کے مرثیے آج بھی ”رجال دسیرت کی کتابوں میں درج ہیں۔ استیعاب ابن عبد میں حضرت حمزہ عم رسول اعظم، عثمان بن مطعون، سعد بن معاذ، ابوذر اشجیہ وغیرہ کے تراجم میں ایسے راوی کا تذکرہ ملتا ہے۔ الدرۃ فی المفازی والمراثی العقد الفرید میں ابن عبد اللہ نے صحابہ کرام، تابعین کے غم انگیز مراثی اور دردناک نوے درج کئے ہیں۔ ۲ رسول نے اپنے عم محترم حضرت حمزہ کی شہادت پر آنسو بہانے اور گریہ کرنے اور اس پر نوحہ و ماتم و مرثیہ پڑھنے کو اپنی سنت بنا کر شہید کے غم میں مرثیہ کہنے کا جواز دیا۔ ۳ ابن مسعود صحابی سے مروی ہے کہ جب رسول حضرت حمزہ کی لاش پر پہنچے تو آپ بلند آواز سے یہ نوحہ فرماتے تھے۔ اے حمزہ، اے رسول کے چچا، اے خدا کے شیر، اے خدا کے رسول کے شیر، اے حمزہ، اے نیکیوں کو بجالانے والے حمزہ

۱۔ طبری: جلد ۴ ص ۳۰۵

۲۔ سید یحییٰ نوری (مترجم سید ذیشان حیدر جوادی) فلسفہ انقلاب حسین ص ۳۱

’واقعات کربلا‘ اور پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب نے ’رزم نامہ انیس‘ میں پیش کیا ہے۔ میر انیس نے ان تمام واقعات کو اپنے کلام میں جگہ دی ہے جو معتبر تاریخ اور مستند مقاتل میں موجود ہیں۔ یہ اعتراض درست نہیں ہے کہ انیس نے تاریخ سے انحراف کر کے اپنے ذہنی اختراع سے ایسے واقعات نظم کر دیئے ہیں جن کی سند معتبر کتب تاریخ سے فراہم نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ صحیح صورت حال یہ ہے کہ شاذ و نادر واقعات کو انیس نے اپنی عظیم تخلیقی و فنی صلاحیتوں کے ذریعہ ان کا ایسا دلکش منظر پیش کیا ہے کہ بادی النظر میں اس کا اندازہ نہیں ہو پاتا کہ کتب تاریخ کی سیر کی جا رہی ہے یا انیس کے ہوشیہ فیض سخن سے سیرانے کو قارئین وجد کی کیفیت محسوس کر رہے ہیں۔ چونکہ تاریخ کی بعض کڑیاں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کو شاعر اپنے پیغم قلم سے دیکھ کر نظم کر دیتا ہے۔ میر انیس کا کمال یہ ہے کہ واقعات کو نظم کے سانچے میں یوں ڈھال دیتا ہے کہ روایت کی روح نہیں بدلی لیکن پیکر ضرور بدل گیا ہے اس لئے کہ انیس شاعر تھے مورخ نہیں۔

کلیم الدین احمد نے اپنی نئی کتاب ”میر انیس“ میں انیس کی شاعری کے نقائص کو نمایاں کرنے کی ناکامیاب کوشش کی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ کلیم الدین احمد مرثیہ کی تحقیق و درج سے نا آشنا ہیں۔ میر انیس پر اعتراضات کی شکل میں لکھا گئے سوالات کے آئینے میں مرثیہ کے پلاٹ میں محرک قدروں سے خود کلیم الدین احمد کی ناواقفیت بہت صاف دیکھی جاسکتی اس منزل پر کسی مزید بحث کو چھوڑنا اقام الخروف کے موضوع سے بالکل الگ ہے۔ اس سلسلے میں موصوف کے میر انیس سے متعلق اعتراضات کا مکمل جواب پروفیسر عقیل رضوی نے اپنی کتاب ”مرثیہ کی سماجیات“ میں دیا ہے۔

تلاش بیکار کے باوجود بعض واقعات ایسے ہیں کہ جن کی سند تاریخ سے نہیں تلاش کی جاسکتی۔ ممکن ہے کہ آئندہ کی تحقیق و تلاش میں یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے۔ مگر درست ان میں سے بعض واقعات کی اس باب کے آخری جز میں نشانہ دی کی جائے گی۔ (بقول ڈاکٹر فضل امام) :-

”انیس ہی کی عظمتیں ہیں جہاں ہر مرثیہ ”ضرب لافنی اسانیات ہر کار نظر آتا ہے اور مستقبل کی ارد و نظم کی بے پناہ دستوں کا پیش رو بھی قرار پاتا ہے۔“

۱۔ کلیم الدین احمد : میر انیس ۲۔ سید محمد عقیل رضوی : مرثیہ کی سماجیات ص ۱۸۷ تا ۱۸۸

۳۔ فضل امام : انیس، شخصیت اور فن ص ۳۲۲

اے مصیبتوں کو دور کرنے والے، اے حمزہ، اے رسول سے کرب و مصیبت ہٹانے والے۔“

دین کی راہ میں جناب حمزہ کی شہادت اور مظلومیت اپنے دور میں انہیں سید الشہداء بنا گئی لیکن جب مظلومیت اپنی پوری ہمہ گیری کے ساتھ واقعہ کربلا میں ظہور پذیر ہوئی تو اب صبح قیامت تک کے لئے حسین سید الشہداء ہو گئے اور سنت رسول کی اتباع میں حسین پر گریہ بقائے دین اور اشاعت اسلام کا مستقل ذریعہ ہو گیا۔ چنانچہ انیس نے واقعہ کربلا کے افضل خاکے کو اپنے مرثیہ کا موضوع بنا کر ادب کی عظیم خدمت کے ساتھ ساتھ رسول کرام کی سنت اور صحابہ کرام کی سیرت کو بھی زندہ رکھا۔

واقعہ کربلا تاریخ میں بھی ہے اور مقاتل میں بھی لیکن اس سے یہ خیال نہ پیدا ہونا چاہئے کہ مقاتل تاریخ سے الگ کوئی چیز ہے بلکہ ”مقتل تاریخ ہی کے ایک جز کا نام ہے۔ تاریخ کے دامن میں ہر خشک و تر اور ہر امر دین و دنیا کا انبار لگا رہتا ہے۔ علمائے اعلام نے واقعات کربلا کی مستقل اہمیت کے پیش نظر اس حصہ کو تاریخ سے الگ کر کے از سر نو مرتب کر دیا اور اسے مقاتل کا نام دے دیا ہے ورنہ یہ براہ راست تاریخ کا ایک جز و تھا۔ جسے کسی طرح بھی اس سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔“ ۱

چونکہ واقعہ کربلا امام حسین کی مدینے سے روانگی اور اہل حرم کا مدینہ واپس آنا تمام واقعات کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ زیر نظر باب میں تمام تفصیلات کا شامل کرنا بہت دشوار ہے اور اس مختصر باب میں وہ تمام تاریخی مناظر نہیں پیش کئے جاسکے جو واقعات کربلا کا جز و ہیں۔ واقعات کربلا کو تسلسل کے ساتھ امیر احمد علوی نے اپنی کتاب

۱۔ سید سعید اختر رضوی : کربلا شناسی ص ۱۲۲

۲۔ سید ذیشان حیدر جواد : قرنی ہاشم ص ۲۴

موجودہ باب میں کلام انیس کی روشنی میں واقعہ کربلا کا ترتیب وار جائزہ لیتے ہوئے مدینہ سے امام حسین کی روانگی، مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کربلا کا سفر، درمیان کے واقعات، بندش آب، معرکہ کارزار، جانبازوں کی شہادت، تاریخی خیام، اسیری اہل حرم، قید سے رہائی کے مناظر پیش کئے گئے ہیں۔

واقعہ کربلا کی پیشین گوئی

پھر پھر کے دیکھتے تھے شہنشاہ مشرقین کہ جانبِ حسن تو کبھی جانبِ حسین بیٹھے جو زانوؤں پہ وہ زہرا کے نورین تمہا تو کن لطفِ قلب کو رات بکر کو چین جھک جھک کے منہ رسولِ زمیں چومنے لگے ان کا سکا تو ان کا دہن چومنے لگے ۱

رسول کے اس عمل پر جب فاطمہ نے دریافت کیا کہ آپ حسن کے دہن اور حسین کے گلے کو کیوں بوسہ دے رہے ہیں تو رسول نے جواب دیا۔ ۲
بوے جگر کو تھام کے محبوب ذوالجلال تجھ سے سنا نہ جائے گا اے فاطمہ یہ حال کس منہ سے میں کہوں کہ قلع ہے مجھے کمال زہرا شہید ہوئیں گے تیرے یہ دونوں لال ماتم کی یہ خبر ابھی جبریل لائے تھے سارے ملک حسین کے پرے کو آئے تھے ۳
انیس نے مذکورہ بند میں وہ منظر پیش کیا ہے جو اس روایت کا ترجمان ہے جس میں

۱۔ مراثی انیس: جلد ۱ نول کشور ۳۸۵

۲۔ " " " " " " ۳۸۸

زید بن ارقم کے حوالے سے وارد ہوا ہے کہ "میں نے کئی بار دیکھا کہ رسول خدا اپنے ایک زانو پر حضرت حسن کو اور دوسرے زانو پر حضرت حسین کو بٹھائے ہوئے تھے۔ حسن کے منہ کا اور حسین کے گلے کا بوسہ لے رہے تھے۔" ۱ اور یہی روایت حضرت ام سلمہؓ سے بھی ہے دوسرے مقام پر وارد ہوا ہے کہ جب رسول خدا سے جناب فاطمہ زہرا نے امام حسن کا دہن چومنے اور امام حسین کا گلہ چومنے کا سبب پوچھا تو پیغمبر اسلام نے جواب دیا کہ یہ تمہارے دونوں بچے شہید کے جائیں گے اور حسن کے جگر کے بہتر ٹکڑے زہرا کے اثر سے دہن اقدس سے کریں گے اور حسین کے گلے کے خشک پر خنجر چلے گا جب حضرت ختمی مرتبت نے حضرت فاطمہ سے ان کے چھوٹے بیٹے کی شہادت کا تذکرہ فرمایا تو جناب میدہ بہت ترپیں، بہت رویں۔ کہا۔ یا بایکما یہ واقعہ جب پیش آئے گا تو آپ ہوں گے پیغمبر نے کہا "نہیں"۔ علی ہوں گے "نہیں"۔ میں ہوں گی "نہیں"۔ کہا کہ (بابا) پھر کون ہوگا۔ جو میرے حسین کی مصیبت پر روئے گا، ماتم کرے گا، کفن و دفن کون کرے گا۔ جواب میں جناب رسالتآب نے فرمایا۔ اے فاطمہ میری امت کی عورتیں میرے اہل بیت کی عورتوں پر اور میری امت کے مرد اہل بیت پر رویں گے اور ایک گروہ بعد ایک گروہ سے میرے شیعوں سے ہر سال تیرے فرزند کے غم کو تازہ رکھے گا۔ ۲

مدینہ سے روانگی

فرزندِ پیغمبر کا مدینہ سے سفر ہے سادات کی بستی کے اجڑنے کی خبر ہے

۱۔ حسین بخش: اصحاب الیمین ۲۶۵

۲۔ علامہ مجلسی: بحار الانوار ج-۱۔ مترجم طیب آغا جازری ۳۵

۳۔ " " " " " " ۱۲۶-۲۵

حسین آنے والے چند حاجیوں کی سرگرمی سے منصوبہ قتل کا اندیشہ محسوس کرتے ہوئے تقدس کعبہ کے خیال سے حج کو عمرہ سے بدل کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔
منظر تھے شب ہشتم ذی الحجہ کو شبیر تھا قصد مصمم کہ سوئے کوفہ ہو رہ گئے کرتے تھے کبھی یاس سے رو رو کے یہ تقریر اب یاں کیا دیکھے لئے جاتی ہے تقدیر پھر کہ جو وطن چائیں تو جانا نہ ملے گا
اب ہم کو بجز قبر ٹھکانا نہ ملے گا
میر انیس نے مذکورہ بالا بند میں حضرت امام حسین کے مکہ پہنچ کر حج کو عمرہ سے بدلنے کا منظر پیش کیا ہے۔ چونکہ حجاج کے لباس میں قاتلی آستینوں میں خنجر چھپا کر لائے تھے جن کی تعداد تیس تھی۔ قریب تھا کہ امام کو قتل کر دیں۔ آپ نے فوراً حج کو عمرہ سے بدل دیا اور ۸ ذی الحجہ صبح کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔
چونکہ امام حسین دارث کعبہ تھے لہذا یہ کیسے ممکن تھا کہ اپنے خون کو زمین مکہ پر بہہ جانے دیتے۔ حد و حریم کے بجائے امن ہونے کے تقدس کو ضائع کر دیتے اس لئے حسین کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے کیوں کہ کوفہ والوں نے بے شمار خطوط لکھ کر حسین کو اپنی ہدایت کے لئے دعوت دی تھی۔

امام حسین کی مکہ سے روانگی کے بعد کے واقعات حرکے لشکر سے ملاقات :-

۱۔ مرثیہ انیس : جلد ۱ ص ۳۷

۲۔ نواب احمد حسین : تاریخ الحوادث ۳۲۰-۳۲۱ انتخاب طبری مولانا صفدر حسین ص ۳۷

فرمانے لگے تب بہ محبت شہ ذی حباہ آہا ہوا کس سمت سے اے بندہ اللہ کی عرض کہ اے خلق دو عالم کے شہنشاہ آہا ہے ادھر کوفہ کی سرحد سے ہوا خواہ
سب کچھ مرے لشکر میں ہے پر آب نہیں ہے
پیاسا ہوں تکلم کی مجھے تاب نہیں ہے
حرکی فریا دسن کر امام حسین نے اپنے جانباڑوں سے کہا
فریا دجو کی حرے بعدا شک فشانی ٹھہرا کے یہ بولا اسدا اللہ کا جانی
حاضر ہے وہ جو کچھ مرے ہمراہ ہے پانی آ اے سردیندار بجھا تشنہ دہانی
ہم دوست کی تکلیف گوارا نہیں کرتے
پانی کو تو کانسر بھی پیارا نہیں کرتے
دوسرے مرثیہ میں انیس نے حر کے پیاسے لشکر کی کیفیت کو یوں پیش کیا ہے
تھی یہی فصل یہی دھوپ یہی گرم ہوا ٹھنڈے پانی پہ گرے پڑتے تھے حر کے رقاء
بھائیو آؤ جو پانی کی طلب گاری ہے
چشمہ فیض حسین ابن علی جاری ہے
انیس نے مذکورہ بند میں اس روایت کے منظر کو پیش کیا ہے۔ جب امام حسین مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو رہے تھے کہ "راستہ میں حر کے لشکر سے ملاقات ہوئی جو پیاسے بے خود تھا اور حر کے فوج کے ایک سپاہی کے گھوڑے کی پیاس سے حالت خراب تھی امام نے لشکر کے سپاہیوں کو حکم دیا مشک کے دہانے کو الٹ دو۔ اور جانور بھی

۱۔ مرثیہ انیس : جلد ۲ نول کشود ص ۱۷۷

۲۔ " " : " " ۲ " " ص ۱۷۷

۳۔ " " : " " ۱ " " ص ۹۵

سیراب کر دیئے گئے۔^۱

جب حر کا شکر سیراب ہو چکا تو حر نے کہا کہ میں حاکم کا فرستادہ ہوں آپ کو کو ذہ چلنا ہو گا اور یہ کہہ کر امام کی لجام فرس پر ہاتھ ڈال دیا۔^۲ تو امام حسین نے کہا، چھوڑ میری لجام فرس کو تیری ماں تجھ پر روئے آخر تیرا کیا مطلب ہے۔ اس فقرے کو سن کر حر نے کہا واللہ اگر عرب میں سے کسی اور نے یہ کلمہ کہا ہوتا تو میں بھی اس کی ماں کا ذکر کرتا چاہے وہ کوئی بھی ہوتا۔ واللہ آپ کی والدہ گرامی کا ذکر بغیر حد درجہ کی تعظیم کے میری مجال نہیں جو لوں^۳۔ اس روایت کو میرا نہیں نے یوں نظم کیا ہے۔^۴

کچھ کہنے پہ تھا حر کہ پکارے شہ ذی شان کیا کہتا ہے بیٹھے ترے ماتم کو تری ماں
تغیر کے کہا حر نے کہ اے قبلہ ایمان سرکار شہنشاہ سے عزت کا ہوں خواہاں
ذلت ہوئی اب منہ کسے دکھلاؤں گا مولا
میں اپنا سکہ کاٹ کے مر جاؤں گا مولا^۵

حر کی نگاہ میں مادر حسین کا احترام^۶

کہتا یہ سخن منہ سے جو کوئی مرا ہمسر لا تا وہیں نام اسکی بھی ماں کا میں زباں پر
ہیں روشنی عرش خدا آپ کی مادر صدیقہ و راضیہ و مرضیہ و اطہرہ
فضہ کے غلاموں کا بھی رتبہ نہیں رکھتا
زہرا کہوں زہرا کو یہ زہرا نہیں رکھتا^۷

۱۔ سید صفدر حسین : انتخاب طبری ۸۶-۳۸۶

۲۔ " " " " : ۳۸۸

۳۔ مرثی انیس : جلد ۲ نول کشور ۱۳

۴۔ " " " " : ۲ " " " ۱۳

انیس نے حر کی نگاہ میں فاطمہ زہرا کے احترام کا اظہار صدیقہ و راضیہ و مرضیہ اور
اطہرہ کے الفاظ سے اس لئے کیا ہے کہ یہ القاب جناب فاطمہ زہرا کے ہیں۔

جناب مسلم کی خبر شہادت اثنائے راہ میں :-

حضرت امام حسین کو کو ذہ کے راستہ میں دو شخص کو ذہ کی طرف سے آتے ہوئے نظر آئے۔
جناب مسلم بن عقیل امام حسین کے سیفرن کو کو ذہ گئے تھے اور جانے کے بعد ایک
عرصہ تک ان کی غیریت ملتی رہی لیکن حاکم کو ذہ کی اچانک تبدیلی کے بعد کوئی غیریت نہ مل
سکی۔ یہاں تک کہ کو ذہ کے راستہ سے آتے ہوئے دو شخص دکھائی دیئے تو ایک شخص کو ذہ بھیج
کر امام حسین نے کو ذہ کا حال دریافت کیا۔^۱

قاصد کوئی نام تھا جو مسلم کا نہ لاتا تشویش میں تھا حیدر کو ار کا جایا
ناگاہ اسے اک مرد مسافر نظر آیا بھجوا کے کسی کو اسے حضرت نے بلایا
تسلیم کی اس شخص نے جھک کر شہ دیں کو

نعلین مبارک پہ لگا ملنے جہیں کو^۲

لے ہاتھ میں ہاتھ اس کا اٹھے سید والا لے جا کے کنارے اسے اس طرح سے پوچھا
اے شخص تو آتا ہے کدھر سے مجھے بتلا وہ کہنے لگا کو ذہ سے آتا ہوں میں شاہا
شہ نے کہا کو ذہ کا مسافر تو اگر ہے
مسلم مرے بھائی کی بھی کچھ تجھ کو خبر ہے^۳

۱۔ علامہ مجلسی - بحار الانوار جلد ۳ ص ۳۲ ترجمہ سید حسن امداد

۲۔ فرد حسین قریشی : جامع التواریخ فی مقتل الحسین جلد ۱ ص ۷۷

۳۔ مرثی انیس : جلد ۲ نول کشور ۶۶

۴۔ " " " " : ۲ " " " ۶۶

امام حسین کے اس سوال کا جواب اس شخص نے یوں دیا ہے

روز کے وہ کہنے لگا کس منہ سے کہوں آہ مسلم کا بھی سر کٹ گیا ہانی کا بھی یا شاہ
ادب پاؤں میں لاشوں کے دن باندھ کے بدخواہ بازاروں میں کھینچنے لے پھرتے تھے سر راہ
دونوں سروں کی شام میں جانے کی خبر ہے

لاشوں کو سردار چڑھانے کی خبر ہے

انیس نے مذکورہ بند میں جناب مسلم کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے جناب ہانی کا بھی ذکر شہادت ساتھ ساتھ کیا ہے۔ چونکہ جناب مسلم کو ذہبیہ بیچ کر جناب ہانی کے یہاں رہے۔ اور جناب ہانی آخری دم تک جناب مسلم کی حمایت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حاکم کو ذہبیہ نے مسلم اور ہانی کو شہید کرا دیا۔

شہادت فرزند ان مسلم بن عقیل (محمد و ابراہیم)

جناب مسلم کی شہادت کے بعد جب حارث ملعون فرزند ان مسلم کو قید کر کے دریا کے کنارے قتل کرنے کے لئے لایا تو بچوں نے کہا۔ ۛ

لڑکوں نے کہا مالک و مختار خدا ہے کرلیویں نمازیں تو ادا اس پہ قضا ہے
وہ بولا نمازوں سے بھلا فائدہ کیا ہے جانوں کو بچالیں یہ نمازیں تو بجا ہے
دہ بولے کہ یہ شیوہ ہے مشہور ہمارا
سر دینا عبادت میں ہے دستور ہمارا

۱۷ مرآۃ انیس : جلد ۲ ، نول کشور ص ۶۶

۵ علامہ مجلسی و جلاء العیون، جلد ۲ ص ۲۰۵، ترجمہ سید عبدالحسین

۳۷۱ مرآۃ النیس : جلد ۱ نول کشور ۱۱۹

جب حادث ملعون دونوں بھائیوں میں سے ایک بھائی کو قتل کر چکا اور اس کی لاش دریا میں ڈال دی تو

جب تک کہ تڑپتا رہا اس کا تین لائے
تھہرا رہا پانی میں بڑے کا تین اٹھ
چھوٹے کو بھی جب ڈال دیا نہر کے اندر
جا بیٹھا بصد شوق برادر سے برادر
کہ ڈوبتے تھے گاہ اجھ آتے تھے دونوں

خورشید سے دریا میں نظر آتے تھے دلوں لے

انیس نے مذکورہ بند میں جناب مسلم کے بچوں کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے اس روایت کو نظم کیا ہے کہ ”جب بچے باپ کی شہادت کے بعد قید کر لئے گئے اور قید سے آزادی کے بعد ایک ہمدرد عورت کی پناہ میں ایک رات رہنے کے بعد اسی عورت کے شوہر حارث کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ جس نے بچوں کو دریا کے کنارے لے جا کر قتل کر دیا تھا جب جناب مسلم کے بچے نماز ادا کر چکے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اس ملعون نے بڑے بھائی کی گردن پر تلوار لگائی۔ اس ظالم نے بڑے بھائی کی لاش پانی میں ڈال دی اور چھوٹے کا سر بھی کاٹ لیا۔ جب دونوں کی لاشیں پانی میں پہنچیں تو باہم بھنگ لگے ہو کر ڈوب گئیں۔“ یہ

امام حسین کا وارث دیکر بلا ہونا :-

منہ پھیر کے گھوڑے کے کماؤں کروں کیا
کیا جانے زمین کیسی ہے کیسا ہے یہ صحرا

تھراتا ہوں ہرگز قدم آگے نہیں بڑھتا
پوچھے تو کسی سے کوئی کیا نام ہے اس کا

۱۹ مراثی انیس : جلد ۱ نو لکھنؤ ۱۱۹

۲۳۵۰ سید نجم الحسن : چودہ ستارے

235 " " " " "

پوچھا تو کوئی بولا یہی دشت بلا ہے :
نام اس کا ہے اک ماریہ اک کرب بلا ہے

جناب عباس نے جناب امام حسین سے کہا ہے

گرمی میں ایسی سرد ہوا یا شہ انام ہے لیٹنے کی جایہ زمین فلک مقام
مشہور غاضریہ ہے شاید اسی کا نام جی چاہتا ہے یاں سے سر کیے نہ ایک کام
ایسی جگہ بس اب نہ ملے گی کسی جگہ

کیا لطف ہے جو قبر بھی ہوئے اسی جگہ
امام حسین نے حکم دیا کہ لشکر نہیں بٹھہر جائے اور خود بھی گھوڑے سے

اُتر پڑے۔

اترے اسی میدان بلا نیز میں سرد استاد ہوئے خیمہ ناموس یمیم
صحرا کی طرف دیکھ کے خوش ہو گئے اکبر دریا پہ ٹہلنے لگے عباس دلاور

شہر بولے ہوا نہر کی بھائی تمہیں بھائی

ہاں شیر ہو دریا کی ترائی تمہیں بھائی

انیس نے مذکورہ بند میں امام حسین کا وار ذکر بلا ہونا اور لشکر کو حکم دینا کہ یہیں اتر پڑو
یہی ہماری منزل الیغائے حمد ہے۔ "دوسری محرم الحرام کو جناب مظلوم کربلا زمین کربلا پر وارد
ہوئے۔ گھوڑے کو آگے بڑھایا مگر گھوڑے نے قدم آگے نہیں بڑھایا یہاں تک کہ حضرت
نے سات گھوڑے بدلے۔" امام حسین نے جب وہاں کے لوگوں سے اس زمین کا نام

۱۔ مراۃ انیس : جلد ۲ نول کشور ص ۷۷

۲۔ " " : " ۲ " " ۱۳۳

۳۔ " " : " ۱ " " ۱۳۳

۴۔ سید زابد حسین : سفینہ البکا - ۲۵۴

پوچھا تو کسی نے کہا کہ اس کو مینوا کہتے ہیں کسی نے کہا غاضریہ کہتے ہیں اور کسی نے کہا اس کو
کربلا بھی کہتے ہیں۔ "واقعہ کربلا کے محل وقوع کے ماتحت جو بہت سے نام گوش زد ہوتے ہیں
کربلا، مینوا، غاضریہ، شط فرات، انھیں ایک جگہ کے نام نہیں سمجھا جاسکتے۔ بلکہ وہ متعدد
جگہیں تھیں جو باہمی قرب کی وجہ سے ایک ہی سمجھی جاسکتی تھیں اور اس لئے محل وقوع واقعہ
کے اعتبار سے ہر ایک کا نام تعارف کے موقع پر ذکر کیا جانا صحیح قرار پاتا تھا۔"

فرات کے کنارے خیام حسینی کا نصب ہونا

شہ نے کہا اچھا یہیں خیمہ کرو برپا منظور نہیں اپنے ہوا خواہوں کی ایذا
ہم چشمہ الطاف ہیں ہم فیض کے دریا بالغ ہوا اگر اہل شقاوت تو ہمیں کیا
آرام ہمارا انھیں منظور نہیں ہے

خیمے وہ اٹھا دیوں تو کچھ دور نہیں ہے

دریا کے کنارے سے ہوا سرد جو آئی عباس دلاور سے کہا شہ نے کہ بھائی
خیمہ کے لئے کون سی جگہ تمہیں بھائی کی عرض بہادر نے کہ بہتر ہے ترائی

بہراتا ہے دلیاں کہ فضا خوب ہے مولا

شیروں کو ہوا نہر کی مرغوب ہے مولا

جب ظالموں نے نہر کے کنارے سے خیام حسینی کو ہٹانے پر زور دیا۔ اور
جناب عباس کو جلال آگیا تو امام حسین نے جناب عباس کو یوں سمجھایا

۱۔ سید علی النقی نقوی : شہیدانیت ۳۲۹

۲۔ مراۃ انیس : جلد ۳ نول کشور ص ۳

۳۔ " " : " ۳ " " ۳

بولے یہ برادر سے لپٹ کر شہر ابرار ہے دھیان کدھر کرتے ہو کن لوگوں سے گفتار
کیا منہہ جو ہٹا دیں نہیں دریا سے ستمکار لو تھام لو غصہ کو نہیں کرتے ہو گر پیار
اللہ سزا دے گا انھیں بے ادبی کی
لڑنا نہیں لازم نہیں امت ہے نبی کی
انہیں نے مذکورہ بند میں اس منظر کو پیش کیا ہے کہ ”جب حضرت مظلوم کربلا کربلا
کی زمین پر پہنچے اور اسی تاریخ میں اہل حرم، انصار، اعزاء، واجباب کے خیام دریا
کے کنارے نصب کئے گئے۔“

ساتویں محرم سے بندش آب :-

ہفتم سے محرم کی تو پانی بھی ہوا بند فرزند سیر کے تڑپنے لگے فرزند
مقی فاطمہ کے مہر میں وہ نہر بھی ہر چند غاصب نہ ہوئے پانی کے دینے پہ رضامند
حق اپنا محمد کے نواسے نے نہ پایا
اک پانی کا قطرہ کسی پیاسے نے نہ پایا
ایک دوسرے مرثیہ میں بندش آب کے بعد اہل حرم کی کیفیت کو انیس نے یوں
بیان کیا ہے :-
ہفتم سے ہوا بند جو پانی شدہ دیں پر مچھلی سے تڑپنے لگے معصوم ذہن پر
صد مہ تھا عجب بادشہ عرش نشیں پر اک کوہ الم ٹوٹ پڑا جان حزیں پر

۱۰ مرثیہ انیس: جلد ۳ نول کشور ۵۷

۱۱ علامہ مجلسی: بحار الانوار: جلد ۲۰۸ مترجم، صفحہ ۲۸۶، نوایا حسین: تاریخ احمدی ۳۲۴

۱۲ مرثیہ انیس: جلد ۱ نول کشور ۵۷

گل برگ سے لب خشک تھے سر زانو پہ خم تھا
پر دسیوں کی فکر تھی اطفال کا غم تھا
انہیں نے مذکورہ بند میں حسین اور اطفال پر بندش آب سے مرتب ہونے والی
کیفیات کو نظم کیا ہے۔ ”تاریخ کی تصریح ہے کہ امام حسین کی شہادت سے تین روز قبل کا
واقعہ ہے۔ پانی کی اس بندش کے بعد جماعت حسینی کے تمام افراد اور بالخصوص صغیر اطفال
پر پیاس کا شدید غلبہ ہو گیا۔“

شکر زید کی تعداد :-

اس فوج سقر توح کی تعداد ہے دشوار لکھتا ہے کوئی تیس ہزار آئے تھے غدار
اور اس سے فزوں ترکھی ہے کچھ وار و اخبار اکثر کا ہے یہ قول کہ تھے لاکھ ستمکار
لکھتا ہے یہ بعض کہ چھ لاکھ اہل جفا تھے
کیا بیکس و مظلوم امام دوسرا تھے
انہیں نے مذکورہ بند میں شکر زید کی تعداد کو نظم کیا ہے۔ زید کی فوج میں
مردم شماری کے اعتبار سے علماء کے نزدیک بیس ہزار تھے جسے ابن طاؤس نے
تزیج دی ہے یا تیس ہزار جس کو علامہ مجلسی نے مانا ہے۔ بیست تیس ہزار جس کو ابن اثوب
نے لکھا ہے یا ایک لاکھ تک مطابق بعض اہل مقاتل کی تحریر سے بلکہ گزشتہ انتظامات ہی

۱۰ مرثیہ انیس: جلد ۱ نول کشور ۵۹

۱۱ مید علی نقی نقوی: شہید السانیت، ۳۵۱

۱۲ نول کشور کے یہاں ”سقر“ کی جگہ سفر درج ہے جو غائب ہو کا تیب ہے۔

۱۳ مرثیہ انیس: جلد ۳ نائب حسین ۲۰۵

۳۸۳

پہلے سے دعائیں تھیں بس اور طاعت زاری شہ مجھ وظیفہ تھے حرم کرتے تھے زاری
ہر حال میں حضرت کی نظر سوائے خدا تھی
سجدے کبھی اور کبھی امت کی دعا تھی ۱۷

ایک دوسرے مرثیہ میں انیس نے شب عاشور میں اہل حرم کے انداز بندگی
کو یوں نظم کیا ہے ۱۸
پڑھ پڑھ کے نمازیں شب عاشور گزاری خشکیدہ زبانوں پہ رہا شکر ہی جاری
ہر دم یہی نعرہ تھا کہ یا ایزد باری بے فکر کہ عزت ہے ترے ہاتھ ہماری
خوشنود رہیں فاطمہ وہ کام کریں ہم

پہلے ترے محبوب کے پیارے سے مر میں ہم ۱۹
انیس نے مذکورہ بند میں شب عاشور کو عبادت الہی میں بسر کرنے والوں کا کردار پیش
کیا ہے۔ "شب عاشور کی ایک رات کی ہفت حسین نے اس لئے لی تھی کہ ہم آج کی رات اپنے
پروردگار کی خوب عبادت کریں۔ اور دعاؤں اور استغفار میں مصروف رہیں چنانچہ آپ
اور آپ کے اصحاب نے تمام شب اسی عالم میں گزاری کہ وہ مسلسل نماز، دعائیں اور بارگاہ الہی
میں تضرع اور زاری میں مصروف تھے۔" ۲۰

صبح عاشور اور اذان علی اکبر:-

سجدوں سے نمازوں سے یہ رخصت کیا ہے رونے کی تزلزل کی عبادت کی سحر ہے
پیارے یہ سحر رنج و مصیبت کی سحر ہے عاشور محرم ہے شہادت کی سحر ہے

۱۷ مرثیہ انیس: جلد ۱ نول کشور ص ۱۱

۱۸ مرثیہ انیس: جلد ۲ نول کشور ص ۱۱

۱۹ سید علی نقی نقوی: شہید انسانیت ص ۳۶۳

۳۸۲

سے ظاہر ہے کہ کوئی تمام قابل جنگ آبادی کربلا میں اندھیل دی گئی تھی جس کے بعد
کربلا کی زمین فوجوں کی کثرت سے موجیں مارنے لگی تھی ۱۷

امام حسین کے شکر کی تعداد:-

جیسا کہ کہا کہ نہ پوچھو کچھ اے بہن کتنی بتاؤں فوج ادھر ہیں چھ لاکھ تن
دو لاکھ نیزہ دار ہیں دو لاکھ تیغ زن اور ہوں گے دہی لاکھ کماندار صف شکن
سب آزمودہ کار قوی تر جوان ہیں
اور کلہم ادھر تو بہتر جوان ہیں ۱۸

انیس نے مذکورہ بند میں شکر حسین کی تعداد لشکر زید کے بالمقابل نظم کیا ہے
لشکر حسین کی تعداد کے بارے میں مختلف روایات ہیں بعض روایات کی بنیاد پر شہدائے
کربلا میں امام حسین کے اصحاب کی تعداد ایک سو ستتر اور نبی ہاشم میں جو افراد حسین کے لشکر
میں شامل تھے ان کی تعداد ایک سو چالیس بیان کی گئی لیکن "ایک تاریخی مراثت کے مطابق
(لشکر حسین) میں بیس سواروں اور چالیس پیادوں سے زیادہ نہیں تھے۔ اس لئے
شہدائے کربلا کے لئے بہتر کالفظ زبان زد خلاق ہے۔" ۱۹

شب عاشور

جب تین پہرات عبادت میں گزاری یاں خاک تھی سوتا تھا ادھر لشکر زاری

۱۷ سید علی نقی نقوی: شہید انسانیت ص ۳۲۸

۱۸ مرثیہ انیس: جلد ۲ نول کشور ص ۱۱

۱۹ سید علی نقی نقوی: شہید انسانیت ص ۳۶۳

عزت سے یہاں حروفِ قادار کو لاؤ :

سائے میں علم کے مرے غمخوار کو لاؤ ۱

حمر نے خدمتِ امام میں پہنچ کر اپنے سر کو امام کے قدموں پر رکھ کر کہا ہے
حمر نے کہا صدقہ یہ غلام اے شہ ذی جاہ حق سے مری بخشش کی دعا کیجئے اللہ
میبود سے رورو کے دعا کرنے لگے شاہ اس وقت صدا آئی کہ اے فاطمہ کے ماہ

ناجی ہے وہ فرزندِ نبی نے جسے بخشا

تو نے جو اسے بخشا تو ہم نے اسے بخشا ۲

امام حسین سے اپنے گناہوں کی بخشش کی سند لے کر حرمِ میدانِ جہاد میں آیا اور
جب زخموں سے چور ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرا، امام کو آواز دی، امام حسین لاش پر
پر پہنچے اور داد نصرت اس عنوان سے دی۔ ۳

ریتی پہ جو مہمان کو ترپتا ہوا پایا آغوش میں لے کر اسے چھاتی سے لگایا
رو مال سے چہرہ کا غبار اس کے چھڑایا قبلہ کی طرف زانو پہ سر رکھ کے لٹایا
رورو کے یہ فرماتے تھے زانو کو ہلا کر

اے بھائی حسین آیا ہے تو چشمِ تودا کر ۴

انیس نے مذکورہ بند میں ان معتبر روایات کو نظم کیا ہے جن میں لشکرِ یزید
سے لشکرِ حسین کی طرف حمر کی آمد اس کا امام کے قدموں پر سر رکھ کر طلبِ بخشش کرنا۔ امام
کا معاف کرنا، اور پھر حمر کا میدانِ جہاد میں آکر زخمی ہونا اور گھوڑے سے گرنا، اور امام

۱۔ مراثی انیس : جلد ۲ ذیل کشور ص ۲۲

۲۔ " " : " ۳ " " ص ۲۳

۳۔ " " : " ۳ " " ص ۲۶

۴۔ سید نجم الحسن : چودہ شمارے ص ۲۲۵ نواب شیخ احمد حسن - تاریخ احمد ص ۳۵۲-۳۵۳

کالاش حر پر پہنچنا، ان تمام مناظر کو حسنِ نغیات کے ساتھ پیش کیا ہے۔

شہادتِ حبیب ابنِ مظاہر

حبیب کی میدانِ جہاد میں آمد اور شانِ جہاد : ۱۔

اتنے میں رجزِ پڑھ کے پکارا وہ خوش انجام اے قوم حبیب ابنِ مظاہر ہے میرا نام
ہو شیار کہ اب میان کیسے بچی ہے یہ مصمص وار اس کا ہے دشمن کے لئے موت کا پیغام
یہ تیغ نہیں ہے جو دمِ حرب رکے گی

میں تم سے رکوں گانہ مری حرب رکے لی ۱

حبیب کا زخموں سے چور ہو کر میدان میں گرنا اور امام حسین کالاش پر پہنچنا ہے
ناکاہ صفیں چیر کے آئے شہ ذی شاں دیکھا کہ وہ مظلوم کوئی دم کا ہے جہاں
لاشے سے لپٹ کر یہ پکارے بھدا فغاں اے دوست مرے تیری محبت کے میں قرباں
دکھلا دو مجھے زخم کہاں کھلے ہیں بھائی

چھاتی سے لپٹ جاؤ کہ ہم آئے ہیں بھائی ۲

انیس نے مذکورہ بند میں اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس میں حبیب
ابنِ مظاہر کے جذبہ نصرت اور ضعیفی کے باوجود میدانِ جہاد میں آکر درجہ شہادت پر فائز
ہونا اور حسین کا اپنے بچپن کا دوست حبیب ابنِ مظاہر کی لاش پر پہنچ کر مرثیہ پڑھنے کا ذکر
ملا ہے۔

۱۔ مراثی انیس : جلد ۱ ذیل کشور ص ۱۳۴

۲۔ " " : " ۱۰ " " ص ۱۳۵

۳۔ سید علی نقی نقوی : شہیدانِ سائیت ص ۵۳-۵۴

ہنگام ظہر

تلوار برسیں صبح سے نصف النہارت تک
 کا پنا کئے پروں کو سیمٹے ہوئے ملک
 بقی رہی زمین لرزے رہے فلک
 نعرے نہ پھر وہ تھے نہ وہ تینوں کی تھی جہمک

دھالوں کا زور برہمیوں کا اوج بڑھ گیا

ہنگام ظہر خاتمہ فوج ہوگیتا

باقی نہ تھا ہمدرد نہ یاورشہ دیں کا بیٹا نہ بھتیجانہ برادرشہ دیں کا

خالی ہوا تاہم یکسر گھبرائے دیں گا تمہا شور کہ ہاں کاٹ لواب سرشتہ دیں گا

عباس نہیں ہیں علم و فوج نہیں ہے

اب فاطمہ کے لال کا وہ اونچ نہیں ہے ۷۲

انیس نے مذکورہ بند میں اس وقت کا منظر پیش کیا ہے کہ جب امام کے اعوان و

انصار کی نصف تعداد راہ خدا میں قربان ہو گئی اور نماز ظہر کا وقت آگیا تو امام کے جاں نثار

ابو شامہ حیدادی نے کہا کہ مولا! یہ وقت نمازِ ظہر ہے۔" جب حضرت نے نماز کا نام سنا تو

اک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور سر مبارک جانب آسمان بلند کر کے فرمایا اے ابوشامہ

تو نے نماز کو یاد کیا خدا تجھے نماز گزاروں میں محسوب کرے یہ اول وقت نماز ظہر ہے۔

سعید و زہیر امام کے سینہ سپر ہو کر آگے کھڑے ہو گئے، امام نے مع اصحاب بعنوان صلوات

نماز خوف ادا کی " جس کے معنی یہ ہیں کہ فوج کے دوحصے ہو جائیں۔ ایک دشمن سے مقابلہ

۱۔ مراٹھائی انیس : جلد ۴ نول کشور ص ۸۴

٤ " " : " " ١٤٥

۳ علامہ مجلسی : بحار الانوار جلد ۱ مترجم طیب آغا جزائری ص ۲۳۲

کرے اور دوسرا حصہ نماز میں شریک ہو وہ ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھے اور باقی نماز تخفیف کے ساتھ فرما دے پڑھ کر تمام کرے اور جب یہ نماز ختم کر کے جائے اور دشمن کے سامنے کھڑا ہو جائے تو وہ پہلا حصہ میدان جنگ سے آکر نماز میں شریک ہو لے۔

نماز ظہر کے پہلے اور بعد تک انصارِ حسین قتل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ حسین کے اعزاء کے شہید ہونے کا وقت آپہونچا۔

اصحاب کی شہادت کے بعد خُصین کے اعزاء یعنی بنی ہاشم کی ماری تھی بحقیقت میں

صحاب کی وفاداری کا یہ حیرت انگیز کارنامہ تھا کہ جب تک ان میں کا ایک بھی باقی رہا انہوں

نے بنی ہا تم میں کسی ایک کو گزند پہنچے نہیں دی۔ ان سب کی شہادت کے بعد امام حسین

کے بیٹے بھائی بھتیجے اور بھانجے ایک ایک کر کے جام شہادت نوش کرنے لگے۔ ۲۷

شہادت عون و محمد :-

تھے مضطرب و بیتاب اور صحر حضرت بشیر اور بیسای دروازے یہ قصص مضطرب و دلگد

ہر کھولے تھی قبلہ کی طرف شاہ کی ہمیشہ

بابا سے ابھی اصفرو اکبر نہ جیدا ہوں

یارب مرے بچے مرے بھائی یہ فدا ہوں

ماں کا حکم پا کر بچے میدانِ جہاد میں آئے اور راہِ خدا میں زخموں سے حور

۵ کہہ مدد کے لئے اپنے ماموں (امام حسین) کو پکارا

۱۰ علامہ مجلسی : بحار الانوار جلد ۱ ص ۴۹۱

۲۹۱ سید علی نقی : شهیدانسانیت

۳۰۰ مراثی انیس : جلد ۳ نول کشور ۵۵

۳۹۴

یہ کہہ کے خود سوار کیا نور عین کو کس صبر سے ادا کیا خالق کے دین کو
روتا اس آفتاب نے چھوڑا حسین کو روشن ضیائے حق نے کیا مشرقین کو

قدسی درد دہیڑھتے تھے چہرے کے نوہر
گھوڑے پہ آپ تھے کہ تجلی تھی طور پر ۱

جناب علی اکبر کا میدان جہاد میں جوش شجاعت ہے

تیروں سے روکنے لگے دُرُور کے بے سوار صفدر نے بڑھ کے میان سے لی تیغ آبدار
سب کی نظریں کو ندگی برق ذوالفقار ٹوٹے علم گرے جوالف ہو کے راہدار

غل تھا کہ سر بلند ہے جو وہ بھی پست ہے

اکبر نے دی مدیہ نشان شکست ہے ۲

جناب علی اصغر کا میدان سے واپس آکر امام حسین سے سوال آ کر تا اور امام کا

جواب دینا۔ ۳

فریا یا شہ نے اے علی اکبر ترے نشان میں کیا کردوں نہیں مرا پانی پہ اختیار
کوثر پہ شیر حق کو تمہارا ہے انتظار مظلوم باپ تم سے نہایت ہے شرمسار
لائے کہاں سے دل کہ یہ صدمہ اٹھا سکے

تم مانگو اور حسین نہ پانی پلا سکے ۴

جناب علی اکبر کا میدان میں واپس آکر پیاس کے عالم میں جنگ کرنا اور زخموں

سے چور چور ہو کر گھوڑے کرنا ۵

۱۔ مراثی انیس : جلد ۳ نول کشور ۳۴۱

۲۔ " " : " ۲ " " ۳۴۵

۳۔ " " : " ۳ " " ۳۵۳

۳۹۵

طے کر کے معرکہ یہ پھر سے تھے کنا گہاں چھاتی پہ سامنے سے لگی ظلم کی سناں
دل توڑ کرانی جو ہوئی پشت سے عیاں نیزہ جگر سے کھینچ کے ترپا وہ نوجوان

ٹکڑے بکد کے غول کے دیروں میں بہہ گئے
گھوڑے پہ یا علی ودلی کہہ کے رہ گئے ۱

لاش علی اکبر پر امام کی کیفیت ہے

دوڑے حسین سن کے یہ آواز دردناک دامن تھا سب قبض تن یوسفی کا چاک
فرزند لوٹنا نظر آیا بروئے خاک پس گر پڑے پسر کے برابر امام پاک

ترپا جو دل توخت جگر سے پیٹ گئے

روحی خداک کہ کے پسر سے پیٹ گئے ۲

لاش علی اکبر پر جناب زینب کا پہونچنا ہے

لکھنا ہے کہ نکلا علی اکبر کا ادھر دم تنگی درخیم سے ادھر زینب پر غم
سرسنگے تھیں پیچھے کئی سیدائیاں بام منہ پیٹتی تھی کوئی کوئی کمرتی تھی ماتم

ہلتا تھا فلک نالہ فریاد و بکا سے

اک حشر تھا ہے ہے علی اکبر کی صدا سے ۳

انیس نے مذکورہ بند میں جناب علی اکبر کی رخصت، ان کی جنگ، باپ سے

پانی کا سوال، شہادت، لاش پر امام کا رثیہ، جناب زینب کا بھتیجہ کی لاش پر پہونچنا، ان
تمام مناظر کو روایات کی روشنی میں نظم کیا ہے۔ چونکہ جب علی اکبر میدان کا دربار میں آنے

۱۔ مراثی انیس : جلد ۲ نول کشور ۳۵۲

۲۔ " " : " ۲۰ " " ۳۵۵

۳۔ " " : " ۳ " " ۳۵۹

امام حسین کا اہل حرم سے رخصت ہونا

جب آخری رخصت کو حسین آئے حرم سے سب بیبیاں پیٹیں شہ والا کے قدم سے
حضرت نے کہا قطع محبت کرو ہم سے جینے کے نہیں ہم علی اکبر کے الم سے
یا با سے نہ جب تک وہ گل اندام لے گا
تب تک نہ ہمیں قبر میں آرام ملے گا
جناب زینب اور ام کلثوم سے مخاطب ہو کر کہا ہے
اللہ کو سوچنا نہیں اسے زینب و کلثوم لگ جاؤ گے تم سے بچھڑتا ہے یہ مظلوم
اب جاتے ہی خنجر سے کٹے گا مرا حلقوم ہے مہر کہ اماں کا طریقہ تمہیں معلوم
مجبور ہیں ناچار ہیں مرضی خدا ہے
بھائی نہیں جی اسٹھنے کا فریاد دیکھا ہے
اس راہ میں لھر لٹنے کا چھ دھیمانہ لانا چھن جائے رد اسرے تو مرنے ہی جانا
پردہ جو نہ ہو بالوں سے چہرہ کو چھپانا بازو بندھیں بہر دعا ہاتھ اٹھانا
مقبول ہیں غمزے و ریا خدا میں
بندھو ایسے حیدر نے گلا راہ خدا میں
انیس نے مذکورہ بند میں اس وقت کا منظر پیش کیا ہے جب امام حسین راہ خدا
میں اپنے فرزند علی اصغر کو قربان کرنے کے بعد خود اپنا سراہہ خدا میں پیش کرنے کے لئے

۱۔ مراثی انیس : جلد ۲ نول کشور ص ۲۷۲

۲۔ " " : " " ۲ " " ص ۲۷۳

۳۔ " " : " " ۲ " " ص ۲۷۵

جلدی کہاں میں جوڑے سرکش نے تیر کو
تاں کا بنگاہ قہر سے حلق صغیر کو

باپ کے ہاتھوں پر بچے کا منقلب ہونا

کتنا بچا یا شہ نے اجل سے نہ بس چلا کڑ کی ادھر کمان ادھر چھید گیا کلا!
آنسو بھر آئے آنکھوں میں منکا جو نبی دلا آنکھوں سے شہ نے آنکھیں ملیں منہ سے منہ ملا
جو حسرتیں تھیں دل میں قصا نے نکال دیں
نفسی سی بائیں باپ کے گردن میں ڈال دیں
انیس نے مذکورہ بند میں جناب علی اصغر کی شہادت کا منظر پیش کیا ہے۔ اور
واقعات کی بھرپور منظر کشی کی ہے۔ جب حسین کی آواز استغاثہ سن کر علی اصغر نے اپنے کو
جھولے سے گرا دیا۔ اور خیمہ امام میں کھرام برپا ہوا تو امام تشریف لائے اور علی اصغر کی
تشنگی دیکھ کر ماں سے بچے کو لیا۔ اور قوم جفا کار کے سامنے آکر کہا۔ "اے قوم جفا کار
تم لوگوں کے زعم میں اگر گنہگار ہوں تو میں ہوں اس بچے نے کیا گناہ کیا ہے۔ کاش
تم اس کو دو گھونٹ پانی پلا دو کہ یہ شدت تشنگی سے جاں بلب ہو رہا ہے۔ ان سنگ دلوں
نے جواب دیا کہ ہم بغیر اجازت ابن زیاد کے تم کو اور تمہارے اطفال کو پانی کا ایک
قطرہ نہ دیں گے۔ اسی اثنا میں حرمہ بن کابل اسدی نے ایسا تیر مارا کہ اصغر علی کے حلق
سے گذر کر امام کے بازو پر لگا۔"

۱۔ مراثی انیس : جلد ۲ نول کشور ص ۲۷۲

۲۔ " " : " " ۱ " " ص ۲۷۳

۳۔ نواب احمد حسین : تاریخ احمدی ص ۶۵-۶۶

۴۰۲

آواز غیب سن کر حسین نے تلوار نیاں میں رکھ لی ہے
 آواز کا آنا تھا کہ تلوار کو روکا فرمایا کہ جو حکم ترا اے مرے مولا
 کیا دخل جواب میں کروں لڑنے کا ارادہ میں بندہ تاپیز تو کوئین کا آقا
 سر تینے میدان میں کٹانے کی خوشی ہے
 دریا میں تیرے مجھے آنے کی خوشی ہے
 انیس نے مذکورہ بند میں امام حسین کی جنگ اور حکم الہی پا کر تلوار کو روک
 لینے کا منظر پیش کیا ہے: "تاریخ شاہد ہے کہ حسین عم زدہ دل شکستہ و گرسنہ ہونے کے
 باوجود تنہا تلوار کھینچ کر فوج مخالف پر حملہ آور ہو گئے، تو تمام گزشتہ بہادریوں کے
 کارنامے محو ہو گئے۔ اور انسانی حافظہ میں قیامت تک اس شجاعت و جرأت کی تصویر
 محفوظ ہو گئی۔" جنگ کرتے کرتے جب کشتوں کے پستے لگا دیئے تو ایک مرتبہ آواز
 غیب آئی کہ "اپنا وعدہ طفلی پورا کرو۔" آواز غیب کا آنا تھا کہ حسین کو وعدہ
 طفلی یا د آگیا۔ اور ذوالفقار کو پوچھ کر نیاں رکھ لیا۔

امام حسین کا گھوڑے سے زمین پر گرنا:

یہ کہتے تھے حضرت کہ لگا پشت پہ بھالا قرؤں پہ تھرا کے گرے سید دالا
 جبریل نے قدموں کو رکابوں سے نکالا اور ہاتھوں کو گردن میں ید اللہ کے ڈالا
 غش ہو گیا طاری جو شہ عرش نشیں پر
 بس ٹیک دیا گھوڑے نے گھٹنوں کو زمین پر

۱۔ مرآۃ انیس: جلد ۳ ذوالکثر ۱۵۱
 ۲۔ سید علی نقی: شہید السانیت ص ۵۱۸
 ۳۔ سید نجم الحسن: چودہ ستارے ص ۲۵۹
 ۴۔ مرآۃ انیس: جلد ۳ ذوالکثر ص ۱۵۱

۴۰۳

مرکب سے جدا ہو کے جو تڑپے شہ ابرار گرد شہ دیں اٹھ کے لگا پھرنے وہ رہوار
 فرمایا کہ منزل پہ تو پہونچا ترا اسوار رخصت ہو کہ سراترے تو ہم بھی ہوں بک سار
 اب تیغ لئے ذبح کو جلا دہڑھے گا
 قاتل ترے اسوار کی پھاتی پہ چڑھے گا

انیس نے مذکورہ بند میں امام حسین کا عرش زمین پر سے فرش زمین پر گرنے
 کا منظر کھینچا ہے۔ جب امام مظلوم زخموں سے چور ہو کر گھوڑے پر ڈگر گانے لگے: "ناگاہ
 ایک پتھر پشانی اقدس پر لگا۔ اس کے بعد فوراً البداحنوت جعفری ملعون نے حسین مبارک
 پر تیر مارا۔ آپ نے اسے نکال کر پھینک دیا اور خون پونچھنے کے لئے اپنا دامن اٹھانا
 ہی چاہتے تھے کہ سینہ اقدس پر ایک تیرسہ شنبہ یوست ہو گیا۔ اس کے بعد صالح ابن ربیع
 لعین نے آپ کے پہلو پر اپنی پوری طاقت سے ایک نیزہ مارا جس کی تاب نہ لا کر آپ
 زمین گرم پر دلہنے رخسار کے بل (گھوڑے) سے زمین پر گر پڑے۔"

حضرت عبداللہ ابن حسن کی شہادت

امام حسین جب زخموں سے چور ہو کر زمین پر گرے تو خیمہ سے ایک پھل فرست
 امام کے لئے برآمد ہوا۔
 ناموس نبی میں تو قیامت تھی یہ برپا سر کھولے ہوئے پیٹی تھی خستہ زہرا
 رادی نے یہ لکھا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کیا روتا ہوا اک طفل حسین خیمہ سے نکلا

۱۔ نول کشور کے یہاں یہ معرعوں ہے "گردشہ دیں کے لگا پھرنے وہ رہوار" غالباً لفظ "اٹھ"

کاذب ہونا سہو کاتب ہے۔ ۲۔ مرآۃ انیس: نائب حسین جلد ۳ ص ۲۱۹

۳۔ سید نجم الحسن: چودہ ستارے ص ۲۵۹

نے آپ کو روکنا چاہا لیکن آپ کسی طرح نہ رکے اور آپ دوڑتے ہوئے امام کے پاس پہنچ گئے۔ اس وقت بحرین کعب بن عبد اللہ تہمی حضرت پر تلوار کا وار کرنا چاہتا تھا کہ آپ نے اس سے کہا زین غبیشہ کے بیٹے کیا تو میرے چچا کو قتل کرے گا۔ مگر جب اس نے تلوار کا وار کر ہی دیا تو آپ نے تلوار کے وار کو اپنے ہاتھ پر روکا۔ "امام حسین عبد اللہ ابن حسن کو صبر کی تلقین کر ہی رہے تھے کہ کہہ کر ملنے چلے، کمان میں تیر جوڑ کر مارا جس سے عبد اللہ کی شہادت واقع ہوئی۔" ۱

ہنگام عصر اور امام حسین کی شہادت :-

تھکا ہنگام کا وقت ہوئی برپا گھوڑے سے گرے شاہ قیامت ہوئی برپا
جن ملک و انس میں رقت ہوئی برپا دنیا میں اسی دن سے مصیبت ہوئی برپا

دب دب کے جو پیکار تن شفاف سے نکلے

سر کھول کے پریوں کے پرے قاف سے نکلے ۲

ترپے جو زمیں پر کئی باری شہ والا تھا شور کہ لو ہو گئی دنیا تہ و بالا

اٹھتے تھے کہ مارا کس بے رحم نے بھالا خم ہو گیا وہ فاطمہ کی گود کا پالا

طاقت یہ کہاں تھی کہ ہوا اٹھتے وہ سنبھل کر

غش ہو گئے ریتی یہ ہومند سے اسکل کر ۳

۱ سید علی نقی نقوی : شہیدانیت ، ص ۵۲

۲ " " : " " : ص ۵۲

۳ مراۃ انیس : جلد اول کشور ص ۵۳

۴ " " : " " : ص ۵۳

آنکھیں کہیں آہو کی بھی آنکھوں سے بڑی تھیں

منہ چاند سا تھا ہنسلیاں گردن میں بڑی تھیں ۱

بچہ امام حسین کے پاس پہنچا۔ امام حسین غش کے عالم میں زمین پر پڑے تھے جب آنکھ کھلی تو بچے سے مخاطب ہو کر کہا ۲

فرمانے لگے کھول کے آنکھیں شہ ذی جاہ کیوں گھر سے نکل آئے یہ کیا تم نے کیا واہ

ان تیغوں سے اے لال بچائے تمہیں اللہ کو خیمہ میں اب جاؤ کہ عمو ہے میرا راہ

کٹتا ہے گلایہ ستم سے کوئی دم میں

گھر میں تھیں لے چلنے کی طاقت نہیں ہم میں ۳

بچہ کی شہادت :-

یہ کہتے تھے حضرت کہ بڑھا ایک جفا کار چاہا کہ قریب آن کے حضرت پر کرے وار

ہاتھ اس نے سر شہ پر سپر کر دیئے یک بار بچے کے کہاں ہاتھ کہاں ظلم کی تلوار

ریتی یہ دم تھکے سے گرے ہاتھ جو کٹ کر

غش ہو گیا شیر کے سینے سے پٹ کر ۴

انیس نے مذکورہ بند میں امام حسین کے فرزند عبد اللہ ابن حسن کی شہادت

کا منظر پیش کیا ہے۔ "جب امام حسین زخموں سے چور ہو کر زمین پر تشریف لائے تھے

اس وقت آپ خیمے سے برآمد ہوئے اور امام کی طرف چلے۔ جناب زینب بنت علی

۱ مراۃ انیس : جلد دوم ذیل کشور ص ۱۱

۲ " " : " " : ص ۱۱

۳ " " : " " : ص ۱۱

۴۰۶

پسر سعد نے لشکر سے مخاطب ہو کر کہا ہے
 بولایہ فوج سے عسکر سعد رو سیاہ ریتی پہ اب تو غش ہے محمد کا رشک ماہ
 نکلیں ہمیں نہ خیمہ سے زینب بے انگ آہ ہاں کاٹ لوسر پسر صغیم اللہ
 راحت کا بعد فتح سرا انجام کیجیو
 زہرا کے گھر کو لوٹ کے آرام کیجیو ۱

پسر سعد کے حکم کے بعد
 غولی علم لے ہوئے دشمن شیریں بڑھا بڑھتے ہی اس کے اپنے پر حسین بڑھا
 خنجر کمر سے کھینچ کے شمر لیں بڑھا شہ کی طرف چڑھائے ہوئے آئیں بڑھا
 زینب نے دی دہائی تو منہ کو پھیر لیا
 زانو سے شہ کا سینہ زخمی دبا لیا ۲

امام حسین کی شہادت

پھیرا اگلے نقشک پہ خنجر جو ایک بار آٹا صبح حشر ہوئے دن میں آشکار
 شہ رگ پہ جب پہونچ گئی تیغ ستم کی دھار جلائے ہاتھ اٹھا کے امام فلک وقار
 بیکس ہوں، تشنہ کام ہوں تیغوں سے چور ہوں
 یارب گواہ رہو کہ میں بے قصور ہوں ۳
 انیس نے مذکورہ بند میں امام حسین کی شہادت کا منظر پیش کیا ہے۔ امام حسین

۱۔ مراثی انیس : جلد اول کثرت صفحہ ۹۰

۲۔ " : " : ۱۰ صفحہ ۹۰

۳۔ " : " : ۱ صفحہ ۹۱

۴۰۷

جب زخموں سے چور ہو کر زمین کو بلا پر آئے تو چاروں طرف سے نرغہ اعدا
 نے گھیر کر " ایک دفعہ حضرت پر حملہ کیا۔ حصین ابن مہرنے ایک تیر دہن مبارک پر لگایا
 ایوانیوب عنوی نے ایک تیر حلق پر مارا۔ وزعہ بن شریک نے تلوار لگائی اس کے
 پہلے سنان ابن انس نے سینہ اقدس پر تیر مارا۔ شمر نے کہا کیا انتظار ہے
 جلدی کام تمام کرو۔ غولی ملعون نے کہا " سر حسین جدا کر۔ وہ شقی جب پاس آیا تو
 دہشت سے کانپنے لگا۔ اور بے ہوش ہو گیا۔ سنان ابن انس نے کہا خدا تر سے
 ہاتھ توڑے اور بازو تیرے قطع کرے۔ اس وقت شمر ملعون جو میر و ص تھا گھوڑے سے
 اترا۔ جب شمر ملعون امام حسین کے پاس آیا تو آپ نے کہا اے ظالم تھوڑی دیر
 کے لئے تو ٹھہر جا۔ تاکہ میں قبلہ رو ہو کر دو رکعت نماز ادا کر لوں۔ چونکہ نماز میں
 زخم کھانا میراث ہدی ہے لہذا جب میں نماز میں مشغول ہوں تو تجھے اختیار ہے جو چاہنا
 کرنا، مگر شمر نے اتنا بھی صبر نہیں کیا کہ امام حسین نماز کو تمام کر لیتے۔ سجدے میں سر رکھتے
 ہی اس نے ان کا سر تن سے جدا کر دیا۔ " امام حسین کا سر اللہ عا شہود محرم بروز
 جمعہ بوقت نماز عصر سجدے کے عالم میں جدا ہوا۔ " ۱

بعد شہادت سر حسین نوک نیزہ پر

لبوس بدن لے گئے سب لوٹنے والے سینے سے مگر تیر کسی نے نہ نکالے
 پہلوئے مبارک میں گرے وہ گئے بھلے کیوں چرخ یہ حال اس کا جسے فاطمہ لے

۱۔ علامہ مجلسی : بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۲۸ مترجم آغا جباری

۲۔ نواب احمد حسین : تاریخ احمدی صفحہ ۴۴-۴۵

۳۔ سید نجم الحسن : جوہرہ تارے صفحہ ۲۶ حسین بخش : اصحاب الیہین صفحہ ۲۵۷
 سید محمد تقی نقوی : شہیدانہایت : صفحہ ۵۲۲

شہیر کا سر نیزہ غولی کی انی پر
تف دہریہ اور خاک ہے دنیا نے دنی پر

انہیں نے مذکورہ بند میں بعد شہادت امام حسین کو لوک نیزہ پر بلند کئے جانے کا منظر پیش کیا ہے۔ "تاریخ کامل میں ہے جب امام حسین شہید ہو چکے تو ان کے اور ان کے احباب کے سروں کو اسی دن عمر بن سعد نے غولی بن یزید اور حید بن مسلم کے ساتھ عبداللہ ابن زیاد کے پاس روانہ کیا۔"

امام حسین کے لاش کی پامالی اور ظلم کی انتہا:-

عمامہ حضرت لے جاتا ہے کوئی آہ بھاگا ہے کوئی لے کے عبائے شہ زہی جاہ
ہاتھوں سے قبائلیں رہا ہے کوئی گمراہ عریاں ہے زمیں پر تن فرزند ید اللہ
اب لشکر کی لاش کو پامال کرے گا
بعد اس کے ستم لاش پہ جمال کرے گا
تاج سر شاہ شہدائے گیا کوئی تیروں سے جھپتی تن کی قبائے گیا کوئی
پیرا ہن محبوب خدا لے گیا کوئی خاتون قیامت کی لاد لے گیا کوئی
عریاں تھا بدن خاک پہ تھی پشت مبارک
خاتم کے لئے کات لی انگشت مبارک

۱۔ مراثی انیس: جلد ۲، نائب حسین ص ۳۰

۲۔ نواب احمد حسین: تاریخ احمدی ص ۳

۳۔ جمال دہشتی ہے جس نے بعد شہادت امام کی لاش کے ساتھ ظلم کیا اور ہاتھ قطع کیا۔ (علامہ باقر مجلسی: بحار الانوار: جلد ۲ ص ۱۳۱)

۴۔ مراثی انیس: جلد ۱، نائب حسین ص ۴۰

۵۔ " " : جلد ۴، نول کشور ص ۴

انہیں نے مذکورہ بند میں اس وقت کا منظر پیش کیا ہے جب امام مظلوم کی شہادت کے بعد "عمر بن سعد کے حکم سے امام مظلوم کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے دس آدمی سوار ہو کر گھوڑے پر آگے بڑھے اور امام کی لاش کو پامال کیا۔" لاش کے پامال ہو جانے کے بعد "عمر بن یزید امام حسین کا عمامہ لے گیا۔ یزید ابن سلم نے آپ کی رد لے لی۔ محمد ابن اشعث نے جو کچھ کپڑے تھے اتار لئے۔ ان تمام چیزوں میں فقط ایک انگوٹھی باقی تھی اس کو بھدل ابن مسلم کلہی نے ان بے رحمیوں سے اتار کر جب وہ کسی طرح نہ اتری تو العیاذ باللہ انگلی کاٹ لی۔"

امام کی شہادت کے بعد کائنات میں تلاطم اور گریہ و ماتم

حضرت کو ذبح کر کے ہٹا جب وہ بد گھر زلفیں پکڑ کے لے چلا سبط نبی کا سر
مکھڑائے کوہ آگیا جنبش میں بام دور آندھی اٹھی سیاہ کہ اڑاڑ گئے شجر
غل تھا کہ اٹھ گئی برکت اس جہان سے
قطرے ہونے لگے آسمان سے
جہنات کے رونے کی صدا آتی تھی پیہم بریاں پسر فاطمہ کا کرتی تھیں ماتم
دریا میں یہ تھا شور کہ ہے شہ عالم اڑاڑ کے پرندے بھی فغاں کرتے تھے باہم
فریاد کا غل اٹھتا تھا ہر انداز میں سے
ریتی یہ برستا تھا ہر چرخ بریں سے

۱۔ حسین بخش: اصحاب الیومین ص ۲۶، سید اولاد حیدر فوق بلگرامی: ذبح عظیم ص ۲۳

۲۔ سید اولاد حیدر فوق بلگرامی: ذبح عظیم ص ۲۴

۳۔ مراثی انیس: جلد ۳، نول کشور ص ۱۸

۴۔ " " : جلد ۱، نول کشور ص ۴

انیس نے مذکورہ بند میں امام حسین کی شہادت کے بعد کائنات کا منقلب ہونا اور ہر گوشہ و قطرے سے گریہ و بکا کی آواز آنا اور مافوق الفطرت اثرات کا ظاہر ہونا نظم کیا ہے۔ کتاب الامالی اور علل الشرائع میں روایت ہے ”حضرت علی نے فرمایا کہ میرے لعل حسین کے غم میں زمین و آسمان سے خون برے گا اور سماوی کائنات حتیٰ کہ دھوش صحرائیں پھٹیلیاں دریا میں، اور طیور ہوائیں اس شہید مظلوم پر روئیں گے۔ اور چاند اور سورج اور ستارے اور آسمان اور زمین، فرشتے، حاکمان عرش اس پر گریہ کریں گے۔“

قربانی حسین کی یادگار اور وعدہ پروردگار :

حشر تباہ روئے کا مظلومی یہ تیرے عالم
روضہ پاک کو تیرے یہ شرف بخشیں گے ہم
تیرا ماتم نہیں ہوئے کجا جہاں میں کبھی کم
آئیں گے جس کی زیارت کو ملک ہو سکے ہم
یہ زمیں عرش سے رتبہ میں سوا ہوئے گی

خاک تربت کی ترے خاک شفا ہوئے گی ۷۲

انیس نے مذکورہ بندیں قربانی حسین کا احترام نگاہ پروردگار میں کیا ہے۔ "ابوالفضل نے اپنے وارث سے اور انہوں نے جعفر ابن محمد سے روایت کی ہے کہ جس دن حضرت امام حسین نے شہادت پائی اس روز ستر ہزار فرشتے ان کی قبر مبارک پر نازل ہوئے۔ یہ فرشتے آپ کی مظلومی اور حالت زار پر قیامت تک نوحہ کناں رہیں گے۔"

جنا توں کا بھی غم حسین میں ماتم کرنے کے سلسلہ میں کئی روایتیں ملتی ہیں لیکن اس مقام پر ایک روایت درج کی جاتی ہے۔ ابن نما نے مختصر الاحزان میں لکھا ہے کہ ابن اسام بن و بشر پر نوحہ کرتے تھے۔ لوگوں نے شب بے نجات امام حسینؑ کی آواز سنی لیکن کوئی دکھائی نہ دیتا تھا۔ اس نے یہ استعارہ پڑھے۔ ”اے قاتلان حسینؑ ازراہ جبل و گمرہی تم کو بشارت ہو کہ بروز قیامت عذاب الہی میں گرفتار ہو گے۔ تمامی اہل آسمان و گمرہ و پیغمبران و فرشتگان ان شہدائے حال پر گریہ کرتے ہیں“ اس نفس مضمون سے ایک دوسری روایت جناب ام سلمہ سے نقل کی جاتی ہے۔ جناب ام سلمہ نے فرمایا کہ جب پیغمبر اسلامؐ نے وفات پائی ”میں نے جنات کی آواز سنی تھی“ آج کی شب نوحہ جنات میں نے سنا یقین ہے مجھ کو میرا فرزند شہید ہوا اور جہنہ کو میں نے سنا بین کرتے ہوئے۔“

۱ علامہ مجلسی : بحار الانوار - جلد ۸۹ مترجم طیب آغا جازری

شیخ احمد حسین : تاریخ احمدی۔ ص ۳۷۷

۲ علامہ مجلسی: بحار الانوار جلد ۲ ص ۱۰ مترجم طیب آغا جرائدی

" " " " " : " " " "

۱۰ ترمذی شریف: جلد ۲ ص ۳۸۵

۲۱۷ مراثی انیس : نول کشور جلد ۳ ص ۲۱۷

۳ شیخ عبدالقادر جیلانی : غنیۃ الطالبین - ۲۵۸ مترجم اعتقاد حسین صدیقی

محمد باقر مجلسی : جلاء الیغیون جلد ۲ صفحہ ۴۵-۴۴

٢١٥

اسیری اہل حرم

۵۲ تما فاتحہ خواں بھی نہ رہے سبطِ نبی کا

دلیویں گے وہ ایذا کہ بہت یاد کرے گی ۳

فریاد ہے منہ اشکوں سے دھونا نہیں ملتا

تم قتل ہوئے اور مجھے رونا نہیں ملتا

انہیں نے مذکورہ بند میں اس روایت کو پیش کیا ہے کہ جب گیا رہو میں

۲۶۱
۱۰ سید نجم الحسن : چودہ ستارے

۲۷۴

۳۷ " " : جلد ۴ " " ۲۲۸

۲۲۸ " " : " " ۲۲

۴۴۷ سند صفدر حسین: انتخاب طبری ص ۴۳۷

بازار کوفہ میں ہجوم عام اور اہل حرم کا داخلہ دربار میں :-

کوئی میں جب حرم حضرت شیر آئے
ننگے سر بلوے میں سب صاحبِ توقیر آئے

روتے اور پیٹتے باحالتِ تفر آئے
پہننے زنجیر گراں عابد و لکیر آئے

یوں تو اس شہر میں بندی نہ سمجھی آئی تھی

ننگے سر رانڈیں تھیں اور خلق تماشا کی تھی ۷۲

سیر کو لوگ گھروں سے چلے آتے تھے تمام
کثرت خلق سے مشکل تھا اٹھانا اک کام
کوئی غمگین تھا اور شاد کوئی ہوتا تھا

کوئی ہنستا تھا اسیروں پہ کوئی روتا تھا

له فیروز حسین قریشی: جامع التواریخ فی مقتل الحسین علیہ ۲ ص ۳۳

مرآتی انیس : جلد ۲ نزل کشور ۲۵۹
 " " " " " " ۲۵۹

حسین اور تلاوت قرآن پاک

قرآن پڑھ رہا تھا سر ابن یزید اب اور ریش میں کھلا ہوا تھا جا بجا خضاب روشن تھا بعد قتل بھی رخ مثل آفتاب ظاہر یہ تھا بوسے کہ پایا نہیں ہے آب آنکھوں سے یہ عیاں تھا کہ دنیا سے جاتے ہیں

ثابت یہ خشک ہونٹوں سے ہے مسکراتے ہیں لے
انیس نے مذکورہ بند میں بعد شہادت امام حسین سر حسین نوک نیزہ سے تلاوت کلام پاک کرنے کا منظر پیش کیا ہے۔ صحابی یزید بن ارقم سے روایت ہے کہ جب سرانور نیزہ پر میرے کوچہ سے گزرا تو میں گھر کے عرفہ میں بیٹھا تھا جس وقت میرے مقابل آیا تو میں نے سنا کہ وہ سورہ کہف کی آیات کی تلاوت کر رہا ہے۔

دربار یزید میں اہل حرم کا داخلہ

کہا ظالم نے کہ ہاں قیدیوں کو لاؤ قریب حکم یہ سنتے ہی دوڑے گئے دوچار نقیب شرم کے مارے ہوا بیبیوں کا حال عجیب اپنا سر پیٹ کے بانٹنے کہاوائے نصیب کھینچ کر سب کو ستم گار جوئے جانے لگے
حضرت زینب و کلثوم کو غش آنے لگے ۳

انیس نے مذکورہ بند میں اہل حرم کے دربار یزید میں داخلے کا منظر پیش کیا ہے

۱۔ مراثی انیس: جلد ۴ نول کشور صفحہ ۴۴

۲۔ علامہ مجلسی: بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۴۴

۳۔ مراثی انیس: جلد ۴ نول کشور صفحہ ۲۹

جب قافلہ دربار کو فہ کے قریب پہنچا تو سعد نے جناب زینب سے دربار میں چلنے کو کہا تو جناب زینب نے جواب دیا ہے
پیٹ کے سر کہا زینب نے کہ ادنا سنجار میرے بھائی کی طرح میرا بھی سترن سنا
پر نہ لے جا مجھے دربار عین میں زہار فاطمہ ماں ہے مری میں ہوں علی کی دلدار

کھینچ کر توجہ یہاں سے مجھے لے جاوے گا
کیا پیمبر کو بھی منہ حشر میں دکھلاوے گا لے
خولی رسی لے زینب کی طرف جو نہی بڑھا دوڑے سجاد یہ کہتے ہوئے کرتا ہے یہ کیا
رد کے پھر حضرت زینب سے یہ عابد نے کہا رد برد و حاکم انظم کے چلو بہر خدا
آپ کے رتبہ سے آگاہ یہ جلا د نہیں

بابا صاحب کی وصیت تھیں کیا یاد نہیں ۲

انیس نے مذکورہ بند میں اس روایت کے منظر کو پیش کیا ہے کہ جب اہل بیت رسول کا لٹا ہوا قافلہ کو فہ پہنچا تو تماشائیوں کا ہجوم ہر طرف تھا اور جب یہ لٹا ہوا قافلہ دربار ابن زیاد کے قریب لایا گیا تو جناب زینب جیسی معصوم ماں باپ کی بیٹی کو دربار عام میں جانے سے فطرتاً تردد ہوا اور دل پر چوٹ پڑی مگر چونکہ مقصدین کی اشاعت لازم تھی اس لئے زینب نے بھائی کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے دربار میں جانا گوارا کر لیا۔

۱۔ مراثی انیس: جلد ۴ نول کشور صفحہ ۲۳

۲۔ " : جلد ۱ اناب حسین صفحہ ۳۲ (سہو کتابت کی وجہ سے نول کشور کے یہاں دوسرے

مصرعہ میں " دوڑے سجاد یہ کہتے ہوئے کرتا ہے یہ کیا " دوسرا " یہ " نہیں ہے۔

۳۔ حسین بخش: اصحاب الیمین صفحہ ۲، محمد باقر مجلسی: علاء العیون صفحہ ۲۴، فردوسین قریشی:

جامع التواریخ فی مقتل الحسین جلد ۲ صفحہ ۵۵-۵۴ علامہ مجلسی: بحار الانوار جلد ۲ ص

اور تیرے لئے سبب کرامت اور بزرگی کا ہے (اے یزید) یہ گمان کر کے تو تکبر کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے کیا تو نے کلام خدا کو بھلا دیا ہے جس میں خدا فرماتا ہے ”خبردار جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ گمان نہ کریں کہ جو ہمت انھیں دی گئی ہے وہ ان کے لئے بہتر ہے بلکہ یہ ہمت اس لئے دی گئی ہے کہ وہ اپنے گناہوں کو زیادہ کریں اور ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔“

”دیکھ مصحف میں خدا کس کی ثنا کرتا ہے“ یہ مصرعہ انیس نے اس در سے
اس نے کہا کہ جناب زینب نے آل رسول کی عظمت کو دار کے ذیل میں مصحف صامت
قرآن مجید کی آیات کے حوالے بھی اپنے خطبہ میں دیئے گئے ہیں۔

سحر حسین سے مزید کابلے ادبی کرنا

کئے زینب نے فصاحت سے جس وقت کلام
تحت کے نیچے دھرا تھا جو سر پاک امام
اور ان ظلم رسیدوں پر جفا کرنے لگا
لب فرزند پیمبر یہ چھڑی دھرنے لگا ۵۲
انیس نے مذکورہ بند میں اس وقت کا منظر پیش کیا ہے کہ جب یزید
تحت پر بیٹھا تھا اور تحت کے نیچے امام مظلوم کا سر رکھا ہوا تھا جس کو انیس نے ایک
سلام میں یوں کہا ہے - ۵

یزید ملعون جب شام میں ورد سے آگاہ ہوا تو اس نے اپنا دیار سجا یا اور ہر قسم کی زینت سے مزین ہو کر اپنے تخت پر بیٹھا اور ملائین اہل شام کو جمع کیا۔ پھر اس کے بعد شمر سے کہا کہ اہل حرم کو حسین کے، ہمارے سامنے حاضر کرو۔ اور جب اہل حرم یزید کے سامنے لائے گئے تو اس نے برجستہ کہا ”رسول خدا نے میرے آباؤ اجداد اور قبیلے کو جنگ بدر میں قتل کیا تھا“ میں نے ان کے خون کا بدلہ ان کی اولاد سے لیا ہے۔“

دربارِ نرید میں جنابِ زنیب کا خطابِ نرید سے

سن کے یہ آگیا بنت شہ مرداں کو جلال
صاحب عزت و توقیر محمد کی ہے آل
تھر مقرر کے کہا کیا بکتا ہے ابد اقبال
کبھی ہم لوگوں کی عزت پہ نہ آئے گا زوال
ہم کو بے قدر جو سمجھا تو خطا کرتا ہے

دیکھ مصحف میں خدا کس کی ثنا کرتا ہے ۳
انیس نے مذکورہ بند میں اس وقت کا منظر پیش کیا ہے کہ جب یزید نے اہل حرم
کو اسیر دیکھ کر کہا کہ کہاں گئے وہ بن پر تم کو ناز تھا۔ اب کوئی بچانے والا تمہاری مدد کے لئے
کیوں نہیں آتا۔ اس وقت علی کی بیٹی جناب زینب کو جلال آگیا۔ اور آپ نے یزید کو
مخاطب کر کے کہا۔ ”آیا تو گمان کرتا ہے یزید! اس حالت میں کہ تو نے ہم پر سختی کی
اور اسیر کر کے شہر بہ شہر پھرایا۔ یہ سب بات ہماری خواری و ذلت کا نزدیک خدا ہے

۱۷ شیخ عباس قمی منتهی الآمال (احسن المقال) ج-۱ مترجمہ سید صفدر حسین ضاء

۱۱۱ " " " " " " " " " " " "

۳۷ مراثی انیس : جلد ۴ نول کثرت ۲۶۷

۱ علامہ باقر مجلسی: جلاء العمیون جلد ۲ صفحہ ۲۸۹

۲۔ مراثی انیس : ناب حسین جلد ۲ ص ۳۸۱ یہاں پر نول کشور کے یہاں لوگ کی جگہ

’لوک‘ درج ہے جو سہو کاتب ہے۔

۴۲۲

یزید کے سامنے اہل حرم پیش کئے گئے تو یزید نے بھرے دربار میں اہل حرم کی مزید رسوائی اور ذلت کے بعد قید خانہ میں مقید کر دیا۔ ”ابن بابویہ نے روایت کی ہے کہ یزید ملعون نے حضرت امام زین العابدین کو مع محذرات مطہرات ایسے مکان میں قید کیا جہاں کچھ سایہ بھی نہ تھا۔ یہاں تک کہ چہرہ ہائے نورانی کے پوست جدا ہو گئے تھے۔“

زندگیاں شام میں سکینہ بنت الحسین کی شہادت

اس قید میں تھا بانی سکینہ کو نہ آرام سہیل تھی ہاتھوں سے رو کر سحر و شام سب بھولی تھی یا باہی کا بس یا د تھا اک نام کہتی تھی کہ اماں نہیں جینے کی میں ناکام پاؤں گی کہاں فاطمہ زہرا کے پسر کو ہیں ڈھونڈتی آنکھیں مری مظلوم پدر کو

باپ کے فراق میں بچی کی کیفیت

غش ہو گئی بس اتنے میں وہ بکیں و پر غم ہری بی کو بس ہو گیا اک سکتہ کا عالم بانو نے کہا ہائے میں اب کیا کروں اسدم ہاتھوں سے چلی شیفٹہ سید اکرم جان و بکر شاہ مدینہ کو غش آیا فریاد ہے فریاد سکینہ کو غش آیا

قید خانہ میں کھرام اور یزید کا سر حسین کو بھیجنا :-

حلقہ کئے گرو اس کے حرم روتے ہیں باہم کھرام ہے زنداں میں قیامت کا ہے عالم بولایہ خبر داروں سے اس وقت یہ اظلم پہنچا دو خرابے میں سر سید اکرم

۱۔ محمد باقر مجلسی : جلاء العمیون - جلد ۲ صفحہ ۲۹۹ (مترجمہ سید عبدالحسین)

۲۔ مراثی انیس : جلد ۴ ذیل کشور صفحہ ۲۴۱

۳۔ محمد باقر مجلسی : جلاء العمیون - جلد ۲ صفحہ ۲۹۹

۴۲۳

بیٹا ہے ملے شہ مظلوم کے سر سے

محرورم نہ رہ جائے وہ دیدار پدر سے

جناب سکینہ کے آغوش میں سر حسین اور سکینہ کا مین :-

بیٹی نے کہا صدمتے میں اس پیار کے یا یا یہ کس نے گلا آپ کا تلوار سے کاٹا سر تو ہے یہاں اور تن پر تو ہے کس جا وہ بازو کہاں ہیں جو مرا ہوتے تھے تکیہ اب منہ سے نکلتا ہے کلیجہ مرا پھٹ کر وہ چھاتی کہاں جس سے میں تھی لپٹ کر

جناب سکینہ کی شہادت

ظالم نے بزور اس سے سر شاہ کو چھینا اور لے گیا زنداں سے سر شاہ مدینہ رانڈیں تو لگیں پیٹنے رو کر سر و سینہ اور مر گئی بس ہائے پدر کہہ کے سکینہ

اک دھوم ہوئی خانہ زنداں میں بکا کی

تھا شور کہ بشیر کے عاشق نے قضا کی

انیس نے مذکورہ بند میں باپ کے سینہ پر سر رکھ کر سونے والی حسین کی بچی جناب سکینہ کی شہادت کا منظر پیش کیا ہے۔ مقاتل میں جس کی شہادت کا ذکر یوں ملتا ہے کہ ایک دن جناب سکینہ نے خواب میں اپنے بابا کو دیکھا اور جب آنکھ کھلی تو ہائے بابا ہائے بابا کہہ کر یہ فریاد شروع کر دیا۔ روتی جاتی تھی اور کہتی جاتی تھی کہ ابھی میرے بابا میرے پاس

۱۔ مراثی انیس : جلد ۳ نایب حسین صفحہ ۳۱۵ (ذیل کشور کے یہاں پدر کی جگہ پدر درج ہے جو سہو کا تیب ہے)

۲۔ " : جلد ۴ ذیل کشور صفحہ ۲۴۳

۳۔ " : جلد ۳ نایب حسین صفحہ ۲۲۷ " لگیں " کی جگہ ذیل کشور کے یہاں " لگی " ہے۔

۴۔ محمد باقر مجلسی : جلاء العمیون - جلد ۲ صفحہ ۲۹۹، مرزا قاسم علی - نبر المصاب صفحہ ۹۱

۴۳۰

زمین العابدین نے نزول اجلال فرمایا اور بشیر سے کہا کہ "اے بشیر! خدا رحمت کرے تیرے باپ پر وہ شعر گوئی میں ہمارت رکھتا تھا۔ کیا تو بھی شعر کہتا ہے۔ بشیر نے جواب دیا "یا بن رسول اللہ میں بھی شعر کہتا ہوں۔ حضرت نے کہا مدینہ میں جا کر میرے پدربزرگوار کی شان میں انشاء کر۔ بشیر کہتا ہے کہ میں نے گھوڑے کو ہمیز کیا۔ اور داخل مدینہ ہوا جب متصل مسجد رسول ہوا تو میں نے صدائے نالہ و فریاد بلند کی اور دو شعراں مضمون کے پڑھے۔ "اے اہل مدینہ اب مدینہ رہنے کے قابل نہ رہا۔ حسین مارے گئے اس مصیبت سے سیلاب اشک میری آنکھوں سے رواں ہے جسم مطہر ان حضرات کا خاک و خون میں پڑا تھا اور سر مبارک نیزہ پر شہر بشیر پھرایا جاتا تھا۔ پھر میں نے کہا ان کے فرزند ارجمند علی ابن الحسین اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ساتھ تہا کے پاس آتے ہیں اور میں ان کا بھیجا ہوا ہوں۔ بشیر کہتا ہے۔ کوئی منظر باقی نہ رہیں جو میری آواز سن کر نہ سوئے کناں سر و سینہ پیٹتی گھر سے باہر نہ نکل آئی ہوں اور کبھی ایسا رونا مدینہ میں نہ ہوا تھا۔"

مذکورہ بند میں انیس نے ان مصرعوں میں سے

یہ سنتے ہی بس مادر عباس دلاور

قبیلہ کی طرف گر پڑی سجدہ کو زمین پر

اس کیفیت کے منظر کو کھینچا ہے جس میں امام حسین کی شہادت کی خبر سن کر مادر عباس کو اپنے فرزندوں کی نصرت کی تفصیل سننے کا اشتیاق تھا اور جب یہ اطمینان ہو گیا کہ حسین کی نصرت میں آپ کے سارے بیٹے مارے گئے باغضوض ان کے فرزند جناب عباس کے بازو کاٹے گئے اور جب تک جناب عباس زندہ رہے حسین کو کوئی مار نہ سکا تو جناب مادر عباس نے

۱۔ علامہ مجلسی: بحار الانوار: جلد ۲ ص ۴۸-۴۹ مترجم طیب آغا جازری

۴۳۱

سجدہ شکر کیا اور پھر اپنے بیٹوں کا غم یاد آتا تھا "ام البنین روزانہ عباس کے کم سن فرزند عبداللہ کو ساتھ لے کر بقیع جاتی تھیں اور اتنا دردناک مرثیہ پڑھتی تھیں کہ مدینہ کے لوگ وہاں جمع ہو جاتے تھے۔ حتیٰ کہ مروان بن حکم کا سا خاندان نبوت کا دشمن بھی اکثر اس مجمع میں دکھائی دیتا تھا۔ اور آپ کے پردرد اشعار کو سن کر لوگوں کی آنکھوں سے سے بے ساختہ آنسو جاری ہو جاتے تھے۔"

گزشتہ سطروں میں یہ ذکر آپ کا ہے کہ کلام انیس میں چند ایسے واقعات بھی ملتے ہیں۔ جن کی تادیبی سند را تم الحروف کی نگاہ قاصر سے نہیں گزری۔ ذیل میں ان اقتباسات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

آپ کے گھوڑے سے آپ کا ہمکلام ہونا۔

رو کر کہا گھوڑے نے کہ اے عاشق باری حضرت نے چھڑی بھول کی مجھ کو نہیں ماری
آقا تری کس منہ سے کروں شکر گزاری اور آج تو ہے آخری نصرت کی سواری
یہ مجھ سے نہ ہو گا کہ میں منہ موڑ کے جاؤں

حضرت کو مصیبت میں یہاں چھوڑ کے جاؤں
بچپن سے ہوئے آپ مری پیٹھ پہ اسوار بوڑھا ہوا اب زندگی مجھ کو نہیں درکار
اسوار نہ ہوا اور رہے خلق میں دیوار ہے کون مرا قدر شناس اے شہ ابرار
حضرت نہیں جاتے ہیں نہ گھر جاؤں گا میں بھی

سراپنا پٹک کر یہیں مرجاؤں گا میں بھی ۵۲
شاعر کے عقیدے کے مطابق امام معصوم ہوتا ہے اور حسین امام معصوم تھے اس میں کوئی مبالغہ ہے نہ کسی قسم کا کوئی مغالطہ۔ بچوں کہ معصوم تمام مخلوقات کی زبان سے واقف

۱۔ سید علی نقی: شہید انسانیت ص ۵۶

۵۲ مرثی انیس: جلد ۳ ذیل کشور ص ۵۱

حرفِ آخر

ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید نے جناب سلیمان کا چوٹی سے محو کلام ہونے کا ذکر کیا ہے۔
شاعر کے عینے کے مطابق حسین تو فخر سلیمان تھے تو جانا تو رے حسین جیسے معصوم کا محو کلام
ہونا محیرت نہیں بلکہ میرانیس کی امام شناسی اور قرآن ہی کا گہرا ثبوت ہے
دوران جنگ دشمنوں کا امام حسین سے پناہ مانگتے ہوئے یہ کہنا:-

لشکر میں یہ تھا شور کہ یا شاہ اماں دو اب پاؤں ٹھہرتے نہیں اللہ اماں دو
بس رحم کر و سید ذی جاہ اماں دو اب بہر شہ خون بد اللہ اماں دو
بخشو ہمیں اس تشنہ دہانی کا تصدق

پیادے علی اکبر کی جوانی کا تصدق ۷
جب امام حسین نے شیر غضبناک کی طرح حملہ کیا تو فوج اشقیاء اس طرح
بھاگی کہ سپاہیوں کو راستہ نہ مل رہا تھا۔ جلدھر کا رخ کرتے موت سر پر کھڑی نظر آتی
اس عالم میں دشمنوں کا امام سے پناہ مانگنا بتقاضائے حالات مر تا کیا نہ کرتا کے مصداق
تھا لیکن میرانیس نے دشمنوں کی زبان میں اس کیفیت کا جس انداز میں اظہار فرمایا ہے
ظاہر ہے کہ وہ تاریخ کے اوراق پر تونہ مل سکے گا لیکن عقل اس کی عین گواہ ثابت ہوگی
میر صاحب نے جہاں کیفیات کو لفظوں کے قالب میں ڈھال دیا وہیں ہے "اب بہر
سرخون ید اللہ اماں دو" کہہ کر عفو و کرم کے جس عظیم تاریخی واقعہ کو (شب ضربت
امیر المومنین کا اپنے قاتل سے حسن سلوک کا مثالی اظہار) کم سے کم لفظوں میں سمیٹ کر
پیش کر دیا ہے وہ میرانیس ہی کا حصہ تھا۔

۱۸ سورہ نمل آیت

۷۷ مرثیہ انیس : یلدا نول کشور ۷۷

انسان کی تاریخ آغا نہ ہی سے مذہب اور ادب دونوں کو مختلف معیار اور مقدار کے ساتھ لے کر آگے بڑھی اور اس کی زندگی سے ان دونوں کو لایف تک اجزاء کا الگ ہونا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسان کا وجود باقی ہے۔ مذہب کا استدلال اور ادب کا اظہار جب دونوں یکجا ہوتے ہیں تو مختلف اصنافِ سخن کی شکل میں ظاہر ہو کر اپنے میلان میں کبھی اخلاقی، نفسیاتی، سماجی، فلسفیانہ اور کبھی شخصی یا غیر اخلاقی رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ لہذا ادب نہ کبھی مذہب سے جدا ہوا ہے نہ جدا کیا جاسکتا ہے۔ دنیا کے تمام ادب کی طرح اردو ادب بھی استدلال و اظہار کے باہمی اتحاد سے پیدا ہونے والی تجلیوں کا آئینہ دار ہے۔ وہ کیسے اپنی ہیئت اور مواد کی مناسبت سے کبھی غزل، قصیدہ اور مثنوی اور کبھی مرثیہ کی شکل میں ظہور پذیر ہوتے رہے اور عہدِ عہد ادبی سرمایہ میں اضافہ ہوتا رہا۔ مرثیہ میں مذہب اور ادب کا امتزاج ایک خاص رعنائی کے ساتھ ابھرا اور ایک خاص فضا کا آفریدہ کار بن گیا۔ چونکہ اردو کی تمام اصنافِ سخن بالخصوص مرثیہ کی فضا میں مذہب کو کھل کر سانس لینے کا موقع فراہم ہوا اس لئے مذہبی گفتگو قدرے بے حجاب ضرور ہو گئی۔ اور دوسرے اصناف پر ادب کے جو اشاریہ اور علامتی پردے پڑے تھے وہ خود بخود داغ ہو گئے اور اشاریوں کی جگہ واقعات اور علامتوں کی جگہ شخصیات نے لے لی۔ لیکن انیس کی قادر الکلامی نے اپنے فن کے نگار خانے میں اس کی بے حجابی کے تقدس کو برقرار رکھا اور واقعات و شخصیات کو آئندہ ادب کے لئے مستقل اشاریہ اور علامت بنا دیا۔ یعنی اب مزید فقط ایک انسان کا نام نہیں رہا بلکہ ظلم کا اشاریہ بن گیا۔ اور حسین ایک بشر نہ رہ گئے بلکہ ثبات و صبر کی علامت بن گئے۔ ان متعلق کے ثبوت اور مزید تفصیلات کے لئے پروفیسر گوپی چند نارنگ کی کتاب ”واقعہ کربلا“ بطور شعری استعارہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ قرآن سب کی نگاہ میں آسمانی کتاب نہ ہے لیکن ایک عظیم مذہب کی عظیم کتاب

راقم الحروف کے لئے جس موضوع کا انتخاب ہوا اس کے ساتھ اس نے کہاں تک انصاف کیا یہ پچھلے ادراک کا مطالعہ کرنے کے بعد انصاف پسند قارئین کریں گے۔ مقالہ کے اختتام پذیر ہو جانے کے بعد مزید خامہ فرسائی کی ضرورت تو نہ تھی لیکن چند سطریں سپردِ قلم اس لئے کی جارہی ہیں تاکہ گزشتہ صفحات میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کی تلخیص بھی سامنے آجائے۔ عام مذاق کے موضوعات کو موادِ شاعری بنانا شاعر کے لئے نسبتاً زیادہ مناسب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ پوری آزادی کے ساتھ اپنے جوہر فکر و فن کے شاہکار کو منظرِ عام پر پیش کر کے قد آور شعراء کی صف میں شامل ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ آسانی شاعر کے لئے دشواری میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جب اس کی شاعری کا جوہر عام مذاق کے بجائے مذہبی مواد کا پابند ہوتا ہے۔ اس منزل دشوار کے پیش نظر اگر مذہبی ذوق کی عائد کی ہوئی پابندی شاعر کو عالمی شعراء کی صف میں لانے سے زروک سکے تو ماننا پڑے گا کہ شاعر کا جوہر فکر و فن اتنا کامل تھا کہ وہ حدود و قیود کو عبور کر کے عالمی ادب کا سرمایہ بن گیا میر انیس کی عظمت کا راز یہی ہے کہ انہوں نے مرثیہ جیسی محدود صنف کو اپنی قادر الکلامی اور اپنے مذہبی مواد کی جلالت کو اپنی شاعری میں فکر و فن کے تمام اصناف کا جوہر نچوڑ کر یوں ہم آہنگ کر دیا کہ ایک ہی نقطہ پر غزل، ڈراما، فلسفہ، نفسیات، سماجیات، رزمیہ، المیہ، اور اخلاقیات کے تمام محاسن سمیٹ کر جلوہ گر ہو گئے۔ اور ادب کی ناقذانہ نگاہوں میں عظمت انیس سے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی۔

انسان ایک ناطق مخلوق ہے لہذا ادب اس کی تخلیق کا بنیادی عنصر ہے عقل دشواری اس کی تخلیق کا امتیازی پہلو ہے جس کا خاصہ استدلال ہے اور استدلال ہی مذہب کی روح ہے اور اس کی تخلیق کا ایک کلیدی عنصر ادب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

ضروری جاتی ہے۔ دنیا کی متعدد زبانوں میں اس کا ترجمہ عربیوں کے نزدیک اس کے کلام کی فوق البشری حیثیت، زمانے کی علمی اور تحقیقی ارتقاء کے ساتھ اس کی معنویت کا زور، اس میں انسانی حیات کے موضوعات کا ذکر اور اس کے جانے فقاہت اس کتاب کی محض مذہبی حیثیت کو نمایاں نہیں کرتے بلکہ اس کی علمی ہمہ گیری، اس کے آفاقی مخاطب اور زبان و بیان کی معجز بیانی کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔

کسی مذہبی مواد پر مبنی پلاٹ کے لئے قرآن کی تائید اور اس کی آیات کا اشتیال والیتام ضروری ہوتا ہے لیکن قرآن کی زبان کا ارد و منظومات میں ڈھالنا اس لئے مشکل ہے کہ قرآن کی زبان دو حیثیتوں سے ارد و کے لسانی مزاج سے مختلف ہے۔ اول یہ کہ وہ عربی ہے یہ عجمی دوئم یہ کہ وہ الہامی ہے اور آسمانی ہے۔ اور یہ بشری ہے لیکن میرانیس نے اپنے مرثیہ کے موضوع کے لئے جہاں قرآنی آیات والفاظ کا نظم کرنا اپنے کلام کی حسن و زیبائی کے لئے ضروری سمجھا وہاں یہ بھی ملحوظ رکھا کہ دونوں زبانوں کے لسانی فرق کی مانوس گرائی مرثیہ کی منظوم نزاکت پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ لہذا میرانیس نے قرآنی الفاظ و آیات کی نشست کو ارد و زبان کے ارد و استعمال محاوروں کی طرح مرثیہ میں یوں جذب کر لیا کہ وہ قاری کے ذہن پر بار ہونے کے بجائے کلام کو بیک خرام بنا گئے۔ اس کے علاوہ میرانیس نے ادب کی بساط سے گردار کو بلند کرنے کے لئے ایمانی اور آفاقی (DIMENSION) کے واسطے قرآنی آیات سے طنابوں کا کام لیا۔ میرانیس نے قرآنی الفاظ، آیات، تعلیمات، استعارات اور اشاریات سے قاری کے ذہن کو ایک ایسی کتاب سے جوڑ دیا جس کا ایک سرانہین پر تو دوسرا سرا آسمانی بحرِ ششم۔ (HEAVENLY)

PROVIDENCE سے تھا۔ اس طرح میرانیس نے ایک آسمانی شعور میں بھی واقعہ کر ملا کو بطور کردار داخل کر دیا اور مرثیہ کا پلاٹ اس آسمانی (DIMENSION) کی

شمولیت سے ادبی حلقوں میں اسی معیار کا حامل ہو گیا۔ جو عالمی ادب میں ملن یا دانستے کو حاصل ہے۔

قرآن کے بعد مذہبی ایمان و اعتبار کی دوسری اہم بنیاد و احادیث رسول اور اقوال معصومین ہیں۔ منصب کے اعتبار سے معصوم بھی نبی اور بعد نبی امام ہوتا ہے۔ ان کے قول کا اعتبار مذہب میں ان کے معصوم ہونے سے پیدا ہوتا ہے معصوم ہونے کے لئے انسان کے شعور کا خدا کی تربیت میں براہ راست ہونا ضروری ہے تاکہ اس کا تصور تمام انسانوں کی طرح تجربات اور خطاؤں کی ٹھوکر صیغ اور غلط کی تیز کرنا ہو اور تقاضی علم و آگہی کی راہ پر نکل پڑے۔ بلکہ اپنے پہلے اقدام میں علم و معرفت سے اتنا بھر پور ہو جتنا صدیوں کے تجربات کے بعد عام انسان اپنے اقدام کی صحت پر مطمئن ہوتا ہے۔ چونکہ انسان کا پہلا اقدام اس کے ظہور حیات سے شروع ہوتا ہے لہذا ضروری ہے کہ ظاہری حیات سے قبل اس کے شعور کا تعلق کسی چشمہ آگہی سے ہو چکا ہو ورنہ وہ عوام الناس کی ہدایت میں اپنے نقص آگہی کو دور کرنے کے لئے صدیوں کے تجربات کا محتاج ہو گا اور اس طرح الہی نظام ہدایت ہی اپنے بے خطا بار دی سے محروم ہو جائے گا۔ ایسا ہی معصوم بندہ چاہے وہ نبی ہو یا امام اپنے اقوال و کردار کی عظمت سے ذہن انسانی کو فیسی حقائق سے مانوس کرتا ہے مذہب کی اصطلاح میں اسی کے قول کو حدیث اور اس کے کردار کو حجت کہتے ہیں۔

عربی اور فارسی دونوں ادب کا موضوع بن چکے ہیں بگلستان و بوستان سعدی جیسے مشہور اخلاقی ادب پاروں میں انھیں کے اقوال کی منظوم ترجمانی کی گئی ہے اس کے علاوہ فلسفہ اخلاق میں کافی حصہ حدیث پیغمبر کا ہے جو عربی ادب میں ہے۔ میرانیس نے احادیث رسول اور ارشادات ائمہ معصومین کے اس حصہ کو نظم کیلئے دنیائے اسلام میں مہبران اسلام کی فضیلت اور اخلاقی درسیات پر مشتمل ہے۔ جو

رسول کے بعد علم و معرفت میں سب سے افضل آل رسول ہیں لہذا ان کی فضیلت میں رسول کی زبان سے نکلے ہوئے فقرات میرائیس کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ میرائیس کے نزدیک احادیث کا نظم کرنا بھی انھیںسانی دشواریوں کا مرحلہ تھا جو قرآنی آیات و الفاظ کے نظم کرنے میں پیش آسکتا تھا۔ لیکن انیس نے احادیث رسول کے متن کو بھی احادیث کی شکل میں اس طرح تحلیل کر دیا کہ عربی اور اردو باہم ہم مزاج معلوم ہونے لگے ہیں۔ انیس نے جہاں احادیث کے موضوعات کو اردو ہی میں نظم کیا ہے وہاں اردو فقرے عربی فقرہ کا مزہ دیتے ہیں۔ ایسا اس لئے ہے کہ میرائیس نے احادیث کے ترجمہ میں انتہائی دیانت اور فنی قہانت سے کام لیا ہے اور عربی فقرات کے اردو ترجمہ کی آمیزش سے مرثیہ کے پلاٹ میں استحکام، متانت اور بایلدگی پیدا ہو گئی ہے۔

انسان جنگل سے لے کر تمدن تک چاہے کسی تہذیب کا حامل کیوں نہ ہو اس کا اپنا طریقہ حیات بہر حال ہوتا ہے۔ موجودہ علمی مذاق میں انسان کے طریقہ حیات کا علم علم انسانیات (ANTHROPOLOGY) کے عنوان سے مطالعہ کا موضوع بنا ہوا ہے۔ انسان اس امر کی طرف متوجہ ہو چکا ہے کہ وہ نوع انسانی کے درمیان صدیوں سے رائج مختلف طریقہ حیات کا مطالعہ کرے۔ متمدن اور غیر متمدن طریقہ حیات میں انسان کو ایسے موڑ ملے ہیں جہاں اس نے حیات کی ضرورتوں کے پیش نظر قدیم طریقہ حیات کو جدید طریقہ حیات سے تبدیل کر لیا ہے لیکن ابھی اپنے موجودہ طریقہ حیات سے آسودہ نظر نہیں آتا۔ اور یہی نا آسودگی موجودہ ادب کا خاص موضوع بن گئی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ انسان کو اپنے طریقہ حیات کے لئے کسی ایسے ضابطہ حیات کی تلاش ہے جس میں اس کے جسم و روح کے تمام تقاضے اور اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر سوال پورا ہو سکے۔ اور یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ دنیا میں سارے تقاضے کی طور پر پورے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ جسم ہے تو امراض ضرور ہوں گے۔ نفس ہے تو خواہشات بھی ہوں گے۔

عقل ہے تو شعوری مشکلات بھی ہوں گی۔ روح ہے تو موت کے مرحلے بھی گزرنا ہوں گے لہذا یہ سارے تقاضے اپنی کامل تشفی کے لئے اس دنیا سے الگ ایک ایسی دنیا کی ضرورت کا ایک عقلی جواز پیش کرتے ہیں۔ جو دنیاوی تقاضے سے پاک ہو لیکن اس دنیا تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ایک ایسا مخصوص نصاب لائحہ عمل درکار ہے جس کے بغیر وہ کائنات نہیں حاصل ہو سکتی، جہاں آسودگی حیات کا کامل اہتمام ہے۔ مذہب اسلام میں اسی لائحہ عمل یا بنیادی قانون کو فقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جس میں خدا سے بندوں کا رشتہ بندوں سے بندوں کا تعلق، حقوق و فرائض، تجارت و ذراعت، عقد و میراث سے متعلق تمام ان مسائل کی تفصیل ہوتی ہے جن کا تعلق عبادات و معاملات سے ہے چونکہ فقہ کا قانون کسی انسانی نفس یا قانون ساز اسمبلی کا مرتب کردہ نہیں ہوتا لہذا اس پر عمل کرنا اس لئے دشوار ہوتا ہے کہ نہ انفرادی اعتبار سے نفس ساتھ دیتا ہے اور نہ معاشرے کا عام مذاق اس کا طرف دار ہوتا ہے۔ اس پر عمل کرنے کا سب سے بڑا محرک انسان کا عرفان و ایمان ہوتا ہے۔ اسی لئے فقہ وہ انسان ہوتا ہے جو الہی قانون پر عمل کرنے کے لئے اپنے عرفان و ایمان سے مجبور ہو کر اور دنیاوی قانون سے ہر د آڑا ہونے کے لئے ہر سختی برداشت کرنے پر کمر بستہ ہو۔

ایمان و عمل کی بھی نوعیت جو فقہی یا بندی سے عاید ہوتی ہے اسی سے انسانی شرافت و عظمت کے اعلیٰ ترین شاہکار پیدا ہوتے ہیں۔ میرائیس نے اپنے کلام میں کہ دار کے انہیں شاہکاروں کو پیش کیا ہے جو فقہی فحیر سے پیدا ہوتے ہیں اور ان کا ایمان و عرفان انکو قانون الہی پر عمل درآمد کے لئے ہر سختی سے گزر جانے کی ہمت عطا کرتا ہے۔ انیس نے اپنے پلاٹ میں جا بجا فقہی مسلمات کو پیش کرتے ہوئے فقط فقہی مسائل کا تذکرہ ہی کر کے بات نہیں ختم کر دی بلکہ نماز سے توتیروں کے سلسلے میں سجدہ ہے تو زیرِ خرقاں، سجدہ شکر ہے تو حوائج سے کی میت پر، روزہ ہے تو افطار کی

طلب سے بے نیاز ہو کر، اتفاق و ایثار (خمس و زکوٰۃ) ہے تو اپنی پوری بضاعت کے ساتھ، جہاد ہے تو بھوک اور پیاس کے ساتھ، حج اور عمرہ کا ذکر ہے تو حرمت حرم کے تصور کے ساتھ اور پردہ ہے تو بالوں کے سہارے فقہی مسلمات کو میرا نیس نے اپنے مرثیہ کے کرداروں میں یوں محفوظ کر لیا ہے کہ جس سے انیس کی فقہ شناسی کا بھرپور ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ انیس نے فقہی جزئیات مثلاً وضو، تیمم، اذان، اقامت، قیام و قعود، رکوع و سجود اور خضوع و خشوع وغیرہ کو بھی پوری دیانت داری کے ساتھ یوں نظم کیا ہے کہ مسائل فقہ کی شرعی حیثیت اور نزاکت ابھر کر سامنے آگئی۔

میرا نیس نے اپنی شاعری کے لئے جس میدان کا انتخاب کیا وہ اسلام کی مستحکم اور مضبوط تفصیل کے حصار میں ہے۔ انیس نے ہر قدم پر اس بات کا خیال رکھا کہ کوئی ایسی بات نہ نظم ہو جائے جو اسلام کے قوانین سے متصادم ہو۔ ایسی صورت میں میرا نیس نے جب ماضی کی قابل تذکرہ اور تاریخ اسلام کی شخصیات، واقعات و محاببات پر نظر دوڑائی تو اس میں بھی انتخاب و انتخاب سے کام لیا اور اپنے کلام میں ان تمام تاریخی حقائق کو نظم کرتے ہوئے جس احتیاط کا مظاہرہ کیا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہیں۔

کلام انیس جس تاریخی حقیقت کے محور پر گردش کو رہا ہے وہ واقعہ کر بلا ہے لیکن کلام انیس میں اس واقعہ کی پشت پر تین اہم تاریخی پہلوؤں کا ارتقا ایک نقطہ پر نظر آتا ہے۔ اول حسینؑ کی شخصیت، دوسرے واقعہ کر بلا اور تیسرے محاذ حرب و ضرب، تاریخی اعتبار سے امام حسینؑ کی شخصیت اپنی پشت پر متعدد شخصیات کی روایات لئے ہوئے ہے اور واقعہ کر بلا کے پس پشت تاریخی واقعات کی طویل فہرست پائی جاتی ہے اور محاذ حرب و ضرب کی پشت پر ہر عہد

میں حق و باطل کے محاربوں کی روایت موجود ہے۔ واقعہ کر بلا کے محور پر فقط ایک حسینؑ کی شخصیت نہیں ہے بلکہ تہہ در تہہ شخصیات کی طویل تاریخ ہے جو آدم سے لے کر خاتم تک اور خاتم سے لے کر حسینؑ کی ذات تک پھیلی ہوئی ہے واقعات کے اعتبار سے فقط ایک واقعہ کر بلا ہی نہیں بلکہ ماضی کا ہر وہ واقعہ جس میں ایثار و قربانی کی انقلابی لہر پائی جاتی ہے وہ بھی موجود ہے کلام انیس میں جو دائرہ شخصیات و واقعات اور محاببات پر محیط ہے وہ اتنا وسیع ہے کہ اگر ان جزئیات کی تفصیل لکھی جائے تو موضوعات کا دفتر ہو جائے۔ لہذا انیس نے دائرہ کی وسعت میں بھی اختصار کا معجزہ پیدا کرنے کے لئے تعلیمات کی راہ اختیار کی۔ اور تاریخ اسلام کے واقعات انبیاء و مرسلین کے تذکرے، رسول و آل رسول کے فضائل و معجزات، خیر و شر کی نمائندگی، شخصیات اور محاربوں کو کہیں بطور استعارہ اور کہیں بطور تلمیح استعمال کیا ہے۔ اس طرح مرثیہ کی جذباتی اور تصوراتی فضا سے قاری کی نگاہ جب ٹکراتی ہے تو ایک ایسا (FLASH) جلوہ پیدا ہوتا ہے جس کی روشنی سے ان صنعتوں کی مٹھی میں چھپے ہوئے اشاریے قاری کے چشم تصور میں دوڑنا تک پھیل جاتے ہیں۔

واقعہ کر بلا متعدد واقعات کی کڑیوں سے مل کر پیدا ہونے والی ایک عظیم تاریخی حقیقت کا نام ہے جس میں سرفہرست قربانیوں کے واقعات ہیں۔ اپنے جلوؤں میں ہر شہادت مرثیہ کی سرخی ہونے کے ساتھ ساتھ واقعہ کر بلا کی نظریاتی اور انقلابی روح لئے ہوئے ہے۔ نظریات کا سب سے نمایاں عنصر افادیت اور ابدی حیات ہے جس کی دلیل میں ہر شہید شہر کی ہر افتاد کو برداشت کرنے اور نیرے والستہ غیبی خزانوں کے حصول کے لئے اس حیات عارضی کی ہر متاع قربان کرنے سے یہ آمادہ نظر آتا ہے۔ اگر کسی ایک شہید پر واقعہ کر بلا منحصر ہوتا تو اسے دیوانگی یا وارفتگی سے تعبیر کیا جاسکتا تھا۔ لیکن پورے ہوش و ہوا، اور شعور بیداری کے ساتھ بہتر افراد

کا ایک ہی منزل کی سمت رواں ہونے میں مصائب کی آگ اور خون کے دریائے گزر جانا مجموعی طور پر ایسی غیبی حقیقت پر گواہی EVIDENCE کا ایک ایسا (FLASH) جلوہ پیدا کرتا ہے جس کے بعد خدا، آخرت اور بادی حیات پر کسی صالح ذہن کا انکار کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

انقلابی روح میں دوسرا نمایاں انقلابی عنصر مادی فطرت کا انقلاب ہے۔ چونکہ ظلم کی فتح کا لازماً مادی فطرت کی کمزوری میں منحصر ہے۔ ظالم و جاہل ذہن خوف، بھوک، پیاس اور جان و مال کے نقصان سے مادی فطرت کو اتنا کمزور بنا دیتا ہے کہ جسم سے احتجاج اور انقلاب کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ اگر بھوک اور پیاس سے بلبلایا مجمع کا رخ امرائے در و دیوار توڑنے لگے تو یہ عمل شدید جو اس کا نتیجہ تو ہو سکتا ہے لیکن باشعور اور باعناطیہ انقلاب کی پہچان نہیں بن سکتا لیکن اسٹی برس کے بوڑھے نیکر پیچہ بیٹے کے بچے، مرد و عورت آقا و غلام، قریشی و حبشی، عرب و عجم، بھوک و پیاس، خوف و ہراس، سڑاؤ میں یکساں شریک ہونے کے باوجود دستور کی اعلیٰ ترین حیر العقول اقدامات سے عزم کی ایک ایسی آہنی دیوار بن جائیں کہ خنجر کند ہو جائیں اور شہرِ رگ حیات کی تازگی پر کوئی اثر نہ پڑے تو ماننا پڑے گا کہ مادے کی عام فطرت کو بدلنے کے لئے فطرت سے بالاتر کسی اور نامعلوم جوہر کے مالک تھے ہر ذہن میں اسی نامعلوم جوہر کی کید پیدا کرتا واقعہ کہ بلا کاسب سے بڑا کارنامہ ہے کلام انیس میں واقعہ کہ بلا ترتیب کے اعتبار سے منتشر ہے لیکن ہر مرتبہ مندرجہ بالا نظریاتی اور انقلابی روح کا آئینہ دار ہے لہذا اگر الگ الگ مرتبہ کا جائزہ لیا جائے تو اسی لذت تحسین کے ساتھ ہر مرتبہ پر ٹھہرا جاسکتا ہے جتنا کہ پورے مرتبہ کو واقعات کی ترتیب کے ساتھ مرتب کر کے بالیدگی فکر کا احساس ہوتا ہے چونکہ ترتیب نثری مذاق کے لئے بے حد ضروری ہے اور تحقیقی مقالے میں واقعہ کہ بلا کا تاریخی منظر نامہ پیش کرنا مقالے کے فقط ایک باب میں زیادہ تفصیل سے ناممکن ہے۔ لہذا راقم الحروف نے امام حسین کی مدینے سے روانگی سے اہل حرم کی مدینے کو واپسی

تک کے تمام تاریخی مناظر کو کلام انیس کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ تاکہ انیس کی فنکاری تاریخی واقعات کے تسلسل کے آئینے میں بھی دیکھی جاسکے۔

کلام انیس میں رزمیہ عناصر کی جان تاریخی واقعات کا وہ مرکزی تسلسل ہے جس کو ادب کی اصطلاح میں ACTION سے تعبیر کیا جاتا ہے چونکہ واقعہ کے جزئیات کا ایک ایسا سلسل رواں ہوتا ہے جس میں شاعر کا حقیقت نگار قلم واقعات کی تصویر کشی چھپتا ہوا قادی کے حجاب تصور پر فکر کی متعدد سطحیں ابھارتا ہے۔ واقعہ کہ بلا کے جن جزئیات کو میر انیس مرتبہ کی زمین پر ابھارتے چلے گئے ہیں۔ اس سے قادی کی فکر اخلاقی، ادبی، فقہی، تاریخی اور فوق البشری تمام سطحوں سے ہم کنار ہو جاتی ہے یعنی مناظر اور واقعات مختلف غلیبوں سے پیوست ہو کر ایک (ORGANIC UNIT) عضویاتی اکائی بناتے ہیں۔ جو کسی نہ کسی اخلاقی یا مذہبی قدروں کا اشاریہ بن کر متحرک ہو جاتے ہیں۔ اس طرح واقعات و جزئیات کا مجموعی تاثر یہ ہوتا ہے کہ قادی کا تصور مرتبہ کی متحرک اکائیوں سے پیدا ہونے والی رزمیہ فضا میں ہجرت کر جاتا ہے جہاں شخصیات و واقعات تحلیل ہو کر بس منظر میں گم ہو جاتے ہیں اور پیش منظر بلوئی قدروں کا رزم گاہ بن جاتا ہے جس سے ایک ایسا مجموعی (ARGUMENT) پیدا ہوتا ہے۔ جو نہ فلسفہ سے ادا ہو سکتا ہے نہ منطق سے اور نہ کسی نثری سرمایہ اور شعری بیان سے سوائے کلام انیس کی شاعرانہ معجز بیانی کے۔

القرآن الحکیم	مترجمہ مولانا فرمان علی	چاند کمپنی اردو بازار لاہور
اصول کافی (الشافعی) جلد ۱	مترجمہ سید ظفر حسن (ج ۱)	شمیم بکد پلو کراچی ۱۹۸۶ء
اصول کافی (الشافعی) جلد ۲	" " "	" " "
اسلام دین حکمت	مترجمہ ایم اے انصاری	جامعہ تعلیمات اسلامی کراچی ۱۹۸۵ء
اسلام دین فطرت	مترجمہ سید محمد فضل حق	" " " " " " " "
المفجد (عربی اردو لغت)	مجلس ترتیب المفجد اردو	ساج پبلشرز دہلی
انفادوق	علامہ شبلی نعمانی	مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
اصحاب امیر المؤمنین کی قربانیاں	مولانا سعادت حسین خاں	نظامی پریس لکھنؤ
ابلاغ البیین جلد اول موصوفہ	آغا محمد سلطان مرزا	نیو سٹالامار ٹاؤن لاہور
انتخاب حدیث	مرتبہ محمد یوسف شاہ ندوی	ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۵ء
الحسین عمر ابو نصر	مترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی	ایوان کمپنی نخاس کہنہ الہ آباد ۱۹۸۰ء
اصحاب البیین	علامہ حسین بخش	مکتبہ انوار البیخف میان ولی (پاکستان)
انتخاب طبری	سید صفدر حسین بخینی	امامیہ پبلیکیشنز گنیت روڈ لاہور
اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ جلد ۱	پروفیسر خواجہ عبداللطیف انصاری	رضا کار بکد پلو لاہور ۱۹۶۶ء
" " " " " " " "	" " " " " " " "	" " " " " " " "
المعجم المفہرس (الفاظ القرآن الکریم)	مرتبہ محمد فواد عبدالباقی	دارالکتب المصر قاہرہ ۱۳۶۲ھ
انیس کی مرثیہ نگاری	نواب جعفر علی خاں اثر	رائش محل لکھنؤ ۱۹۵۱ء
اردو مرثیہ کی روایت	ڈاکٹر سیح الزماں	کتاب نگر لکھنؤ ۱۹۶۹ء
الارشاد (تذکرۃ الاطہار)	شیخ مفید مترجمہ سید صفدر بخینی	امامیہ پبلیکیشنز لاہور ۱۹۸۵ء
اردو مرثیہ	سفارش حسین رضوی	مکتبہ جامعہ دہلی ۱۹۶۵ء
احسن الحديث	طالب جوہری	نثار آرٹ پریس لاہور ۱۹۹۳ء

کتابت

اردو مرثیہ	انظر علی فاروقی	سیلی پریس - الہ آباد ۱۹۵۸ء
ادب اور ادیب	ڈاکٹر اعجاز حسین	ادارہ انیس اردو الہ آباد ۱۹۶۶ء
انیس شخصیت اور فن	ڈاکٹر فضل امام	ماڈرن پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی ۱۹۸۲ء
بحار الانوار جلد اول	مترجمہ سید آغا موسوی ایسی بیڑاڑی	رضوی پبلشنگ کراچی ۱۹۸۱ء
بحار الانوار جلد دوم	" " " " " "	" " " " " " ۱۹۸۱ء
بحار الانوار جلد سوم	مترجمہ سید حسن امداد	محفوظ بک ایجنسی کراچی ۱۹۸۲ء
بہتر تارے	سید نجم الحسن	امامیہ کتب خانہ مغل پوٹلی لاہور
بیسویں صدی اور جدید مرثیہ	ڈاکٹر بلال نقوی	نارتھ ناظم آباد کراچی ۱۹۹۳ء
پیاس	سید غلام عسکری	کے۔ کے۔ جمال پرنٹرس بیسویں ۱۹۹۳ء
تفہیم القرآن جلد ۱	سید ابوالاعلیٰ مودودی	ذکر می کتبہ اسلامیہ دہلی ۱۹۷۵ء
تفہیم القرآن جلد ۲	سید ابوالاعلیٰ مودودی	ذکر می کتبہ اسلامیہ دہلی ۱۹۷۵ء
تفہیم القرآن جلد ۳	" " " "	" " " " " " ۱۹۷۶ء
تفہیم القرآن جلد ۴	" " " "	" " " " " " ۱۹۷۷ء
ترجمان القرآن جلد ۱	مولانا ابوالکلام آزاد	سابقہ اکادمی نئی دہلی ۱۹۸۸ء
ترجمان القرآن جلد ۲	" " " "	" " " " " " ۱۹۸۸ء
تفسیر نمونہ جلد ۱	ناصر نظام شیرازی	مترجمہ سید صفدر حسین نقوی
تفسیر القرآن جلد اول	سید ظفر حسن	شیم بک ڈپو کراچی ۱۹۷۷ء
تفسیر القرآن جلد دوم	سید ظفر حسن	شیم بک ڈپو کراچی ۱۹۷۸ء
تفسیر القرآن جلد سوم	" " " "	" " " " " " ۱۹۸۱ء
تفسیر القرآن جلد چہارم	سید ظفر حسن	" " " " " " ۱۹۸۳ء
تفسیر القرآن جلد پنجم	" " " "	" " " " " " ۱۹۸۵ء
تاریخ اسلام حصہ اول	سید علی نقی نقوی	امامیہ مشن لکھنؤ
تاریخ اسلام حصہ دوم	" " " "	" " " " " " ۱۹۵۸ء
تاریخ اسلام حصہ سوم	" " " "	" " " " " " ۱۹۵۸ء
تاریخ اسلام جلد اول	محمد بشیر انصاری	بک ایجنسی ریلوے روڈ لاہور
تاریخ اسلام	سید علی حیدر	اصلاح پریس کھجوا - بہاولپور ۱۹۵۷ء
توضیح المسائل	ابکر شاہ خاں نجیب آبادی	نازی پبلشنگ ہاؤس دہلی
تلیحات و اشارات اقبال	ڈاکٹر اکبر حسین قریشی	دفتراوی سید ابوالقاسم غنی
تاریخ الحدیث	امیر الرحمن بخاری	تفہیم الکتاب مجنر لکھنؤ
ترندی شریف	مرتبہ حکیم مصباح الدین یاسمی	انجمن ترقی اردو ہند علیگڑھ ۱۹۷۰ء
تاریخ احمدی	نواب شیخ احمد خاں بہادر	صدیقی پبلیکیشن لاہور
تاریخ شہادت علی الصفر	سید آغا ہمدانی رحمت	مرتبہ حکیم مصباح الدین یاسمی
تعارف مرثیہ	ڈاکٹر شجاعت علی ندوی	دبانی بک ڈپو دہلی
جوش ملیح آبادی کے مرثیے	مرتبہ حمیر اختر نقوی	نواب شیخ احمد خاں بہادر
جلال الیوم جلد اول	مترجمہ سید عبدالحسین	رحمت اللہ بک ایجنسی کراچی
جامع التواریخ فی مقتل امین جلد ۱	مرتبہ فیروز حسین قریشی	ڈاکٹر شجاعت علی ندوی
جامع التواریخ فی مقتل امین جلد ۲	" " " "	ڈاکٹر شجاعت علی ندوی
جہان افکار	ڈاکٹر مجاہد حسین	نظامی پریس لکھنؤ ۱۹۸۱ء
چودہ ستارے	سید نجم الحسن	شیعہ بک ایجنسی لاہور
حیات القلوب جلد اول	مترجمہ سید نثار حسین کامل مرزا پوری	امامیہ کتب خانہ لاہور
حیات القلوب جلد دوم	" " " "	" " " " " " ۱۹۸۸ء
حیات انیس	امجد علی اشہری	مطبوعہ آگرہ ۱۹۰۷ء
خدا شناسی	سید مجتبیٰ موسوی لادی	مترجمہ نجم عشروی دفتر تبلیغات اسلامی ایران ۱۹۸۵ء

صوائق محرقہ (برق سوزاں)	مترجمہ اختر فتح پوری	جمالی ماس پرنٹرس
صحیفہ کاملہ	مترجمہ مفتی جعفر حسین	حیدری کتب خانہ ممبئی
صحیح بخاری (عربی)		مطبوعہ ثنائیہ مصر ۱۹۳۲ء
صحیح مسلم (عربی)		مطبوعہ مصطفیٰ الباقی مصر
صحیح ترمذی (عربی)		مطبوعہ قرآن عمل کراچی
عکس قرآن مجید	مولانا اشرف علی	تاج آفس بمبئی
غنیۃ الطالبین	شیخ عبدالقادر جیلانی	مترجمہ امان اللہ خاں سردی
فلسفہ سنا	حسن علی خفجی	امامیہ پبلیکیشنز لاہور ۱۹۸۶ء
فلسفہ معجزہ	سید ابوالقاسم خونی	مترجمہ ایم اے انصاری
فضائل علی	ابن ابی الحدید معتزلی	مترجمہ سید رفیع حسین
فلسفہ انقلاب حسین	سید یحییٰ نوری	مترجمہ سید ذیشان حیدر جوادی
فاطمہ عی فاطمہ	ڈاکٹر علی شریعتی	مترجمہ پروفیسر دار نقوی
فکر بلع	شاد عظیم آبادی	نسیم بک ڈپو ۱۹۷۲ء
قرآن حکیم اور آخری پیغمبر	ناصر محمد شیرازی	مترجمہ سید ذیشان حیدر جوادی
قصص القرآن	سید محمد الدین بلغانی	مترجمہ عبدالصمد صادم الانہری
قرہنی ہاشم	سید ذیشان حیدر جوادی	مذہبی دنیا آباد ۱۹۸۰ء
کوکب دری (مناقب مرتضوی)	مترجمہ سید شریف حسین	البرہان بک ڈپو لاہور
کر بلا شناسی	سید سعید اختر رضوی	نور اسلام امامبارہ فیض آباد ۱۹۸۶ء
کر داریزید	غلام حسین نجفی	دفاق علمائے شیعہ پاکستان ضلع نواب شاہ سندھ
لواعج الاحزان جلد-۱	مرتبہ سید نجم الحسن	جنرل بک ایجنسی لاہور ۱۹۶۱ء
مذہب و شاعری	ڈاکٹر اعجاز حسین	اردو مرکز لاہور ۱۹۵۵ء

خدا شناسی	ناصر محمد شیرازی	مترجمہ محمد اصغر نیردان	امامیہ پبلیکیشن لاہور
خلاصۃ المصاب	مرتبه سید صدق حسین رضوی		کافین بک سنٹر لاہور
خطبہ غدیر	مرتبه ملک محمد حیدر		علامہ اقبال میڈیکل کالج لاہور ۱۹۸۳ء
دستان عشق کی مرثیہ گوئی	پروفیسر جعفر رضا		نیشنل کتاب گھر آباد ۱۹۷۲ء
دکن میں مرثیہ اور عرواداری	ڈاکٹر رشید موسوی		چارکمان حیدر آباد ۱۹۷۰ء
ذبح عظیم	سید اولاد حیدر فوق بلگرامی		مقبول پریس موری دروازہ دہلی ۱۳۵۹ھ
روح انیس	پروفیسر سید سعید حسین ادیب		کتاب گھر لکھنؤ ۱۹۷۲ء
رفقاہ انیس	مترجمہ پروفیسر سید سعید حسین ادیب		" " " " ۱۹۵۷ء
روضۃ الشہداء	مترجمہ صائم چشتی		چشتی کتب خانہ فیصل آباد ۱۹۸۶ء
سانچہ و کربلا بطور شہری استعارہ	پروفیسر گوپی چند نارنگ		ایچ کیش پبلیکیشن ہاؤس دہلی ۱۹۸۶ء
سرفراز (انیس نمبر) لکھنؤ			فروری ۱۹۷۲ء
سفینۃ الکافی مصائب سید الشہداء	زاہدین جابر پوری		افتخار بک ڈپو لاہور
سنن ابن داؤد شریف جلد اول	مترجمہ وحید الزناں		اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی ۱۹۸۵ء
سنن ابن داؤد جلد دوم	" " "		" " " " ۱۹۸۵ء
سلمان حموی	مقبول احمد		سرفراز قوی پریس لکھنؤ ۱۹۷۲ء
سیرت امیر المومنین جلد اول	مفتی جعفر حسین		امامیہ کتب خانہ لاہور
شہادت کبریٰ	سید محمد رضی		ادارہ نشر علوم و تہذیب کراچی
شہدائے کربلا حصہ اول	سید علی نقی نقوی		امامیہ مشن لکھنؤ ۱۳۵۶ھ
شہدائے کربلا حصہ دوم	" " "		" " " " ۱۳۵۶ھ
شہدائے کربلا حصہ سوم	" " "		" " " " ۱۳۵۷ھ
شہید انسانیت	" " "		" " " " ۱۳۵۷ھ
شہداء و عرواد عشق علی	حفیز اختر نقوی		کتاب گھر لکھنؤ ۱۹۹۳ء
			مرکز علوم اسلامیہ نوٹوٹی روڈ گلہ آباد کراچی ۱۹۹۲ء

